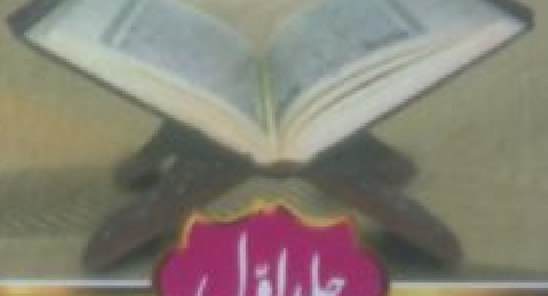
لقد كان في قصصهم عبرة لأولي الألباب

قرآن میں آئے ہوئے خواتین کے واقعات

مع

عبر ونصائح



جلد اوّل

مفتی محمود بن مولانا سلیمان حافظجی باردولی

مدرس: جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل گجرات

ناشر نورانی مکاتب

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ

قرآن میں آئے ہوئے
خواتین کے واقعات

مع

عبر ونصائح

جلد اول

مفتی محمود بن مولانا سلیمان حافظ جی بارڈولی
مدرس: جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، گجرات

ناشر
نورانی مکاتب

تفصیلات

نام کتاب:..................قرآن میں آئے ہوئے خواتین کے واقعات (جلد اول)

مرتب:..مفتی محمود صاحب بارڈولی دامت برکاتہم

ناشر: ....نورانی مکاتب (www.nooranimakatib.com)

صفحات:..424

طبعِ اول.......................... ......ربیع الثانی ۱۴۴۰ھ مطابق جنوری ۲۰۱۹ء

ملنے کے پتے

مولانا یوسف صاحب بھانا، محمود نگر، ڈابھیل۔9558174772

Email id: yusuf_bhana@hotmail.com

ادارۃ الصدیق ڈابھیل، گجرات۔99133,19190 \ 99048,86188

جامعہ دار الاحسان، بارڈولی، سورت، گجرات

جامعہ دار الاحسان، نواپور، نندوربار، مہاراشٹر

اجمالی فہرست

تفصیلی فہرست

دنیا کی سب سے پہلی خاتون ماں حوّا رضی اللہ عنہا (پہلی قسط)

دنیا کی سب سے پہلی خاتون ماں حوا رضی اللہ عنہا (دوسری قسط)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا ایمان افروز واقعہ (پہلی قسط)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ اور بہن کا واقعہ (دوسری قسط)

پیش خدمت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى.اَمَّا بَعْدُ!

جو کچھ علمی دعوتی و دینی کوششیں ہیں یہ سب محض اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فضل وکرم ہے،اور خاتم الانبیاء سیدنا وشفیعنا حضرت محمد ﷺ کا فیض ہے، بندے کی یہ عادت رہی ہے کہ اپنی مختلف کتابوں کی ہر ہر جلد کا ثواب اپنے کسی نہ کسی مربی کی خدمت میں ایصال کیا ہے؛ چونکہ اس کتاب میں اپنے خطبات کی تقریباً نو،دس جلدوں میں پھیلے ہوئے مضامین کا خلاصہ آ گیا ہے؛ اس لیے اس کتاب کا ثواب اپنے تمام ہی محسنین اور مربیین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں؛ بالخصوص حسبِ ذیل حضرات:

① سیدنا وشفیعنا خاتم الانبیاء والمرسلین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور جمیع صحابہ اور صحابیات رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

② میرے مشفق ومربی اور استاذ والدِ مرحوم حضرت مولانا سلیمان صاحب حافظ جی اور والدہ مرحومہ۔

③ پیر ومرشد فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ۔

④ مرشدِ ثانی ومشفق استاذ شیخ الحدیث حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم۔

⑤ دار العلوم دیوبند کے شیخ الحدیث حضرت الاستاذ حضرت اقدس مفتی سعید

احمد صاحب پالنپوری دامت برکاتہم ۔

⑥ مشفق ومحترم جامعہ ڈابھیل کے مہتمم حضرت مولانا احمد بزرگ دامت برکاتہم ۔

⑦ شیخ الحدیث حضرت الاستاذ مولانا اکرام علی صاحب بھاگلپوریؒ۔

⑧ شیخ الحدیث حضرت الاستاذ مولانا واجد حسین صاحب دیوبندیؒ۔

⑨ شیخ الحدیث حضرت الاستاذ مولانا نصیر احمد خاں صاحبؒ۔

⑩ شیخ القراء حضرت الاستاذ قاری احمد اللہ صاحب بھاگلپوری دامت برکاتہم ۔

⑪ حضرت الاستاذ مولانا اسماعیل صاحب چاسوی دامت برکاتہم ۔

⑫ حضرت الاستاذ مفتی عباس صاحب بسم اللہ ڈابھیلی دامت برکاتہم ۔

⑬ حضرت الاستاذ مولانا یوسف صاحب کاویؒ۔

⑭ حضرت الاستاذ مولانا ابراہیم صاحب پٹنی دامت برکاتہم

⑮ حضرت الاستاذ مولانا موسیٰ صاحب کچھولویؒ۔

⑯ حضرت الاستاذ مولانا سلیمان صاحب چوکسی دامت برکاتہم ۔

⑰ حضرت الاستاذ مولانا غلام محمد صاحب نرولیؒ۔

⑱ حضرت الاستاذ مولانا قاری رشید صاحب بزرگؒ۔

⑲ حضرت الاستاذ مولانا ابراہیم صاحب کاویؒ۔

⑳ حضرت الاستاذ مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب بزرگ دامت برکاتہم ۔

㉑ حضرت الاستاذ مولانا قاری یوسف علی صاحب بھٹئی دامت برکاتہم ۔

اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو اپنی شایانِ شان بہترین بدلہ اور دارین میں رضائے کامل عطا فرمائے، جو حیات ہیں ان کی عمروں میں عافیت کے ساتھ برکت عطا فرمائے ۔

پیش لفظ

الحمد للہ رب العالمین الذي قال في کتابه "لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ" والصلٰوۃ والسلام علی خاتم النبیین الذي قال:"الا! خیر کم خیر کم لاھله وانا خیر کم لنسائی" وعلی اٰله وصحبه وعلی من تبعهم باحسانٍ الی یوم الدین، اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً. (النساء)

ترجمہ: اے انسانو! تم اپنے اس رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جاندار (یعنی آدم علیہ السلام) سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑا (یعنی حوا کو) بنایا اور ان دونوں (کے ذریعہ) سے بہت سارے مرد اور عورتوں کو پھیلا دیا۔

اِس آیتِ کریمہ سے دو باتیں بالخصوص معلوم ہوئیں:

① تمام لوگ ایک مرد حضرت آدم علیہ السلام کی نسل ہیں۔

② اللہ تعالیٰ نے انہی آدم علیہ السلام سے ان کا جوڑا سیدہ حوا رضی اللہ عنہا کو پیدا فرمایا۔

پھر جب خالقِ کائنات نے زمین میں آدم وحوا سے انسان کو پھیلانا شروع فرمایا تو انہی دونوں سے آگے مرد بھی پیدا فرمائے اور عورتیں بھی پیدا فرمائیں۔ مردوں کے ساتھ جہاں عورتوں کے دیگر رشتے (ماں، پھوپھی، خالہ، دادی، نانی اور بیٹی وغیرہ کے) قائم فرمائے، وہاں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے ساتھ مردوں کے ازدواجی رشتے کو

بھی قائم کیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے احسان کو مردوں کو یاد کرواتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾ (الروم)

ترجمہ: اور اس (اللہ تعالیٰ) کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے یہ ہے کہ تمھارے (فائدے کے) لیے تم ہی میں سے بیویاں بنائیں؛ تاکہ تم ان کے پاس جا کر سکون (یعنی چین) حاصل کرو اور اس نے تمھارے (یعنی میاں بیوی کے) درمیان محبت اور رحمت (یعنی ہمدردی) کے جذبات پیدا کر دیے، یقیناً اس میں جو لوگ دھیان کرتے ہیں ایسی قوم کے لیے بڑی نشانیاں ہیں۔

یعنی مرد اپنی فطرت کے تقاضے کو عورت؛ یعنی اپنی بیوی کے پاس جا کر پورا کرے اور عورت اپنی فطرت کے تقاضے کو اپنے خاوند مرد کے پاس جا کر پورا کرے اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق دونوں مل کر سکون و اطمینان حاصل کریں۔

عورت کی نسبت سے سسرالی رشتے بھی قائم ہوتے ہیں اور وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بڑی نعمتوں میں سے ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا ؕ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا ﴿۵۴﴾ (الفرقان)

ترجمہ: اور وہ (اللہ تعالیٰ) وہی ہے جس نے پانی سے انسان کو پیدا کیا اور اس (انسان) کو نسبی اور سسرالی رشتہ والا بنایا اور تمھارے رب بڑی قدرت والے ہیں۔

اس آیت میں ''نسب'' یعنی خاندانی رشتے داری اور ''صہر'' یعنی سسرالی رشتے داری دونوں کو ایک نعمت کے طور پر بیان فرمایا۔

اور اس سسرالی رشتے کی برکت سے بہت ساری عورتوں سے رشتہ قائم ہوتا ہے، جیسے بیوی کی بہن، بیوی کی ماں، بیوی کی خالہ، بیوی کی پھوپھی وغیرہ وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتے ہیں:

لَقَدْ كَانَ فِیْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ.

ترجمہ: پکی بات یہ ہے کہ ان کے واقعات میں عقل والوں کے لیے عبرت کا بڑا سامان ہے۔

یعنی قرآنِ حکیم میں اللہ کے پیغمبروں اور گزشتہ قوموں کے قصص و واقعات کو بیان کرنے کا مقصد عقلمند لوگوں کے لیے عبرت و نصیحت مہیا کرنا ہے، اِن واقعات کے بیان میں مسلمانوں کے لیے ہدایت و رہنمائی بھی ہے اور ان کے کے لیے ان واقعات میں رحمت بھی، کہ جب وہ ان قصوں کو پڑھ کر اپنے عقیدہ و عمل کو درست کرتے ہوئے صحیح راستے پر استقامت اختیار کریں گے تو ان پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں گی۔

قرآنِ کریم میں مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کے واقعات بھی بیان کیے گئے ہیں؛ تاکہ مسلمان عورتیں اور مرد اپنی اصلاح کے لیے ان واقعات سے نصیحت حاصل کریں۔

یقیناً قرآنِ کریم میں عورتوں کے واقعات اپنے اندر شرعی احکام بھی سموئے ہوئے ہیں اور تربیتی فوائد بھی، جن سے ایک مسلمان عورت بھرپور فائدہ اٹھا سکتی ہے، دنیوی زندگی میں سیدھی راہ پر چلنے کے لیے ان واقعات کو راہ نما اصول کے طور پر متعین بھی کر سکتی ہے، اور آج کے زمانے میں دشمنوں کے جو تیر مسلمان عورتوں پر لگاتار آرہے ہیں ان سے حفاظت کا ایک مضبوط ذریعہ ہیں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان الدنیا حلوۃ خضرۃ وان اللّٰہ مستخلفکم فیھا ، فینظر کیف تعملون ، فاتقوا الدنیا واتقوا النساء فان اول فتنۃ بنی اسرائیل کانت فی النساء.

ترجمہ: بلاشبہ دنیا (ظاہر میں) نہایت (میٹھی) اور سرسبز وشاداب ہے، اللہ عز وجل تمھیں دنیا میں حکومتیں عطا کرنے والا ہے، سو وہ دیکھیں گے کہ (اس وقت) تم کیسے (اچھے) عمل کرتے ہو۔ اس لیے دنیا سے بچ کر رہنا (یعنی ایسی دنیا سے جو اللہ سے غافل کردے) اور عورتوں کے متعلق بھی اللہ کا تقویٰ اختیار کرنا؛ اس لیے کہ بنو اسرائیل میں سب سے پہلا فتنہ عورتوں سے شروع ہوا تھا۔

یہ جو کہا جاتا ہے کہ: اگر کسی عورت کی اصلاح ہوجائے تو سمجھیے کہ پورے خاندان کی؛ بلکہ پوری ایک نسل کی اصلاح ہوگئی، تو یہ بات بڑی حد تک سچ ہے؛ اس لیے کہ دنیا کے بہت سے بڑے آدمی کو بڑا بنانے میں کسی عقل مند عورت کا ساتھ، ہاتھ اور تعاون ضرور رہا ہے۔

یہ کتاب مسلم طالبات کے لیے بالخصوص اور باقی تمام عورتوں کے لیے بالعموم اس نظریہ کے تحت تیار کی گئی ہے کہ وہ اس کتاب میں بیان کردہ اللہ تعالیٰ کی مؤمن و نیک بندیوں کی سیرتوں اور ان کے واقعات کے مطالعہ سے دنیا کی ان عظیم ترین خواتین محترمات کو اپنا آئیڈیل بنائیں؛ تاکہ وہ خود بھی دوسروں کے لیے ایک نیک مسلمان عورت کی حیثیت سے بہترین نمونہ بن سکیں۔

انٹرنیٹ اور ٹیلی وژن کے سامنے بیٹھ کر یا جھوٹے قصے کہانیاں پڑھ کر اپنا

وقت برباد کرنے والی مسلم خواتین اور مؤمن و مسلم طالبات کے لیے اس کتاب میں دل چسپ واقعات بھی ہیں اور اپنی زندگی گزارنے کے بہترین تجربے بھی ہیں۔

اس کتاب میں مومنہ و نیک بندیوں کے ساتھ ساتھ کچھ بداخلاق و بدکردار اور بے وقوف و کم عقل عورتوں کے واقعات بھی بیان ہوئے ہیں؛ تاکہ مسلمان عورتیں اپنے آپ کو بے وقوفی و بدکرداری اور بداخلاقی سے بچا سکیں۔

اس لیے اردو جاننے، سمجھنے اور پڑھنے والی مسلمان خواتین اور بچیوں کو اس کتاب میں ذکر کیے ہوئے واقعات و قصص سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے انہیں بار بار پڑھنا چاہیے اور اس کتاب کو آگے پھیلانا چاہیے؛ کیوں کہ اس کتاب میں درج سچے واقعات و قصص اللہ عزوجل کی سچی کتاب قرآنِ عظیم سے لیے گئے ہیں۔

اس کتاب میں قرآن میں آئے ہوئے خواتین کل اٹھائیس واقعات کے علاوہ ''دینی مجلس کے آداب'' اور ''عورتوں کے لیے زیب و زینت کے احکام'' کے عنوان سے دو مزید بیان بھی شامل کیے گئے ہیں۔

کام کی نوعیت

① تقریباً دس سال پہلے جب سے رمضان میں اپنے بڑوں کے مشورے سے ایک عشرہ کا سلسلہ ملاوی میں شروع ہوا تو اللہ کے فضل اور اللہ کی توفیق سے قرآن میں آئے ہوئے عورتوں کے واقعات بیان کرنے کا سلسلہ شروع ہوا، جو۔سی۔ڈی اور انٹرنیٹ کے ذریعہ الحمدللہ دنیا کے کئی ممالک میں عام ہوا۔

② ملاوی کے مؤقر اور دینی فکر رکھنے والے علما خاص کر مولانا سلیم صاحب

کمکوتروی خلیفہ حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم اور حضرت مولانا محمد ابن مولانا عبداللہ کاپودروی صاحب کے اصرار پر اس کو کتابی شکل میں تقریباً نو(۹) جلدوں میں شائع کیا گیا اور دسویں (۱۰) جلد کا مواد تیار تھا۔

③ پھر اللہ کی توفیق سے یہ مجموعہ وجود میں آیا جو آپ کے ہاتھوں میں ہے، جو بیانات چھپ رہے تھے اس میں قرآن میں آئے ہوئے خواتین کے واقعات کے علاوہ کچھ دوسرے بیانات بھی شامل تھے، سوچا گیا کہ ان کو الگ شائع کیا جائے، اور صرف خواتین کے واقعات کو الگ سے شائع جائے، جو کام بحمداللہ! آپ کے سامنے ہے۔

④ رمضان میں بیان کے موقع پر ترتیب کا لحاظ نہیں ہوا، مثلاً پہلے سال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ، پھر مدین کی دو نیک لڑکیوں کا واقعہ بیان ہوا، خلاصہ یہ کہ بیانات میں ترتیب کا لحاظ نہیں تھا، قرآن کی کسی ایک خاتون کو لے لیا جاتا اور اس کے متعلق آیات کو سامنے رکھ کر بیان ہوتا، گذشتہ سے پیوستہ رمضان میں قرآن میں آئی ہوئی اکثر خواتین کے واقعات ملاوی میں مکمل ہو گئے، اور جو باقی تھے اس کا کافی حصہ دوسری جگہوں پر بیان میں مکمل کیا گیا، جب یہ مجموعہ مرتب ہوا تو مشہور روایات کو سامنے رکھ کر ترتیب زمانی کا لحاظ کیا گیا؛ یعنی اول خاتون حضرت حوا رضی اللہ عنہا کے واقعے سے اس مجموعے کو شروع کیا گیا اور مشہور زمانی ترتیب کے لحاظ سے اخیر میں سیدنا حضرت خاتم الانبیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ ازواجِ مطہرات اور حضرت خولہ رضی اللہ عنہا جیسی صحابیات جن کے واقعات قرآن میں آئے ہیں اس پر جا کر مجموعہ کو مکمل کیا جا رہا ہے۔

⑤ ان قصص اور واقعات میں جو عبرت اور نصیحت کے پہلو ہیں ان کو زیادہ تر

اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے، واقعات کو سامنے رکھ کر کہیں کہیں ضروری مسائل بھی ساتھ میں آگئے ہیں۔

⑥ بیانات الگ نئی ترتیب سے ان شاء اللہ! شائع ہو رہے ہیں، جن میں قرآن میں آئی ہوئی خواتین کے واقعات اب یہاں آجانے کی وجہ سے وہاں باقی نہیں رکھے گئے ہیں، البتہ عورتوں کے متعلق کچھ اہم بیانات انہی بیانات کے مجموعے میں موجود ہیں۔

⑦ اس مجموعے میں قرآن میں آئی ہوئی ہر خاتون کے واقعے سے پہلے اس خاتون کا ایک مختصر تعارف بڑھایا گیا ہے، جس کی وجہ سے اس عورت کے تعارف میں آسانی ہو جاتی ہے۔

⑧ ان واقعات کے بیان میں بہت سے واقعات کا تعلق تفسیری روایتوں سے ہیں، اسی لیے سند کے اعلی معیار پر ان میں سے بعض واقعات کو آپ جانچنے کی کوشش نہ کریں۔

⑨ خطبات میں کمپوزنگ وغیرہ کی کافی اغلاط تھے اس کی تصحیح کر لی گئی ہے۔

⑩ بفضل اللہ! ایک طویل عرصے سے ترجمہ اور تفسیر پڑھانے کی سعادت حاصل ہے، تو ہمارے جن معتبر اکابرین کی تفسیریں مطالعے میں رہیں ان میں جو قرآن میں آئی ہوئی خواتین کے متعلق واقعات دیکھے وہ بیان کیے ہے۔

بندہ بیانات کے دوران عام فہم اردو بولنے کا عادی ہے؛ چوں کہ میرے مخاطب زیادہ تر وہ مسلمان ہوتے ہیں جو اونچی اردو سے واقف نہیں ہوتے اور ان کے سمجھانے

کی خاطر مجھے الفاظ نہایت سادہ، عام فہم استعمال کرنے پڑتے ہیں، اردو کے مشکل الفاظ اور مشکل تعبیرات ہمارے مخاطبین کے لیے سمجھنا دشوار ہے؛ بلکہ بعض مرتبہ انگریزی، گجراتی اور ہندی الفاظ کا سہارا لینا ہوتا ہے، محض اس لیے کہ مخاطبین بات سمجھ جائیں۔

اور اتنے عرصے میں تجربہ یہ ہوا کہ وعظ میں مشکل الفاظ کی بھرمار کر کے مخاطبین کو اپنی زبان دانی جتانے کے بجائے وہ دینی بات کو سمجھ سکیں ایسا لب ولہجہ اور ایسی زبان استعمال کرنا نہایت مفید ثابت ہوا؛ اس لیے قارئین اس کو ''اردو ادب'' کی کتاب نہ سمجھیں؛ بلکہ دین کی بات سمجھنے، سمجھانے کا مجموعہ سمجھیں۔

اخیر میں سب سے پہلے میں اللہ رب العالمین کا شکر گزار ہوں کہ جس نے اس کام کو انجام دینے کی توفیق وسعادت عطا فرمائی اور اس کے اسباب مہیا فرمائے، اسی طرح اس کتاب کی تیاری میں جن جن حضرات نے جس طرح کا حصہ لیا ہے میں ان تمام کا شکریہ ادا کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ ان سب کو دارین میں اپنی رضا سے مالا مال فرماوے اور ان کو اور ان کی نسلوں کو دین کی مقبول خدمات کے لیے قبول فرماوے، آمین۔

(مفتی) محمود بارڈولی

مدرس: جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل سملک

مؤرخہ: ۲۴ ربیع الثانی ۱۴۴۰ھ

مطابق

۱ جنوری ۲۰۱۹ء

دین کی مجلس کے آداب اور عورتوں کے لیے کچھ ضروری باتیں

اس بیان کے چنندہ جواہر پارے

ہر ماں باپ اپنی اولاد کو اچھے سے اچھا تحفہ ہدیہ دینا چاہتے ہیں؛ لیکن حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ: باپ کا بچے کو عمدہ اور اچھے آداب سکھانا بہترین تحفہ ہے؛ کیوں کہ اچھے اخلاق اور آداب سے بچوں کی دنیا اور آخرت دونوں بن جاتے ہیں۔

ایک مسلمان کی خوبی یہ ہوتی ہے کہ وہ دین کی جو بھی بات سنتا ہے اس پر عمل کرتا ہے۔

حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ: اسماء! تم بھی سنو اور جن عورتوں نے تم کو میرے پاس بھیجا ہے، ان سب عورتوں کو بھی بتلا دو کہ: جو عورت اپنے شوہر کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے اور اپنے شوہر کو خوش رکھے تو اللہ تعالیٰ اس کو گھر میں بیٹھے بیٹھے ان تمام چیزوں کا ثواب عطا فرما دیں گے۔

شوہر کو خوش رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ شریعت اور دین کے خلاف کوئی بات نہیں ہونی چاہیے۔ دین اور شریعت کی حد میں رہ کر ہم اپنے شوہر کو خوش رکھیں، تو اللہ تعالیٰ اس کو گھر بیٹھے بیٹھے ان تمام عبادت کا ثواب عطا فرما دیں گے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ نَحْمَدُہ وَنَسْتَعِیْنُہ وَنَسْتَغْفِرُہ وَنُؤْمِنُ بِہ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہ مِنْ شُرُوْرِاَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا،مَنْ یَّھدِہِ اللّٰہُ فَلَامُضِلَّ لَہ وَمَنْ یُّضْلِلْہ فَلَاھَادِیَ لَہ وَنَشْھدُ اَنْ لَّآاِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہ لَاشَرِیْکَ لَہ وَنَشْھدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ شَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہ وَرَسُوْلُہ،صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہ وَ عَلٰی اٰلِہ وَاَصْحَابِہ وَذُرِّیَّاتِہ وَ اَھلِ بَیْتِہ وَاَھلِ طَاعَتِہ، وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً

اَمَّا بَعْدُ!فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝١ الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلَاتِھِمْ خٰشِعُوْنَ ۝٢ (مؤمن)

دینی بہنو! دین کی نسبت پر جمع ہونا اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا احسان اور کرم ہوا کہ اس نے پھر سے اپنے دین کی نسبت پر ہم کو جمع ہونے کا موقع عطا فرمایا، اللہ تعالیٰ نے آپ کی زندگی میں بھی برکت عطا فرمائی، میری زندگی میں بھی برکت عطا فرمائی اور پھر سے ایک اور رمضان کے مہینے میں اللہ نے ملاقات کرائی، پھر یہ ہمارا جمع ہونا، بیٹھنا، میرا کچھ کہنا اور آپ کا سننا؛ یہ سب اللہ تعالیٰ کے دین کے خاطر ہے، دین سیکھنے اور سکھانے کی نیت سے ہے، یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے۔

آج کے زمانے میں لوگ گناہوں کے خاطر جمع ہوتے ہیں اور ایک جگہ جمع ہوکر اللہ کی نافرمانی کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ایسے نافرمانی اور گناہ والے مجمع سے مجھے اور آپ کو بچایا اور دین کی نسبت پر یہاں ہم کو جمع فرمایا، یہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔

دین کی نسبت پر سفر یہ بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے

اسی طریقہ سے اللہ تعالیٰ نے جو اتنے دور دراز کے ملکوں سے سفر کر کے یہاں پہنچایا یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے، آج کے زمانے میں لوگ گناہوں اور برائیوں کے لیے سفر کرتے ہیں، وہ سفر انسان کو جہنم میں لے جانے کا ذریعہ بنتا ہے، اُس سفر میں جو دولت خرچ ہوئی ؛ پیسہ خرچ ہوا وہ بھی جہنم میں لے جانے کا ذریعہ بنتا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں کہ اللہ تعالیٰ نے دین کی نسبت پر مجھے اور آپ کو چلنے کی اور سفر کرنے کی توفیق عطا فرمائی، ان شاء اللہ ! یہ دین کے لیے چلنا اور سفر کرنا بھی ثواب اور نیکی کا ذریعہ بنے گا، آپ اپنے گھروں سے نکل کر یہاں تک آئیں، کوئی پیدل چل کر آیا، کوئی گاڑی میں سوار ہوکر پہنچا، ان شاء اللہ ! دونوں چیزیں اللہ تعالیٰ کے یہاں ثواب اور نیکی کا ذریعہ بنے گی۔

دین کی مجلس میں باوضو اور نیک نیت کے ساتھ آنا چاہیے

اس لیے میں آپ سب سے کہتا ہوں کہ روزانہ جب گھر سے نکل کر یہاں مجلس میں آؤ تو وضو کے ساتھ آؤ، جو بہن وضو کر کے آئے گی تو اللہ تعالیٰ خاص طور پر اس کو نورانیت اور برکت عطا فرمائیں گے ؛ اس لیے کہ یہ دین کی مبارک مجلس ہے اور دین کی مجلس میں ہم وضو کے ساتھ آئیں تو اس کا فائدہ زیادہ ہوتا ہے اور گھر سے نکلتے وقت نیت کرلیں کہ ہم اللہ کا دین سیکھنے کے لیے جارہے ہیں، اللہ تعالیٰ کا دین سیکھیں گے اور اس پر عمل کریں گے، تو آپ کا گھر سے نکلنا، چلنا، گاڑی کا پٹرول جلنا ان سب چیزوں پر ان شاء اللہ ! ثواب ملے گا۔

گھر سے باہر نکلتے وقت چند باتیں ذہن میں رہیں

جب آپ دینی مجلس میں آنے کے لیے گھر سے نکلو، تو چند باتوں کا خاص دھیان رکھو: ① اسلامی پردہ کی پابندی کرو؛ یعنی سر سے پاؤں تک پورا بدن چھپا کر آؤ۔ ② خوشبو لگا کر نہ آؤ۔ ③ آواز نکلتی ہو، بجتا ہو، ایسا زیور پہن کر نہ آؤ۔ ④ راستے کے کنارے چلو۔ ⑤ مردوں کی بھیڑ میں داخل مت ہوؤ۔ ⑥ مردوں سے دور ہٹ کر چلو۔ ⑦ ایک محلے سے دوسرے محلے میں آنے جانے کا معاملہ ہے، پھر بھی محرم کے ساتھ آنے جانے کی کوشش کرو، کوئی محرم مرد پہنچانے آوے اور مجلس کے بعد کوئی محرم لینے آجاوے تو بڑی اچھی بات ہوگی۔

ایسے دوسرے ضروری مقاصد کے لیے بھی گھر سے نکلتے ہوئے ان باتوں کا لحاظ کرنا چاہیے۔

مجلس میں خلل ہو ایسا کام کرنا بے ادبی ہے

خاص درخواست یہ ہے کہ مجلس میں پورے دھیان کے ساتھ باتوں کو سنیں، آپس میں بات چیت نہ کریں اور خصوصی درخواست یہ ہے کہ اپنے موبائل کو سائلنٹ پر کر دیں، موبائل کی گھنٹیاں بجتی رہیں گی تو دوسری بہنوں کو بھی دین کی بات سننے میں خلل ہوگا اور دین کی بات سننے میں خلل ہو جائے تو یہ چیز بھی بے ادبی ہے اور بے ادبی کرنے سے انسان محروم ہو جاتا ہے، ادب کی برکت سے اللہ تعالیٰ بہت ساری نعمتیں عطا فرماتے ہیں اور بے ادبی کی وجہ سے انسان محروم ہوتا ہے؛ اس لیے اپنے موبائل کو سائلنٹ پر کر دیں۔

یہ بھی درخواست ہے کہ مجلس کے دوران واٹسپ ایپ (Whatsapp) پر لکھنا، میسیج (MESSAGE) کرنا، جواب دینا یہ سب کام کاج بھی آپ سب لوگ بند رکھیں، جب قرآن کی باتیں بتلائی جائیں، حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی باتیں بتلائی جائیں، اس وقت اس طرح موبائل پر مشغول رہنا یہ بھی ایک بے ادبی ہے اور یاد رکھو! اللہ کے دین کی بے ادبی انسان کو محروم کردیتی ہے۔

مسلمان کی خوبی

اسی طرح پورے دھیان اور اخلاص کے ساتھ ہم بات سنیں اور ساتھ میں ہمارے دل میں نیت اور جذبہ ہو کہ دین کی جو بات بھی ہم سنیں گے ان شاء اللہ! اس پر عمل کریں گے اور اس کو ہماری زندگی میں لائیں گے۔

ایک مسلمان کی خوبی یہ ہوتی ہے کہ وہ دین کی جو بھی بات سنتا ہے اس پر عمل کرتا ہے، قرآن میں اللہ تعالیٰ نے مسلمان کی اس خوبی کو بہت پیارے انداز میں بیان فرمایا ہے، ارشاد فرمایا:

سَمِعۡنَا وَاَطَعۡنَا ۟ غُفۡرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيۡكَ الۡمَصِيۡرُ﴿۲۸۵﴾ (بقرہ)

"سمعنا" اے اللہ! ہم نے آپ کے دین کی بات سنیں، قرآن کی باتیں سنیں، نبی کی باتیں سنیں، "وأطعنا" اور ہم اطاعت کریں گے، عمل کریں گے، اس کے مطابق اپنی زندگی کو بنا دیں گے، "غفرانک ربنا" اے ہمارے رب! آپ ہماری غلطی اور بھول کو معاف فرما دیجیے، "وإلیک المصیر" اے اللہ! ہم سب کو آپ کے پاس ایک دن لوٹ کر آنا ہے۔

دین پر عمل کرنا اور دوسروں کو پہنچانا

اس لیے عمل کے پکے ارادے کے ساتھ سنو اور جو بات سنو اس کو اپنی زندگی میں لاؤ اور ہماری جو بہنیں اس وقت کسی وجہ سے ہماری مجلس میں نہیں آسکیں ان تک ہم ان باتوں کو پہنچا دیں، اسی طرح ہماری جو بہنیں دوسرے ملکوں میں رہتی ہیں ان سے ہماری فون پر بات چیت ہوتی ہے تو آپ سے ایک درخواست کرتا ہوں جب بھی فون پر اپنی بہنوں اور رشتے دار عورتوں سے بات کرو تو اپنی ضروری بات کے ساتھ دین کی کوئی ایک بات ضرور ان کو بتلا دیا کرو، ہم اپنی دنیا کی ساری باتیں کرتے ہیں؛ لیکن دین کی ایک بات کم سے کم ضرور ان کو بتلا دیں تو آپ کا وہ ٹیلیفون، آپ کی وہ بات چیت بھی ان شاء اللہ تعالیٰ! نیکی اور ثواب کا ذریعہ بن جائے گی۔

اللہ تعالیٰ نے اِس شہر کی ہماری دینی بہنوں کو ماشاء اللہ! یہ جذبہ بہت اچھا عطا فرمایا ہے؛ الحمد للہ! میں دنیا کے بہت سارے ملکوں میں جاتا ہوں، میں نے بہت سی جگہوں پر لوگوں کے سامنے آپ لوگوں کی اس خوبی کی تعریف کی ہے۔

ابھی بھی الحمد للہ! مسلسل سات ملکوں کے سفر سے آپ کے یہاں آ رہا ہوں اور اب تو جو آپ کے بیچ میں بیانات ہوتے ہیں، وہ کتاب میں چھپ رہے ہیں، اِس سال الحمد للہ! اس کا چوتھا اور پانچواں حصہ چھپ گیا، تو کتاب میں بھی آپ کے بارے میں لکھ دیا ہے، ساری دنیا کے مرد اور عورت سب پڑھتے ہیں کہ ماشاء اللہ! ملاوی کی ہماری مسلمان دینی بہنیں سننے میں بھی آگے ہیں اور عمل میں بھی آگے ہیں، بہت شوق سے سنتی بھی ہیں اور عمل بھی کرتی ہیں، میں آپ سے یہی امید کرتا ہوں کہ آئندہ بھی آپ لوگوں

کا یہی جذبہ باقی رہے گا کہ جو بات سنیں گے اس پر عمل کریں گے اور دوسروں کو یہ بات پہنچائیں گے، خاص طور پر پورے اخلاص، شوق و رغبت، دھیان اور توجہ کے ساتھ ہر مجلس میں بات سنیں گے۔

ایک بات اور آپ کو کہہ دوں کہ: جب یہاں پر آئیں تو وضو کر کے آئیں گے تو اشراق، چاشت کی نماز بھی پڑھ کر آئیں، وضو کر کے کم سے کم دو رکعت نماز پڑھ لو اور نماز پڑھ کر مجلس میں آیا کرو، چار پڑھ لو تو زیادہ اچھا ہے، جن کا بھی نماز کا سلسلہ جاری ہے وہ ضرور دو رکعت نماز پڑھ کر آئیں، جن کو عذر ہے ان کے لیے کوئی بات نہیں، یہ چیز ان شاء اللہ تعالیٰ! ہمارے لیے خیر و برکت اور رحمت کا ذریعہ بنے گی۔

اولاد کے لیے بہترین تحفہ

ہر ماں باپ اپنی اولاد کو اچھے سے اچھا تحفہ ہدیہ دینا چاہتے ہیں؛ لیکن حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ باپ کا بچے کو عمدہ اور اچھے آداب سکھانا بہترین تحفہ ہے؛ کیوں کہ اچھے اخلاق اور آداب سے بچوں کی دنیا اور آخرت دونوں بن جاتے ہیں؛ اس لیے آپ یہاں سے اچھی بات سیکھ کر جاؤ اور اپنی اولاد کو سکھاؤ، آپ کی طرف سے بہت عمدہ تحفہ ہوگا۔

بچوں کی تعلیم و تربیت والدین پر ضروری ہے

ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر یہ شکایت کی کہ میرا بیٹا میری بات نہیں مانتا اور نہ ہی میرے حقوق ادا کرتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے لڑکے کو بلایا اور اس کو باپ کی نافرمانی اور اس کے حقوق ادا نہ کرنے پر تنبیہ کی تو اس لڑکے نے سوال

کیا کہ: اے امیر المؤمنین! کیا اولاد کا باپ پر کوئی حق نہیں؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں! بالکل ہے۔

اس نے پوچھا کہ: وہ حقوق کیا ہیں؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: باپ پر اولاد کا یہ حق ہے کہ: وہ ان کے لیے اچھی ماں کا انتخاب کرے (یعنی نیک عورت سے شادی کرے؛ تاکہ اولاد اس کی زیرِ تربیت رہ کر نیک بنے) ان کا نام اچھا رکھے اور ان کو قرآن کی تعلیم دے۔

اس لڑکے نے کہا کہ: میرے ابا نے ان میں سے ایک بھی حق ادا نہیں کیا، جہاں تک ماں کا سوال ہے تو انھوں نے ایک مجوسی کی حبشی باندی سے شادی کر رکھی ہے، پھر میرا نام بھی جُعل (گندگی کا کیڑا/ بدشکل آدمی) رکھ دیا ہے اور مجھے قرآن کا ایک حرف بھی نہیں سکھایا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: تم حقوق ادا نہ کرنے کے سلسلے میں اپنے بیٹے کی شکایت کرتے ہو؛ حالاں کہ تم نے اس سے پہلے خود اس کا حق ادا نہیں کیا ہے، اس کے برا سلوک کرنے سے پہلے تم نے خود اس کے ساتھ برا سلوک کیا ہے۔ (التفاعل التربوی: ۱/۳)

عورتوں میں تعلیم کا اہتمام

آپ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کی تعلیم کا خصوصی اہتمام فرماتے تھے، ایک مرتبہ عید کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو وعظ و نصیحت فرمائی، اس موقع پر کچھ عورتیں بھی تھیں، جو مردوں سے پیچھے تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو محسوس ہوا کہ میری آواز عورتوں تک نہیں پہنچ رہی ہے،

تو آپ ﷺ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکلے اور ان عورتوں کے قریب گئے اور ان کو بھی وعظ و نصیحت فرمائی اور صدقہ کرنے کی ترغیب دی۔ (بخاری شریف ص: ۹۸ عن ابن عباس)

مستورات میں بیان کے متعلق حضور ﷺ کا عمل مبارک

حضور ﷺ کے زمانے میں خود عورتوں کے اندر بھی دین کی باتیں سیکھنے کا بہت شوق اور جذبہ تھا، بخاری شریف کی روایت ہے کہ ایک خاتون حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی: یارسول اللہ! مرد حضرات دین کی باتیں سیکھنے میں آگے بڑھ گئے (کیوں کہ وہ تو ہر وقت آپ کی خدمت میں حاضر رہتے ہیں اور دین کی باتیں سیکھتے ہیں؛ لیکن ہم عورتوں کو تو ایسا موقع نہیں ملتا) اس لیے ہمارے لیے بھی کوئی ایک دن مقرر کر دیجیے جس میں ہم آپ کے پاس آئیں اور آپ ہمیں وہ باتیں سکھائیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتائی ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: تم لوگ فلاں دن فلاں جگہ آ جایا کرو، چنانچہ عورتیں ایک جگہ جمع ہو جاتی تھیں اور آپ ﷺ ان کے پاس جا کر ان کو وہ باتیں بتاتے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتائی تھی۔ (بخاری: ۷۲۱۰ عن ابی سعید رضی اللہ عنہ)

اس لیے ہماری دینی بہنوں کے لیے یہ جو مجالس کی جاتی ہیں وہ نہایت اہم ہیں، اس کی برکت سے ان شاء اللہ! پورا معاشرہ اسلامی بنے گا اور اس کے اچھے اثرات عام ہوں گے۔

یہ علمِ دین کی مجالس ہیں

میری دینی بہنو! یہ مجالس جو آپ کے لیے قائم کی جاتی ہیں وہ دین اور علم

سکھانے کی مجلس ہے، جب آپ گھر سے نکلیں تو علم اور دین سیکھنے کی نیت ضرور کرلیں اس پر بہت بڑا ثواب ملے گا، علم کو حاصل کرنے کی فضیلتیں حدیث میں آئی ہیں وہ تمام آپ کو حاصل ہوں گی۔ حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ علم سیکھنے والوں کو فرشتے گھیر لیتے ہیں، اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں اور ان پر جمع ہوتے ہیں اور اتنے زیادہ جمع ہوجاتے ہیں کہ آسمان تک پہنچ جاتے ہیں۔ (طبرانی، رقم:٧٣٤٧)

علمِ دین کی مجلس میں آنے کے فوائد

فقیہ ابواللیثؒ فرماتے ہیں کہ: جو شخص کسی عالم کے پاس بیٹھتا ہے؛ مگر باتوں کو یاد رکھنے کی طاقت نہیں رکھتا وہ سات انعام کا مستحق ہوتا ہے:

① طالبِ علم کی فضیلت اسے حاصل ہوتی ہے۔

② جب تک عالم کے پاس بیٹھا رہے گا گناہوں سے محفوظ رہے گا۔

③ جب علم کی نیت سے گھر سے چلتا ہے اس پر خدا کی رحمت کا نزول شروع ہوجاتا ہے۔ ④ علمی حلقہ پر جو خصوصی رحمت اور سکینت نازل ہوتی ہے ان سے مالا مال ہوگا۔ ⑤ جب تک عالم کی بات سنتا رہے گا اس وقت تک عبادت کرنے والا شمار کیا جاوے گا۔ ⑥ بات سننے کے بعد سمجھ میں نہ آنے پر جو درد ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے نزدیکی کا ذریعہ بنے گا؛ کیوں کہ خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے: میں ٹوٹے ہوئے دلوں کے پاس ہوتا ہوں۔ ⑦ علما کی عزت کرنے کی طرف مائل ہوتا ہے اور ان کے پاس بیٹھنا پسند کرتا ہے۔

جب دین کی بات یاد نہ رہے تو اتنے سارے فوائد ہیں، تو جب یاد رکھے اور

عمل کرے اور دوسروں تک پہنچاوے تو کتنے فوائد ہوں گے۔

ملاوی کی عورتوں کا ایک مبارک عمل

پچھلے دو سال میں آپ لوگوں نے بہت اچھا عمل کیا: درود شریف اور کلمۂ طیبہ ''لا إله الا اللّٰه'' کا معمول بنایا، میں آپ سب دینی بہنو سے کہتا ہوں کہ آپ لوگ اپنے اس عمل کو مسلسل جاری رکھیں، جب اِس سال کے سفر کا آخری بیان ہوگا تو اس دن انشاء اللہ! آپ کی کارگزاری کاغذ پر لیں گے جیسے دو سال سے آپ کارگزاری دیتی ہیں، کم از کم ہماری ہر دینی بہن روزانہ ایک ہزار مرتبہ ''لا إله الا اللّٰه'' پڑھنے کی پابندی کر لیں، پہلے آپ کو حدیث سنائی تھی کہ رمضان میں کلمۂ طیبہ زیادہ پڑھنا چاہیے تو آپ اگر پچھلے پہلے عشرہ میں نہیں پڑھ سکیں، تو اب شروع کر دو اور پہلے عشرہ میں پڑھا ہے تو بہت اچھا، اور جن بہنوں نے گذشتہ سال ۷۰۰۰۰ رمرتبہ ''لا إله الا اللّٰه'' پڑھ لیا تھا، انھوں نے تو بہت اچھا کام کیا اور جن بہنوں نے ۷۰۰۰۰ رمرتبہ ''لا إله الا اللّٰه'' ابھی تک نہیں پڑھا، ان بہنوں سے میں درخواست کرتا ہوں کہ تھوڑا تھوڑا کر کے وہ بھی اپنی آخرت کے لیے ۷۰۰۰۰ رمرتبہ ''لا إله الا اللّٰه'' کا کلمہ پڑھ لیں، ہم اپنے مرحوموں کے لیے پڑھتے ہیں؛ خود اپنے لیے بھی پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے یہاں جمع کرا دیں۔

کم سے کم ۳۰۰ رمرتبہ درود پڑھنا چاہیے

دوسری درخواست یہ ہے کہ ماشاء اللہ! درود شریف کا بہت مبارک سلسلہ شروع ہوا تھا تو کم سے کم روزانہ ۳۰۰ رمرتبہ آپ لوگ درود شریف ضرور پڑلیں اور زیادہ پڑھ

لوتو بہت اچھی بات ہے؛ لیکن کم سے کم ۳۰۰ مرتبہ درود شریف پڑھنے کی عادت بنالیں اور جن بہنوں نے اس کی عادت بنالی ان بہنوں کے عمل کو اللہ تعالیٰ قبول کرے ایسی ہم دعا کرتے ہیں، اب اس سال ایک نیا عمل کرنا ہے جو آج کی اس پہلی مجلس میں بتلا دیتا ہوں، پھر آئندہ کل سے ان شاء اللہ! الگ الگ مضمون پر بیان کریں گے۔

عورتوں کے لیے ایک عجیب حدیث

اِس عمل کو بیان کرنے سے پہلے ایک حدیث۔ جو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فضائلِ اعمال میں نقل فرمائی ہیں۔ سناتا ہوں، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا ایک مرتبہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے پاس آئیں، بہت ساری عورتوں نے مل کر ان کو نبیٔ کریم ﷺ کے پاس بھیجا تھا، ان کا ایک سوال تھا۔

اِس سے یہ بات سمجھ میں آئی کہ اگر کوئی دینی سوال ہو تو اس کو پوچھ لینا چاہیے اور ماشاء اللہ! آپ کا یہ جذبہ بھی بہت اچھا ہے کہ دینی سوالات بھی الحمد للہ! آپ لوگ بہت اچھے کرتی ہیں اور اس کے مطابق آپ کا عمل بھی ہوتا ہے۔

حضرت اسما بنت یزید انصاریہ رضی اللہ عنہا حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے پاس آئیں، اور کہا کہ: اللہ تعالیٰ نے آپ کو مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے نبی بنا کر بھیجا ہے، ہم عورتیں آپ ﷺ پر اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتی ہیں۔

الحمد للہ یہ دونوں نعمتیں میرے اور آپ کے پاس ہیں کہ ہمارا ایمان حضرت نبیٔ کریم ﷺ پر ہے اور اللہ تعالیٰ پر بھی ہے۔

اس کے بعد حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا کہ: ہم عورتیں گھروں میں رہتی ہیں،

پردے میں رہتی ہیں، مردوں کی خواہش ہم سے پوری کی جاتی ہیں، ہم مردوں کی اولاد کو پیٹ میں اٹھائے رہتی ہیں ، ان سب باتوں کے باوجود مرد بہت سے ثواب کے کاموں میں ہم سے آگے رہتے ہیں:

مرد جمعہ کی نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں جاتے ہیں، جماعت کے ساتھ پانچ وقت کی نماز پڑھتے ہیں تو ستائیس گنا ثواب ملتا ہے۔

مرد لوگ بیمار کی خبر پوچھنے کے لیے بھی جاتے ہیں اور بیمار کی خبر پوچھنا بھی بہت بڑا ثواب ہے۔ مرد لوگ جنازے کی نماز میں بھی جاتے ہیں اور جنازے کی نماز میں جانا بھی بہت بڑا ثواب ہے۔ مرد لوگ جہاد میں جاتے ہیں اور مرد کے سفر میں جانے کے بعد ہم ان کے مال اور اولاد کی حفاظت کرتے ہیں۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا یہ کہنا چاہتی تھیں کہ: ہم عورتوں کو گھروں میں رہنے کی وجہ سے یہ سب ثواب اور نیکیاں نہیں ملتی ہیں ، جماعت کی نماز کا ثواب نہیں ملتا اور جمعہ کا ثواب نہیں ملتا، جنازے کی نماز کا ثواب نہیں ملتا، جہاد کا ثواب نہیں ملتا۔

جب ان کا سوال پورا ہوا تو روایت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ اِس سوال سے بہت خوش ہوئے اور خوش ہو کر آپ نے ارشاد فرمایا: کیا تم نے اسماء سے بہتر دین کے بارے میں کوئی سوال کرنے والی سنی؟

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم کو گمان بھی نہ تھا کہ عورت بھی ایسا سوال کرسکتی ہے۔

حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اسماء! تم بھی سنو اور جن عورتوں نے تم کو میرے پاس بھیجا ہے، ان سب عورتوں کو بھی سنا دو، سب کو بتلا دو

کہ: جوعورت اپنے شوہر کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے اور اپنے شوہر کو خوش رکھے تو اللہ تعالیٰ اس کو گھر میں بیٹھے بیٹھے ان تمام چیزوں کا ثواب عطا فرما دیں گے۔

کتنی بڑی بات ہے میری بہنو! کہ گھر میں بیٹھے بیٹھے جماعت کی نماز کا ثواب، جمعہ کا ثواب، جنازے کا ثواب، تمام نیکیاں جو مرد باہر جا کر کماتے ہیں اللہ تعالیٰ وہ تمام نیکیاں اور ثواب ہماری بہنوں کو گھروں میں عطا فرما دیتے ہیں، بس اتنی بات ہے کہ وہ اپنے شوہر کے ساتھ اچھے طریقے سے رہیں، ان کو خوش رکھیں۔

شوہر کو خوش رکھنے کا مطلب

میں پہلے آپ کو بتلا چکا ہوں کہ شوہر کو خوش رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ شریعت اور دین کے خلاف کوئی بات نہیں ہونی چاہیے، دین اور شریعت کی حد میں رہ کر ہم اپنے شوہر کو خوش رکھیں، اللہ تعالیٰ گھر بیٹھے بیٹھے ان تمام عبادت کا ثواب عطا فرما دیں گے۔

کس عورت کے لیے بربادی ہے؟

ایک حدیث میں آیا کہ: جس عورت سے اس کا شوہر ناراض ہو اور ایسی حالت میں وہ دنیا سے چلی گئی، موت آ گئی تو اس عورت کے لیے بڑی بربادی ہے؛ یعنی حدیث میں ایسا آیا کہ جس عورت سے اس کا شوہر راضی ہے اور وہ موت پاوے تو وہ عورت جنتی ہے، کتنی بڑی نعمت ہے اور جو عورت اپنے شوہر کی نافرمانی کرتی ہے اس عورت کی نماز اس کے سر کے اوپر بھی نہیں جاتی؛ اس لیے میری دینی بہنو! آپ کے لیے ثواب کمانے اور اپنی نماز قبول کرانے کا بہترین ذریعہ یہ ہے کہ آپ اپنے گھر میں اچھے طریقے سے رہو، نماز، روزہ، زکوۃ یعنی فرائض اور واجبات ادا کرتی رہو، اور اپنے شوہروں کے ساتھ

اچھا برتاؤ کرتی رہو تو ان شاء اللہ تعالیٰ! اللہ تعالیٰ باہر کی سب نیکی آپ کو گھر میں بیٹھے بیٹھے عطا فرما دیں گے۔

آپ ﷺ کا ایک خواب

دوسری ایک حدیث سنو! حضرت نبی کریم ﷺ نے ایک بہت لمبا خواب دیکھا: کہ کچھ مرد اور کچھ عورتیں ایسی ہیں کہ اللہ کے فرشتے ان کو عذاب دے رہے ہیں، بڑے بڑے پتھر لا کر ان کے سر پر مارتے ہیں، جس کی وجہ سے ان کے سر کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے ہیں، وہ پتھر بہت دور جا کر گرتا ہے، پھر وہ فرشتہ جو عذاب دیتا ہے وہ پتھر اٹھا کر لاتا ہے اتنے میں اس کا سر پھر سے اچھا ہو جاتا ہے، پھر پتھر اٹھا کر زور سے مارتا ہے اور اس کے سر کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے ہیں۔

میری بہنو! آج سر میں ذرا سا زخم ہو جائے تو کتنی تکلیف ہوتی ہے؟ بتاؤ! ایک بڑا بھاری پتھر کوئی سر پر مارے تو اس کی وجہ سے کتنی تکلیف ہوگی؟ اللہ ہماری حفاظت فرمائے اور وہ بھی لگا تار سزا جاری کہ پتھر مارتے جا رہے ہیں اور سر پھوٹ جاتا ہے، پھر پتھر مارے پھر سر پھوٹے، پتھر مارے سر پھوٹے مسلسل عذاب جاری رہتا ہے۔

حضرت نبی کریم ﷺ کے ساتھ خواب میں دو فرشتے تھے، آپ ﷺ نے ان فرشتوں سے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟

فرشتوں نے بتلایا: یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں نماز چھوڑ کر سو جاتے تھے، اور جنھوں نے قرآن پڑھا تھا، پھر چھوڑ دیا تھا؛ یعنی نماز چھوڑ کر سستی میں سو جانا اور قرآن پہلے بچپن میں سیکھا تھا پھر چھوڑ دیا، یہ دو اتنے خطرناک گناہ ہیں کہ آخرت میں قیامت

سے پہلے برزخ کی زندگی میں لگاتار اللہ تعالیٰ کے فرشتے اس کے سر پر پتھر ماریں گے، اس کا سر پھوڑ دیں گے، ایسی سزا جاری رہے گی۔

قرآن پڑھنا نہ چھوڑے

میری دینی بہنو! ہم نے بچپن میں قرآن پڑھا تھا اور پھر ہم لوگ قرآن پڑھنا چھوڑ دیتے ہیں؛ اس لیے میں آپ سب سے کہوں گا کہ: ہم قرآن پڑھنا نہ چھوڑیں، رمضان میں تو ہم روزانہ قرآنِ مجید کی تلاوت کریں، زیادہ سے زیادہ قرآن پڑھیں۔

قرآنِ مجید کی تلاوت

میں پہلے آپ کو قصہ سنا چکا ہوں کہ حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے گھر کی عورتوں کی بات فضائلِ اعمال میں لکھی ہے کہ روزانہ ہمارے گھر کی عورتیں قرآن کے ۱۵-۱۷ پارے پڑھتی ہیں تو میں آپ سے بھی کہتا ہوں کہ زیادہ قرآن پڑھو، خوب قرآن کی تلاوت کرو، روزانہ جس بہن سے ہو سکے ۱۰ پارے، ۵ پارے، کم سے کم ۳ پارے پڑھنے کی ہمت کریں، تو ان شاء اللہ! بہت آسان ہے، آج سے آپ یہ نیت کر کے سلسلہ شروع کریں، یہ بہت بڑی نعمت ہے، اللہ تعالیٰ اس کی پابندی مجھے اور آپ کو نصیب فرمائیں، اور ان شاء اللہ! اِس سفر کے آخری بیان کے دن آپ کی وہ کارگزاری سنیں گے کہ آپ نے کتنے پارے قرآنِ مجید کے پڑھے۔

ساتھ میں یہ بھی کہوں گا کہ: ابھی نیت کرلو کہ رمضان کے بعد بھی پورا سال قرآن پڑھیں گے، روز ایک پارہ، ایک پارہ نہیں پڑھ سکے تو آدھا پارہ، آدھا پارہ نہیں پڑھ سکے تو پاؤں پارہ؛ لیکن تھوڑا تھوڑا قرآنِ مجید پابندی کے ساتھ روزانہ پڑھنے کی

نیت کرلو، اور وہ بھی آپ کارگزاری میں لکھیں گے کہ میں نے رمضان کے بعد پورا سال ایک پارہ، آدھا پارہ، پاؤں پارہ پڑھنے کی نیت کی ہے۔

شیطان کے دو کام

دوسری چیز نماز کی پابندی، ایک کتاب میں عجیب مضمون لکھا ہے کہ پہلے زمانے میں شیطان آنکھ سے نظر آتے تھے، ایک مرتبہ کسی کو شیطان نظر آیا تو اس نے شیطان سے پوچھا کہ: بتلاؤ! اگر تمھارے جیسا بننا ہو تو کیا کریں؟

شیطان نے جواب دیا کہ: دو کام کرو تو تم میرے جیسے بن جاؤ گے: ایک کام یہ کہ تم نماز میں سستی کرو، جو نماز میں سستی کرے وہ شیطان جیسا بن جاتا ہے۔ اور یہ منافق کی نشانی ہے، قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَی الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى.

نماز پڑھے تو سستی کے ساتھ پڑھے یہ منافق کی نشانی ہے اور نماز میں سستی کرنا یہ شیطان جیسا بننے کا طریقہ ہے۔

دوسری چیز قسم کھانے میں پرواہ نہ کرے، جھوٹی سچی جیسی منہ پر آئی ویسی قسم کھاتے رہے؛ اس لیے میری دینی بہنو! بے کار قسم سے اپنے آپ کو بچاؤ اور نماز پڑھنے میں سستی مت کرو۔

مال اور گھر برباد

ایک حدیث میں آیا ہے کہ: جس کی نماز چھوٹ گئی تو اتنا بڑا نقصان ہوا کہ اس کا مال اور اس کے گھر والے سب برباد ہو گئے۔

میری دینی بہنو! ہمارے گھر میں مال کی چوری ہو جائے، کوئی دشمن آ کر مال لوٹ جائے، ہم کو کتنی تکلیف ہوتی ہے؛ لیکن نماز چھوٹ جاتی ہے تو ہم کو تکلیف نہیں ہوتی، اللہ تعالیٰ سب کے بچوں کو، سب گھر والوں کو سلامت رکھے؛ لیکن اگر کسی کے گھر میں بچے کا انتقال ہو جائے، بیٹی کا انتقال ہو جائے، شوہر کا انتقال ہو جائے تو آدمی کتنا روتا ہے، کتنا پریشان ہوتا ہے؛ لیکن نماز چھوٹنے پر ہم کو غم نہیں ہوتا!۔

حدیث میں حضرت نبیٔ کریم ﷺ فرماتے ہیں: جس کی (فرض) نماز چھوٹ گئی تو اس کا اتنا بڑا نقصان ہوا جیسے کہ اس کے گھر والے اور اس کا مال سب لوٹ گیا، سب برباد ہو گیا، سب ختم ہو گیا؛ اسی لیے نماز کے بارے میں چوکس رہو، نماز کے بارے میں غفلت مت برتو، اسی سے میں آپ کو اس سال ایک خاص کام سونپنا چاہتا ہوں، اللہ تعالیٰ آپ سب کے لیے اس کو آسان فرمائے، وہ کام قضا نماز کی ترتیب ہے۔

قضا نمازوں کو ادا کرنے کی ترتیب

دیکھو! بالغ ہوتے ہی نماز کا پڑھنا فرض ہو جاتا ہے اور بالغ ہونے کے بعد جو نماز بھی چھوٹ گئی، قضا ہوگئی، وہ نماز اللہ تعالیٰ کے یہاں معاف نہیں ہوتی ہے، اس نماز کو قضا کرنا ضروری ہوتا ہے؛ اس لیے میں آپ تمام بہنوں سے کہوں گا کہ آج گھر جا کر کاغذ پر اپنی نماز کا حساب کرو کہ میری بالغ ہونے کے بعد کتنی نمازیں قضا ہوگئیں؟

اس کا ایک اندازہ نکالو، میں آپ کو اس کا آسان ایک طریقہ بتلاتا ہوں ، ہماری ایک بہن بالغ ہوئے پانچ سال ہو گئے، تو اسلامک حساب سے ایک سال میں ۳۵۴ یا ۳۵۵ دن ہوتے ہیں، اور روزانہ ہمارے لیے چھ نمازیں ہیں: پانچ فرض اور

چھٹی وتر، صرف فرض ۔فرض اور وتر اتنی نماز کا حساب کرنا ہے، اب اس میں ہم کو یہ دیکھنا ہے کہ سال میں رمضان کا مہینہ آتا تھا تو ماشاء اللہ! رمضان میں ہم پابندی سے نماز پڑھتے ہیں تو ۳۰/ دن ایک مہینہ کے اس کو حساب سے نکال دو، پھر ہم جمعہ کی نماز پابندی سے پڑھتے ہیں تو ایک ہفتہ میں ایک جمعہ اور ایک سال میں ۵۵/ جمعہ آتے ہیں، اس کو بھی الگ کر دو اور کچھ نمازیں ایسی ہوتی ہیں جس کو ہم نے یقیناً پابندی سے پڑھی ہیں، بعض بہنیں عصر کی نماز پابندی سے پڑھتی ہیں، بعض مغرب کی نماز پابندی سے پڑھتی ہیں تو جو جو نماز بھی ہم پابندی سے پڑھتے ہیں وہ بھی نکال دو اور پھر جب سے ہم نے نماز کی پابندی شروع کر دی وہ بھی حساب میں سے نکال دو۔

جیسے بالغ ہونے کے پانچ سال ہوئے اور دو سال غفلت میں تھے اور تین سال پابندی کے تھے تو تین سال حساب سے نکال دو، اس طرح ایک اندازہ تیار کرو کہ میری فجر کی نماز اتنی باقی، ظہر اتنی باقی، عصر اتنی باقی، مغرب اتنی باقی، عشا اتنی باقی، وتر اتنی باقی اور حساب نکالنے میں کوئی تکلیف ہو تو لکھ کر مجھے پوچھ لو میں ان شاء اللہ! تمھارا حساب تیار کر کے نکال دوں گا، پھر وہ حساب کا مجموعی اندازہ کر کے آئندہ کل رمضان کے مبارک مہینہ سے آپ لوگ نماز کی قضا کرنا شروع کر دو۔

جب تک فرض نماز باقی ہو نفل نہیں پڑھنا چاہیے

جب تک نماز قضا باقی ہو وہاں تک نفل کے بجائے قضا پڑھو، میں بہت اہمیت سے آپ کو مسئلہ بتلا رہا ہوں کہ جب جب بھی آپ کو وقت ملے، آپ قضا نماز پڑھو۔ دو قضا، تین قضا، چار قضا، پانچ قضا صرف فرض ۔فرض، وتر ۔وتر اور اس کو کاغذ میں نوٹ

کرتے رہو۔ اور نیت کرو کہ میری آخری ظہر کی نماز کی قضا یا آخری عصر کی قضا یا اس طرح نیت کرو کہ میری پہلی ظہر کی نماز کی قضا، میری پہلی عصر کی نماز کی قضا، میری پہلی مغرب کی نماز کی قضا، ایسی نیت کر کے قضا نماز شروع کرو۔

ہماری بہت سی بہنیں وہ ہوں گی جن کی الحمد للہ! ایک بھی قضا نہیں ہوگی، جن بہنوں کی تھوڑی سی قضا ہو تو وہ بہنیں بہت جلدی اپنی قضا نمازوں کو پوری کر دیں گی اور جن کی قضا زیادہ ہیں وہ ہمت نہ ہاریں، محنت کریں، دعا کریں، لگاتار کوشش کریں اور دھیمے دھیمے کر کے اپنی تمام نمازوں کی قضا کرلیں۔

یہ قضا نماز کا حساب پورا کرنا بہت ضروری ہے، میں آپ کو بتلاؤں اگر کسی کے ذمے قضا نماز باقی رہ جاوے اور وہ پڑھ نہ سکے، بیمار ہوگئی، بوڑھی ہوگئی، کمزور ہوگئی اور اب وہ قضا نماز نہیں پڑھ سکتی تو اس کے لیے وصیت کرنا، یا فدیہ نکالنا، شریعت کے قانون میں ضروری ہے۔ آپ اندازہ لگاؤ کہ وصیت کرنا، فدیہ نکالنا، نماز کا یہ ضروری تو پھر قضا نماز کا پڑھنا ہمارے لیے کتنا ضروری ہوگا؟

حیض کی نمازیں

آپ کے لیے تو بہت آسانی ہے؛ اس لیے کہ ہر مہینہ میں ۱۰/دن، ۸/دن، ۷/دن ایسے بھی چھٹی کے ہوتے ہیں، ان کی تو قضا کرنی نہیں ہے، بہت آسان حساب ہے، مہینہ کے ۲۰/دن، ۲۲/دن، ۲۳/دن اس کا حساب نکالنا ہے، بڑی آسانی اور سہولت ہے، آج اس پہلی مجلس میں میں نے آپ کو چند کام بتلائے ہیں:

پہلا کام: کلمۂ طیبہ ''لا إله الا اللّٰہ'' جن کا 70000 مرتبہ پورا نہیں ہوا تھا، وہ

پورا کرلیں اور جن کا خود کے لیے پورا ہوگیا تھا وہ روزانہ ایک ہزار مرتبہ کم سے کم پڑھے، اور دوسرے قریبی رشتہ داروں کے لیے یہ نصاب پڑھ کر ایصال ثواب کی کوشش کریں۔

دوسرا کام: روزانہ ۳۰۰/مرتبہ درودِ پاک پڑھیں۔

تیسرا کام: قرآنِ شریف کی تلاوت، روزانہ ۱۰ پارے، ۵ پارے، کم سے کم ۳ پارے کی نیت کر کے آپ لوگ اٹھیں۔

چوتھا: قضا نمازوں کی آپ ترتیب بنالیں اور جب تک قضا نماز باقی ہیں وہاں تک ابھی پوری توجہ سے قضا نماز پڑھو، اور جلدی اپنی قضا نماز کا حساب پورا کرلو۔

اور اسی کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ہم دعا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمارے اس جمع ہونے کو قبول فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ نے زندگی میں ایک اور موقع عطا فرمایا کہ میں اتنا لمبا سفر کر کے آپ کے یہاں آیا، دین کی بات سکھائی، آپ لوگ جمع ہوئے، اللہ ہمارے اس ملنے کو، جمع ہونے کو قبول فرمائے، اپنی خوشنودی کا ذریعہ بنائے اور آئندہ بھی جتنی مجلس ہو اللہ تعالیٰ تمام مجلس کو برکت والی، رحمت والی، نورانی بنادے اور اللہ تعالیٰ آپ کے لیے اور پوری دنیا کی مسلمان عورتوں کے لیے، مردوں کے لیے ان مجلسوں کو فائدے کا، رحمت کا، برکت کا ذریعہ بنادیں۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

دنیا کی سب سے پہلی خاتون

ماں حوّا رضی اللہ تعالیٰ عنہا

(پہلی قسط)

مختصر تعارف

نام: حواء۔

وجہ تسمیہ: (۱) وہ تمام حیی (زندہ انسانوں) کی ماں ہیں۔(از جلالین، سورۂ بقرہ)

(۲) یا ایک زندہ آدمی سے پیدا کی گئیں۔

جائے پیدائش: جنت۔ایک روایت میں جنت میں داخل ہونے سے پہلے ہی پیدا کی گئیں۔اور دوسری روایت میں ہے کہ جنت میں داخل ہونے کے بعد پیدا کی گئیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کی دائیں پسلی سے پیدا کی گئیں۔

نکاح: جنت میں حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ ہوا۔آپ کے نکاح کا مہر ۳ یا ۲۱ مرتبہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا طے کیا گیا۔(تفسیر صاوی:۱/ ۶۳)

اولاد: ۲۰ یا ۴۰ مرتبہ حاملہ ہوئیں اور ہر مرتبہ میں مذکر اور مؤنث دونوں اولاد ہوتی تھیں، ابن عساکر کی روایت کے مطابق حضرت حواء کے کل ۴۰ بچے تھے، ۲۰ نرینہ اور ۲۰ لڑکیاں۔

مدفن: سعودی عرب کے جدہ شہر کے وسط میں ایک مقبرہ ہے، جسے ''مَقْبَرَۃُ اُمِّنَا حَوَّاء'' کہا جاتا ہے، یہیں آپ کا مدفن ہے۔اس شہر کا نام جدہ رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت حوا کو جنت سے اس جگہ اتارا گیا اور چونکہ جدہ کے معنی دادی کے ہیں، اور آپ تمام انسانیت کی دادی ہوتی ہے۔اور سیدنا حضرت آدم علی نبینا وعلیہ السلام کو سری لنکا میں اتارا گیا۔اور ان دونوں کی ملاقات عرفات کے میدان میں ہوئی۔عرفات عرف سے بنا ہے جس کا معنی ہے پہچاننا؛ چونکہ دونوں کی ملاقات یا پہچان دنیا میں اترنے کے بعد اسی جگہ ہوئی اس لیے اسے عرفات کہا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِاَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا،مَنْ یَّھدِہِ اللّٰہُ فَلَامُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھدُ اَنْ لَّااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ شَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ،صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَ اَھلِ بَیْتِہٖ وَاَھلِ طَاعَتِہٖ، وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

وَقُلْنَا یٰۤاٰدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّۃَ وَکُلَا مِنْھَا رَغَدًا حَیْثُ
شِئْتُمَا ۪ وَلَا تَقْرَبَا ھٰذِہِ الشَّجَرَۃَ فَتَکُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝۳۵ فَاَزَلَّھُمَا الشَّیْطٰنُ
عَنْھَا فَاَخْرَجَھُمَا مِمَّا کَانَا فِیْہِ ۪ وَقُلْنَا اھْبِطُوْا بَعْضُکُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ
وَلَکُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ ۝۳۶ فَتَلَقّٰۤی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّہٖ کَلِمٰتٍ
فَتَابَ عَلَیْہِ ؕ اِنَّہٗ ھُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ۝۳۷ قُلْنَا اھْبِطُوْا مِنْھَا جَمِیْعًا ۚ فَاِمَّا
یَاْتِیَنَّکُمْ مِّنِّیْ ھُدًی فَمَنْ تَبِعَ ھُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝۳۸
وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَکَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَاۤ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ ۝۳۹

ترجمہ:اور ہم نے کہا:اے آدم!تم اور تمھاری بیوی جنت میں رہواورتم دونوں اس(جنت) میں سے(جو چاہو) جہاں سے چاہوخوب جی بھر کرکھاؤاور(اے آدم و حوا!) تم دونوں اس خاص درخت کے قریب مت جانا ورنہ تم دونوں نقصان اٹھانے

والوں میں سے ہو جاؤ گے (۳۵) ان دونوں (آدم اور حوا) کو شیطان نے اس (درخت) کی وجہ سے پھسلا دیا، سو وہ دونوں (آدم و حوا) اس (جنت) میں (عزت و راحت سے) جس مزے میں رہتے تھے اس سے اس (شیطان) نے ان دونوں کو نکال دیا اور ہم نے حکم دیا کہ تم سب (آدم، حوا اور شیطان نیچے دنیا میں) اتر جاؤ، تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن بن کر رہو گے اور تمھارے لیے زمین میں ایک مدت (قیامت) تک کے لیے ٹھہرنا اور فائدہ اٹھانا (طے کر دیا گیا) ہے (۳۶) پھر آدم نے (پورے شوق کے ساتھ) اپنے رب سے (توبہ کے) چند کلمات سیکھ لیے (سو آدم نے ان کلمات کے ذریعہ سے توبہ کی) تو اس (اللہ تعالیٰ) نے ان کی توبہ قبول کر لی، یقیناً وہی (اللہ) بہت بڑے توبہ قبول کرنے والے، بہت مہربان ہیں (۳۷) ہم نے حکم دیا کہ تم سب (جنت سے) نیچے (دنیا میں) اتر جاؤ، سو میری طرف سے تمھارے پاس جو ہدایت آوے تو جو بھی میری (بھیجی ہوئی) ہدایت پر چلے گا تو ان پر کوئی خوف نہیں ہوگا اور وہ غمگین (بھی) نہیں ہوں گے (۳۸) اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہی لوگ آگ میں جانے والے ہیں، اس (آگ) میں وہ لوگ ہمیشہ رہیں گے (۳۹)۔

یہ سورۂ بقرہ جو قرآن میں دوسرے نمبر کی سورت ہے جس کو ہم ''الم'' کی سورت کہتے ہیں، اس کی آیت نمبر ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸ ہے۔

نیک خواہش

میری دینی بہنو! ایک نیت کی ہے، آپ بھی دعا کریں، میں بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ اس نیت کو اپنے فضل سے پورا فرمائے اور پوری دنیا کی قیامت

تک آنے والی تمام مسلمان بہنوں اور تمام مسلمان بھائیوں کے لیے اللہ تعالیٰ اس کو فائدے کا ذریعہ بنائے، آمین۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں بہت ساری عورتوں کے قصے بیان فرمائے ہیں تو ابھی یہ نیت کی ہے کہ قرآن میں جتنی بھی عورتوں کے قصے آئے ہیں وہ تمام قصے میں آپ کو ایک کے بعد ایک سناؤں۔

اور جب قرآن کے قصے پورے ہو جائیں گے تب ان شاء اللہ! حدیثِ پاک میں آئے ہوئے عورتوں کے قصے آپ کو سنائیں گے۔

دنیا کی سب سے پہلی خاتون

یہ قصہ جو آج ہم شروع کر رہے ہیں وہ ایک ایسی عورت کا قصہ ہے:

جو اس دنیا میں انسانوں میں سب سے پہلی عورت ہے۔ تمام عورتوں کی ماں ہیں۔ ایک مرد کے سوا تمام مردوں کی ماں ہیں۔ ایک انسان کے سوا تمام انسانوں کی ماں ہے۔ ان کا پیارا نام ''حضرت حوّا رضی اللہ عنہا'' ہے۔

یہ وہ خوش نصیب عورت ہیں جن کی پیدائش آسمانوں پر ہوئی، باقی تمام عورتوں کی پیدائش زمین پر ہوئی اور قیامت تک ہوتی رہے گی۔

بعض تفسیر کی روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ ماں حوا رضی اللہ عنہا کی پیدائش جنت میں ہوئی اور بعض روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ جنت کے باہر کسی جگہ پر آسمانوں میں ان کی پیدائش ہوئی۔

ماں حوا رضی اللہ عنہا وہ خوش نصیب عورت ہیں کہ ان کی پیدائش میں کوئی عورت نہیں

ہے۔ دنیا میں یہ ہوتا ہے کہ کسی عورت سے دوسری لڑکی یا دوسرا لڑکا پیدا ہوتا ہے؛ لیکن ماں حوا رضی اللہ عنہا وہ عورت ہیں کہ بغیر کسی عورت کے اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک مرد سے پیدا فرمایا، اور وہ مرد حضرت آدم علیہ السلام ہیں، جو ان کے شوہر (husband) ہیں۔

سب سے پہلے انسان اور نبی

حضرت آدم علیہ السلام پہلے انسان اور پہلے نبی ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جمعہ کے دن پیدا فرمایا، جمعہ کے دن جنت میں داخل فرمایا اور جمعہ ہی کے دن جنت سے روانہ کر کے دنیا میں بھیجا۔

یہ جسدی اور جسمانی اعتبار سے روایت ہے، ورنہ عالمِ ارواح کے اعتبار سے اول ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی بھی ہیں اور رسول بھی ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کا شرف

حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ہاتھوں سے پیدا فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے ان میں اپنی روح پھونکی، قرآن میں ہے:

فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ﴿۲۹﴾ (الحجر)

سو جب میں اس (انسان) کو پوری طرح بنالوں اور اپنی جان اس میں پھونک دوں تو تم سب (فرشتے) اس (انسان) کے آگے سجدے میں گر جانا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے کے بعد میں نے خود آدم علیہ السلام میں اپنی روح پھونکی، یہ ان کے لیے بہت بڑی شرافت کی بات تھی۔

اور خود اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی اٰدَمَ۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات میں حضرت آدم علیہ السلام کو ایک خاص مقام عطا فرمایا، علمی اور روحانی کمالات عطا فرمائے، علمی کمال ظاہر کرنے کے لیے فرشتوں کو حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے سجدے کا حکم دیا، بہت ساری چیزوں کے نام اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو سکھائے جو فرشتے نہیں جانتے تھے۔

تفسیر کی ایک عجیب بات

میں آپ کو تفسیر کی ایک عجیب بات بتلاؤں، امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے ۔ جو بہت بڑے مفسر ہیں ۔ حضرت عبد اللہ ابن مسعود اور حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے کہ:

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت میں پیدا فرمایا، آپ جنت میں رہتے تھے، جنت میں ہر قسم کی نعمتیں تھیں: کھانا، پینا، مکان؛ لیکن حضرت آدم علیہ السلام کو جنت میں وحشت اور گھبراہٹ ہوتی تھی، اکیلا پن لگتا تھا؛ اس لیے کہ وہاں ان کا ساتھ دینے والا کوئی نہیں تھا، وہ اکیلا پن محسوس کرتے تھے۔

نیند نعمتوں سے محرومی کا سبب ہے

ایک مرتبہ حضرت آدم علیہ السلام سو گئے۔

یاد رکھنا دینی بہنو! حضرت آدم علیہ السلام جب جنت میں تھے تب انھوں نے سو لیا، نیند نکال لی، اب قیامت کے بعد جب دوسری مرتبہ اللہ تعالیٰ ہم کو جنت میں داخل کریں گے تب جنت میں سونا نہیں ملے گا، نیند نہیں ملے گی؛ اس لیے کہ جتنی دیر آدمی سوتا ہے اتنی دیر

نعمتوں سے محروم رہتا ہے؛ اس لیے جنت نیند کی جگہ نہیں ہے، قرآن میں ہے:

الَّذِیْٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا نَصَبٌ وَّلَا یَمَسُّنَا فِیْهَا لُغُوْبٌ۝۳۵ (الفاطر)

ترجمہ: جس (اللہ) نے ہم کو اپنے فضل سے ہمیشہ آباد رہنے کے گھر میں اتارا ہے جس میں ہم کو کوئی مشقت نہیں پہنچے گی اور اس میں کوئی تھکن بھی ہم کو نہیں لگے گی۔

جنت میں آدمی تھکے گا نہیں، جب تھکے گا نہیں تو نیند کی ضرورت بھی نہیں پڑے گی۔

حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا کی سب سے پہلی بات چیت

حضرت آدم علیہ السلام سو گئے، جب نیند سے بیدار ہوئے تو ان کے سر کے پاس ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ آدم علیہ السلام نے اس عورت سے پوچھا: تم کون ہو؟

تو وہ عورت کہنے لگی: میں ایک عورت ہوں۔

آدم علیہ السلام نے پوچھا: تم کو کیوں پیدا کیا گیا ہے؟

تو اس عورت نے جواب میں کہا کہ: مجھے اس لیے پیدا کیا گیا ہے؛ تا کہ تم مجھ سے راحت، سکون اور انس حاصل کرو۔

عورتوں کے لیے ایک اہم سبق

میری دینی بہنو! اس سے یہ سبق ملا کہ پہلی عورت جس کو اللہ تعالیٰ نے جنت میں پیدا کیا تھا وہ عورت خود اپنے شوہر کو بتلاتی ہے کہ عورت کو اللہ تعالیٰ نے اس لیے پیدا کیا؛ تا کہ شوہر کو راحت، سکون اور انس ملے۔

اس لیے اپنے شوہر کو راحت پہنچاؤ، انس پہنچاؤ، سکون پہنچاؤ۔

خود اللہ تعالیٰ نے قرآن کی ایک دوسری آیت میں ارشاد فرمایا:

وَمِنۡ اٰيٰتِهٖۤ اَنۡ خَلَقَ لَكُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ اَزۡوَاجًا لِّتَسۡكُنُوۡۤا اِلَيۡهَا وَجَعَلَ بَيۡنَكُمۡ مَّوَدَّةً وَّرَحۡمَةً ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يَّتَفَكَّرُوۡنَ ۝۲۱ (الروم)

ترجمہ: اور اس (اللہ تعالیٰ) کی قدرت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ تمھارے (فائدے کے) لیے تم ہی میں سے بیویاں بنائی؛ تاکہ تم ان کے پاس جا کر سکون (چین) حاصل کرو اور اس نے تم میاں بیوی کے درمیان محبت اور رحمت (ہمدردی کے جذبات) پیدا کر دیے، یقیناً اس میں جو لوگ دھیان کرتے ہیں ایسی قوم کے لیے بڑی نشانیاں ہیں۔

یہ آیت بتلاتی ہے کہ عورت کو اللہ تعالیٰ نے پیدا ہی اس لیے کیا؛ تاکہ مرد اس سے سکون حاصل کر سکے۔

حضرت حوا رضی اللہ عنہا کی پیدائش کا عجیب واقعہ

اب کیسے پیدائش ہوئی؟ بڑا عجیب قصہ ہے، وہ میں آپ کو سناتا ہوں:

ہمارے سینہ (chest) میں سیدھی طرف (right side) اٹھارہ (۱۸) پسلیاں ہیں اور بائیں طرف (left side) سترہ (۱۷) پسلیاں ہیں۔

روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام میٹھی نیند سوئے ہوئے تھے، اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان کی بائیں طرف کی پسلی سے تھوڑا سا مادہ نکالا اور اس سے حضرت حوا رضی اللہ عنہا کو پیدا فرمایا اور پسلی میں نرمی ہوتی ہے؛ اس لیے عام طور پر عورتوں کے مزاج میں بھی نرمی دیکھنے کو ملتی ہے۔

عورت پسلی سے بنی ہے اس لیے!!!

اس سے ہم کو کچھ باتیں اور بھی سیکھنے کو ملی:

① پسلی بدن میں کمزور ہڈی ہے، معلوم ہوا کہ عورت کمزور ہڈی سے بنی ہے؛ اس لیے ''ضرب یضرب'' کے مختلف صیغے نہ آزمائیں جائیں، باکسینگ (BOXING) کی مشق کی گیند (BOOL) نہیں ہے کہ اس کی مار پیٹ کی جاوے۔

② پسلی دل کے قریب ہوتی ہے ؛اس لیے عورت کی محبت دل میں رہنی چاہیے۔③ عورت کے مزاج میں پسلی کی طرح ٹیڑھا پن ہے، اس کے ٹیڑھے پن کے باوجود اس کے ساتھ نبھاؤ کر لیوے یہ مرد کا کمال ہے؛ البتہ بالکل ٹیڑھے پن پر چھوڑے نہ رکھے، ورنہ ٹیڑھا پن بڑھتا جائے گا، حکمت سے اصلاح کی کوشش بھی کرے۔

ماں ''حوا'' دنیا کی سب سے زیادہ خوب صورت عورت

ماں حوا رضی اللہ عنہا بہت خوب صورت تھیں؛ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جنت میں پیدا فرمایا تھا اور قیامت تک آنے والی تمام عورتوں اور مردوں کی ماں تھیں؛ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت خوب صورت پیدا فرمایا۔

پیدا فرما کر اللہ تعالیٰ نے ماں ''حوا'' رضی اللہ عنہا کو ایک طرف بٹھا دیا۔

حضرت آدم علیہ السلام میٹھی نیند سوئے ہوئے تھے، ان کو کچھ پتہ ہی نہیں چلا کہ میرے جسم (body) میں سرجری (surgery) ہوئی، میری پسلی میں سے اللہ تعالیٰ نے کچھ نکال کر کے عورت کو پیدا کیا۔

مرد کا اپنی بیوی سے محبت کرنے کا راز

مفسرین لکھتے ہیں کہ: اگر حضرت آدم علیہ السلام کو پتہ چلتا کہ میری پسلی میں سے کچھ نکالا جارہا ہے اور ان کو تکلیف ہوتی تو قیامت تک دنیا میں کوئی مرد اپنی عورت سے محبت نہ کرتا؛ لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت سے حضرت آدم علیہ السلام میٹھی نیند سلا دیے گئے اور نیند میں ان کی پسلی میں سے اللہ تعالیٰ نے تھوڑا سا مادہ نکالا اور اس کی جگہ گوشت رکھ دیا گیا اور ان کو پتہ بھی نہیں چلا، تکلیف بھی نہیں ہوئی، اسی کی برکت سے مرد اپنی عورت سے محبت کرتے ہیں اور ساتھ میں بڑی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے میاں بیوی میں محبت کے جذبات بھی پیدا کیے گئے ہیں۔

نکاح سے پہلے مرد اور عورت کا ملنا جائز نہیں

حضرت آدم علیہ السلام جب نیند سے بیدار ہوئے اور ادھر اُدھر دیکھا تو آج تک جنت میں اکیلے تھے اب جنت میں کوئی ساتھ (company) دینے والا بھی نظر آیا تو حضرت آدم علیہ السلام نے ان کے پاس جانے کا ارادہ کیا؛ مگر جیسے ہی قریب جانے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ کے فرشتوں نے آواز لگائی اور کہا: یاٰادمُ! مَہْ وَأَدِّ مَهْرَها۔

اے آدم! رک جاؤ، پہلے نکاح پڑھو اور اس عورت کا مہر ادا کرو، اس کے بعد اس کے پاس جانا۔

پیاری بہنو! یہ قصہ جنت میں ہو رہا ہے، جنت میں جہاں آدم علیہ السلام کے لیے ماں حوا کو پیدا کیا گیا وہاں پر بھی فرشتوں نے نکاح اور مہر کے بغیر حضرت آدم علیہ السلام کو ماں حوا کے پاس جانے سے روک دیا۔

اس سے یہ بات سمجھ میں آئی کہ کوئی عورت کسی پرائے مرد کے پاس نہ جائے، کسی پرائے مرد کو اپنے پاس آنے نہ دے، نکاح پہلے ہو جائے، اس کے بعد کسی مرد کو اپنے پاس آنے دے یا خود کسی مرد کے پاس جائے۔

نکاح کا مہر: ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ پر درود

حضرت آدم علیہ السلام نے فرشتوں سے پوچھا: وَمَا مَهْرُهَا؟ مہر کیا دینا ہوگا؟

سبحان اللہ! عجیب جواب ملا! خدا کو پوچھ کر فرشتوں نے مہر کی رقم بتائی:

أَنْ تُصَلِّيَ عَلٰى حَبِيْبِيْ مُحَمَّدٍ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ، وَفِيْ رِوَايَةٍ عِشْرِيْنَ مَرَّةً. (شرح الزرقاني على مواهب اللدنية: ۱/۱۰۲)

کہا: اے آدم! اگر تم کو حوا سے نکاح کرنا ہے تو اس نکاح کا مہر یہ ہے کہ- جب یہ دنیا شروع ہوگی اور تم دنیا میں جاؤ گے تو تمھاری اولاد میں ہمارے آخری نبی آئیں گے جن کا نام ''حضرت محمد ﷺ'' ہوگا- ہمارے پیارے حبیب، آخری نبی پر تین مرتبہ یا بیس مرتبہ درود پڑھ لو، یہ تمھارے نکاح کا مہر ہوگا۔

اسی لیے دنیا میں حضرت آدم علیہ السلام کی کنیت ''ابوالبشر'' ہے یعنی تمام انسانوں کے ابا اور آخرت میں آپ کی کنیت ''ابومحمد'' ہوگی اور یہ آپ کا اعزاز ہوگا کہ صرف آپ ہی کو اس کنیت سے پکارا جائے گا۔

میری دینی بہنو! سوچنے کا مقام ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی حضرت حوا رضی اللہ عنہا سے شادی ہو رہی ہے اور درود پاک پڑھنا وہاں مہر بنایا گیا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو زیادہ سے زیادہ درود پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

خوب درود پڑھو، ان شاء اللہ! دنیا وآخرت میں اس کی بڑی برکتیں آپ کو نظر آئیں گی۔

نکاح کے وقت لین دین

دوسری ایک اہم (important) بات یہ ہے کہ جب نکاح، شادی، منگنی ہو تو اس وقت صرف مہر کی بات کرنی چاہیے کہ مہر کیا ہوگا؟

باقی کتنے جوڑی کپڑے دیں گے؟ کتنے جوتے دیں گے؟

ان سب چیزوں کے چکر میں نہیں پڑنا چاہیے، ایک ہی بات نکاح میں سامنے رکھنی چاہیے کہ مہر کتنا دینا ہے؟ اور مہرِ فاطمی طے کرو تو بہت ہی اچھی بات ہے، جس کی مقدار پندرہ سو اکتیس (۱۵۳۱) گرام چاندی ہوتی ہے، اتنی مقدار میں سونا یا چاندی یا نقد روپئے اس روز کی چاندی کی قیمت کا حساب لگا کر طے کرلو۔

نکاح خود اللہ تعالیٰ نے پڑھایا

حضرت آدم علیہ السلام نے درودِ پاک پڑھا، جب درود پڑھ لیا تو اللہ تعالیٰ نے خود نکاح کرایا اور نکاح میں گواہ بھی رکھے۔ نکاح میں گواہ ہونا ضروری ہے۔

عرشِ اعظم کو اٹھانے والے فرشتے نکاح کے گواہ

کس کو گواہ بنایا؟

آگے روایت میں ہے، اللہ تعالیٰ نے نکاح کراتے ہوئے ارشاد فرمایا:

أَشْهِدُوْا يَا مَلَائِكَتِي وحَمَلَةَ عَرْشِي ! أَنِّي زَوَّجْتُ أَمَتِي حَوَّاءَ مَعَ عَبْدِي أدم. (شرح الزرقانی علی مواهب اللدنية: ۱/۱۰۲)

اللہ تعالیٰ نے نکاح پڑھاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اے میرے عرش اٹھانے والے اور میرے دوسرے فرشتو!

سنو! میں نے اپنی بندی حوا کا نکاح اپنے بندے آدم کے ساتھ کروادیا۔

اِس وقت چار فرشتے خدا کے عرش کو اٹھاتے ہیں اور قیامت کے دن آٹھ فرشتے اٹھائیں گے۔

یہ خدا کے عرش کو اٹھانے والے فرشتے بہت اعلیٰ قسم (Topquality) اور بہت اونچے درجے کے فرشتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان فرشتوں کو نکاح میں گواہ بنایا اور دوسرے عام فرشتے بھی وہاں گواہ کے طور پر موجود تھے۔

شوہر سے بیوی کی پیدائش

یہاں میں آپ کو ایک نکتے (point) کی صحیح اور سچی بات بتلاؤں: ہمیشہ یاد رکھنا! حضرت آدم علیہ السلام شوہر ہیں، باپ نہیں ہے اور ماں حوا ان کی بیوی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے عورت کو شوہر سے پیدا کیا ہے، حضرت آدم علیہ السلام شوہر تھے، ان سے اللہ تعالیٰ نے ان کی بیوی حضرت حوا رضی اللہ عنہا کو پیدا فرمایا، یہ نکتے کی بات ہمیشہ ذہن میں رکھنا۔ یہ بات قرآن کی ایک دوسری آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے:

يَاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً. (النساء: ۱)

ترجمہ: اے لوگو! تم تمھارے اس رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک نفس (یعنی حضرت آدم علیہ السلام) سے پیدا کیا اور اس میں سے اس کے جوڑے (یعنی بیوی حضرت

حوا رضی اللہ عنہا) کو بنایا اور ان دونوں میں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں۔

یعنی اسی حضرت آدم علیہ السلام میں سے اللہ تعالیٰ نے ان کی بیوی کو پیدا فرمایا۔

یہ بات ہمیشہ ذہن میں رکھنا؛ تاکہ اپنے شوہر کا ادب، اکرام، احترام اور خدمت کرنے کی توفیق ہو کہ عورت ذات شوہر سے پیدا ہو کر آئی ہے۔

رہائش میں بیوی شوہر کے تابع ہے

جب دونوں کا نکاح ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ. (البقرۃ:۳۵)

ترجمہ: اور ہم نے کہا: اے آدم! تم اور تمھاری بیوی جنت میں رہو۔

یعنی آدم اور حوا! تمھارا گھر اب جنت کے اندر ہوگا، جنت میں تم کو رہنا ہے۔

اس آیت میں غور کرو! پہلے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو کہا: أنت: آدم! تم۔

پھر دوسرے نمبر پر فرمایا: وزوجک الجنۃ. تمھاری بیوی جا کر جنت میں رہو۔

اِس سے ایک مسئلہ یہ نکلتا ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو جہاں لے جا کر رکھنا چاہے عورت کو وہاں جا کر رہنا چاہیے۔ شوہر کہے: چلو! مدینہ جا کر رہیں گے تو عورت کو خوشی خوشی تیار ہو جانا چاہیے کہ مدینہ جا کر رہیں گے۔

الغرض! بیوی رہنے میں شوہر کے تابع ہے، شوہر جہاں لے جا کر رکھنا چاہے بیوی کو وہاں جا کر رہنا چاہیے، اِس آیت سے یہ نکتہ اور سبق نکلتا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام اور حوا رضی اللہ عنہا کونسی جنت میں رہتے تھے؟

خیر! دونوں جنت میں رہنے چلے گئے۔

کون سی جنت میں گئے؟ الگ الگ جنت ہیں۔

بعض تفسیروں میں لکھا ہے کہ ''جنة المأوىٰ'' جس کے متعلق ''سورۂ نجم'' میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ⑬ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ⑭ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ⑮

ترجمہ: اور پکی بات ہے کہ اس رسول نے اس (فرشتے) کو (اصلی شکل میں) ایک اور مرتبہ بھی دیکھا ہے، سدرۃ المنتہیٰ کے پاس (یعنی اس بیری کے درخت کے پاس جو حد کی انتہا کے پاس واقع ہے) اس (بیری) کے پاس (آرام سے) رہنے کی جگہ ہے۔

یہ ''جنة المأوىٰ'' یعنی رہنے کی جنت میں جا کر حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا رہنے لگے۔

دوسری روایتوں میں آتا ہے کہ ''جنة الخُلد'' یعنی خلد نام کی ایک جنت ہے، وہاں جا کر ماں حوا رضی اللہ عنہا اور حضرت آدم علیہ السلام رہنے لگے۔

جنت میں قیام کی حکمت

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت میں بسایا، جنت میں بسانے کی حکمت بعض مفسرین نے یہ لکھی ہے کہ: آپ پہلے انسان تھے؛ اس لیے آباد ترین شہر جنت میں بسایا گیا؛ تاکہ امن وسکون کا طریقہ سیکھ لیوے اور زندگی گزارنے کا ملکہ اور استعداد حاصل ہو جائے، نیز چوں کہ اللہ تعالیٰ اپنی معرفت بھی کروانا چاہتے تھے؛ اس لیے ایک درخت کے کھانے سے منع فرما دیا۔

معلوم ہوا کہ محرمات اور ممنوعات سے بچنا آسانی سے قربِ الٰہی حاصل کرنے

کا ذریعہ ہے۔

’’حوا‘‘ نام رکھنے کی وجہ

ماں حوا کا نام ’’حوا‘‘ رکھا گیا ہے، یہ کیوں رکھا گیا؟ یہ بھی ایک سوچنے کی بات ہے۔ ’’حوا‘‘ کے دو معنی ہوتے ہیں:

ایک معنیٰ ہوتا ہے ’’جمع ہونا‘‘ اس لیے کہ دنیا بھر کے تمام انسان حضرت آدم علیہ السلام کے سوا ماں حوا رضی اللہ عنہا میں جمع ہو جاتے ہیں؛ چوں کہ حضرت حوا رضی اللہ عنہا سب کی ماں ہیں؛ اس لیے جمع ہونے کی وجہ سے ان کا ’’حوا‘‘ نام رکھا گیا۔

اور دوسرا معنی حوا کا آتا ہے: حیات۔

لِأَنَّهَا أُمُّ كُلِّ حَيٍّ. أَوْ لِأَنَّهَا خُلِقَتْ مِنْ حَيٍّ.

حیات سے ان کا نام بن گیا حوا؛ چوں کہ وہ تمام زندہ انسانوں کی ماں ہیں؛ اس لیے ان کا نام حوا رکھا گیا۔

روایتوں میں ہے کہ فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام سے ان کا نام پوچھا تو خود حضرت آدم علیہ السلام نے ’’حوا‘‘ نام بتایا اور وجہ یہ بتائی کہ وہ ایک زندہ؛ یعنی مجھ سے پیدا ہوئی ہے۔

جنت میں رہنے کی مدت

حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوّا جنت میں رہنے لگے۔

کتنا رہے؟ رہنے کا وقت الگ الگ بتایا جاتا ہے۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ: اس کی کوئی گنتی ہم کو معلوم نہیں۔

بعض روایتوں میں آتا ہے کہ: ماں حوّا رضی اللہ عنہا اور حضرت آدم علیہ السلام دونوں جنت میں چھ ہزار سال تک رہے ہیں، پھر دنیا میں آئے۔

بعض تفسیروں میں لکھا ہے کہ: ماں حوّا رضی اللہ عنہا اور حضرت آدم علیہ السلام ایک منٹ کے لیے جنت میں رہے اور جنت کی ایک منٹ دنیا کے ایک سوتیس (۱۳۰) سال کے برابر ہوا کرتی ہے؛ گویا ایک سوتیس سال رہے۔

ایک روایت میں ہے کہ: ظہر اور عصر کے درمیان میں جتنا وقت ہوتا ہے اتنے وقت تک جنت میں رہے اور جنت کی ظہر اور عصر کے درمیان میں دوسو پچاس (۲۵۰) سال کا فاصلہ ہوتا ہے، گویا دوسو پچاس سال تقریباً دونوں جنت میں رہے۔

جنت میں کھانے کی عام اجازت

اب جنت میں دونوں رہ رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے آگے فرمایا:

وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا. (البقرۃ:۳۵)

ترجمہ: اور تم دونوں اس (جنت) میں سے (جو چاہو) جہاں سے چاہو خوب جی بھر کر کھاؤ۔

کھانے، پینے کی بات فرمائی: اے آدم اور حوا! جنت میں سے جہاں سے کھانا ہو کھاؤ، جو کھانا ہو کھاؤ اور خوب جی بھر کے، پیٹ بھر کر کے کھاؤ، تینوں چیزوں کی اجازت دی: ① پوری جنت میں سے کھاؤ۔ ② جتنا چاہو اتنا کھاؤ۔ ③ خوب پیٹ اور جی بھر کے کھاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے آیت میں لفظ استعمال فرمایا "رَغَدا"۔

"رغداً" کا کیا معنی ہوتا ہے؟

جنت میں بغیر تکلیف کے نعمتیں ملیں گی

① اللہ تعالیٰ کی جنت ایسی کہ یہاں پر کھانے، پینے کی چیز حاصل کرنے میں تم کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی، بغیر تکلیف کے میں تم کو جنت میں نعمتیں دوں گا۔

دنیا میں کوئی نعمت تکلیف کے بغیر نہیں ملتی

میری دینی بہنو! دنیا میں جو نعمت ہم کو ملتی ہے اس نعمت میں کچھ نہ کچھ تکلیف اٹھانی پڑتی ہے، مرد بے چارہ کمانے کی تکلیف اٹھاتا ہے اور ہماری دینی بہنیں بے چاری پکانے کی تکلیف اٹھاتی ہیں، دنیا میں تکلیف ہے، جنت میں جو نعمتیں ہیں ان نعمتوں کے ملنے میں کوئی تکلیف نہیں، دل میں ارادہ کیا اور وہ چیز سامنے آجائے گی، وہ کھانا سامنے آجائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو ایسی جنت عطا فرمائے، آمین۔

جنت کی نعمتیں کبھی ختم نہیں ہوں گی

② جنت میں اللہ تعالیٰ جو نعمتیں دیں گے ''رَغَدًا'' وہ کم بھی نہیں ہوں گی اور ختم بھی نہیں ہوں گی۔

دنیا میں تو ہمیں دیکھتے رہنا پڑتا ہے کہ چاول کا ذخیرہ (rice stock) کم ہو رہا ہے تو نئے چاول منگوانے کی فکر کرو، تیل ختم ہو گیا تو نیا منگوانے کی فکر کرو، جنت میں کوئی نعمت کم بھی نہیں ہوگی، ختم بھی نہیں ہوگی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: آدم اور حوا! کھاؤ، میری نعمت کم بھی نہیں ہوگی اور میری نعمت ختم بھی نہیں ہوگی۔

عورت کھانے پینے میں مرد کے تابع نہیں ہے

اِس آیت سے ایک عجیب بات معلوم ہوئی کہ عورت رہنے میں تو مرد کے تابع ہے؛ لیکن کھانے پینے میں مرد کے تابع نہیں ہے، دونوں کی اپنی اپنی پسند، اس میں شوہر مجبور نہیں کر سکتا کہ تجھے بھی یہی کھانا پڑے گا، مرد کو ایک چیز پسند، عورت کو دوسری چیز پسند ہے، کھانے پینے میں دونوں آزاد ہیں، اپنے اختیار، اپنی پسند سے جس کو جو کھانا ہو وہ کھاوے، اس میں بیوی شوہر کو پابند نہیں بنا سکتی اور شوہر بیوی پر زبردستی نہیں کر سکتا ہے، یہی اس آیت سے معلوم ہوتا ہے۔

روٹی، کپڑے اور مکان کا انتظام مرد کی ذمے داری ہے

میری دینی بہنو! اس آیتِ کریمہ نے ایک اور عجیب بات ہم کو سکھائی، اللہ کرے کہ وہ ہماری بہنوں کو سمجھ میں آجائے، وہ بات یہ ہے کہ عورت کے لیے تین چیزوں کا انتظام کرنا مرد کے ذمے واجب اور فرض ہے: مکان، کپڑے اور کھانا۔

① گھر اور مکان کا انتظام کرنا: ایسا مکان جس میں ایک غسل خانہ اور استنجا خانہ ہو، جس میں رہ سکے، سو سکے اور کھانا پکا سکے، کم سے کم اتنا انتظام کرنا ضروری ہے۔

② دوسری چیز اپنی بیوی کے ضروری کپڑوں کا انتظام کرنا۔

ضروری کپڑے کہہ رہا ہوں، آپ کی جو چاہت ہوتی ہے اس کے مطابق ہمیشہ نئے نئے فیشن والے کپڑے ضروری نہیں ہے، بدن چھپا سکے اتنے ضروری درمیانی قسم کے کپڑے۔ ③ تیسری چیز کھانے کا انتظام۔

ان تین چیزوں کا انتظام کرنا اللہ تعالیٰ نے مرد کے ذمے رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ حکم قرآن کی ایک دوسری آیت میں ارشاد فرمایا:

فَقُلْنَا يٰۤاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ﴿۱۱۷﴾ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى ﴿۱۱۸﴾ وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى ﴿۱۱۹﴾

ترجمہ: ہم نے کہا کہ: اے آدم! یقین رکھو یہ (ابلیس) تمھارا اور تمھاری بیوی کا دشمن ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم دونوں کو جنت سے نکلوادے، سو تم (محنت کر کے ضروریات پوری کرنے کی) مصیبت میں پڑ جاؤ (۱۱۷) یقینی بات ہے کہ اس (جنت) میں تمھارے لیے فائدہ یہ ہے کہ تم بھوکے بھی نہیں ہوں گے اور تم ننگے بھی نہیں ہوں گے (۱۱۸) اور یقینی بات ہے کہ اس (جنت) میں تم پیاسے بھی نہیں رہو گے اور دھوپ کی تکلیف بھی نہیں اٹھاؤ گے (۱۱۹) (طه)۔

اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام کو حکم (order) دے رہے ہیں کہ یہ شیطان تمھارا دشمن ہے، تم کو جنت سے نکال نہ دے، اگر تم جنت سے نکل کر دنیا میں گئے تو تم کو تکلیف میں پڑنا پڑے گا۔ کونسی تکلیف؟

کمانے کی یا ضروریات کو پورا کرنے کے لیے محنت کرنے کی وغیرہ وغیرہ۔

جنت میں کمانے کی ضرورت نہیں، نوکری، کاروبار نہیں، جنت میں اللہ تعالیٰ بیٹھے بٹھائے کھلاتے رہے ہیں اور دنیا میں گئے تو پیسے کمانے کی محنت کرنی پڑے گی۔

عورت کے ذمے کمانا نہیں ہے

یہ ذمے داری اللہ تعالیٰ نے اکیلے حضرت آدم علیہ السلام پر ڈالی؛ یعنی مرد ذمے دار ہے کہ عورت کے لیے مکان، کپڑے، کھانے کا انتظام کرے، اگر انتظام نہیں کرے گا

تو گناہ گار ہوگا اور دوسری طرف عورت کو اللہ تعالیٰ نے حکم دے دیا کہ جتنی کمانے کی ذمے داری ہے وہ ہم نے مرد کو حکم دیا ہے۔

عورت کی ذمے داری کیا ہے؟

اور تم کو کیا کرنا ہے؟ فرمایا:

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ (الأحزاب:۳۳)

ترجمہ: (اے ایمان والی عورتو!) تم تمھارے گھروں میں قرار سے رہو (یعنی ٹھہری رہو) اور پہلی جاہلیت کی طرح (پرائے مردوں کو) اپنا بناؤ سنگھار (میک اپ) دکھلاتی مت پھرو اور تم نماز قائم کرتی رہو اور تم زکوۃ دیتی رہو اور تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتی رہو۔

یعنی اے عورتو! تم کو مکان کی، گھر کی ذمے داری اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے۔ تمھیں گھر میں رہنا ہے۔ نماز پڑھنی ہے۔ روزے رکھنے ہیں۔ زکوۃ دینی ہے۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی بات ماننا ہے، اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے گھر کے باہر کی (outside) ذمے داری مرد کو اور گھر کے اندر (inhome) کی ذمے داری عورت کو دی۔

درخت کے پاس جانے کی ممانعت

دونوں: ماں حوّا اور حضرت آدم علیہما السلام خوب مزے سے رہتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ایک حکم دیا: وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ.

ترجمہ: اور (اے آدم وحوا!) تم دونوں اس خاص درخت کے قریب مت جانا ورنہ تم دونوں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔ (البقرۃ:۳۵)

یعنی پوری جنت میں گھومو، پھرو، خوب کھاؤ، پیو؛ لیکن ایک درخت اللہ تعالیٰ نے بتلادیا کہ اس کے پاس بھی مت جانا، اگر تم اس کے پاس گئے تو تم ظالم ہو جاؤ گے۔

درخت کے پاس جانے سے ممانعت کی وجہ:

اللہ تعالیٰ کے حکم میں چون و چرا کی گنجائش نہیں

میری دینی بہنو! سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پوری جنت کی آزادی دے دی، کہیں بھی جاؤ، کچھ بھی کھاؤ؛ لیکن ایک درخت سے کیوں منع فرمادیا؟

اس میں ایک بات یہ سمجھ میں آتی ہے کہ: اللہ تعالیٰ میرے اور آپ کے اور تمام انسانوں کے مالک ہیں اور آدم اور حوّا علیہما السلام اور تمام انسان اللہ تعالیٰ کے بندے اور غلام ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جس چیز سے چاہے روکے، بندوں کو پوچھنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

اس لیے میری دینی بہنو! جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمادیا ہم کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ ہم اللہ تعالیٰ کو کہیں کہ: اے اللہ! آپ نے کیوں منع کیا؟

ابھی جو آیت پڑھی تھی: وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولٰى.

ترجمہ: اور پہلی جاہلیت کی طرح (پرائے مردوں کو) اپنا بناؤ سنگھار دکھلاتی مت پھرو۔

اللہ تعالیٰ نے منع فرمادیا کہ کھلی مت پھرو، اب ہم کو حق نہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کو

پوچھنے جائیں کہ: اے اللہ! یہ کافر، غیر مسلم عورتیں کتنی کھلی پھرتی ہیں، بال کھلا، جسم کھلا اور ہم کو کیوں منع کیا؟

ہم کو کوئی حق نہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کو پوچھنے جائیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کے بندے اور بندیاں ہیں، اللہ تعالیٰ نے منع فرمادیا تو ہم کو اس کی پابندی کرنی ہے۔

ہماری تربیت مقصود تھی

دوسری بات یہ کہ اللہ تعالیٰ کی بڑی مہربانی ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی شفقت ہے، اللہ تعالیٰ ہماری تربیت فرمانا چاہتے ہیں؛ اس لیے کہ ابھی دنیا میں آنا باقی تھا، اگر ایک درخت سے بھی اللہ تعالیٰ منع نہ فرماتے تو انسان کے مزاج اور طبیعت میں آزادی آجاتی، اللہ تعالیٰ چاہتے تھے کہ ایک چیز سے منع کروں؛ تاکہ یہ میرے بندے اور بندیاں کچھ چیزوں سے رُکنے والے بنیں۔

اس لیے کہ دنیا میں کچھ کرنے کے کام ہیں اور کچھ نہ کرنے کے کام ہیں۔ کچھ کھانے کی چیزیں ہیں، کچھ نہ کھانے کی چیزیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے جنت ہی سے ہمارا مزاج بنایا، ہماری تربیت (training) کی کہ پوری جنت میں سے کھاؤ، گھومو، پھرو؛ لیکن ایک درخت کے پاس تم مت جانا، یہ اللہ تعالیٰ ہم پر شفقت فرمارہے ہیں، ہم پر مہربانی کررہے ہیں، ہماری تربیت کرتے ہیں۔

جیسے ایک بہت شفقت کرنے والی ماں ہوتی ہے، وہ ماں اپنے بچے کو کہتی ہے: بیٹا! تو چاکلیٹ (sweet) زیادہ مت کھانا؛ ورنہ تیرے پیٹ میں کیڑے پڑیں گے، یہ ماں کی محبت ہے کہ اپنے بچے کو غلط چیز سے بچاتی ہے۔

میری دینی بہنو! اللہ پاک کی قسم! اللہ تعالیٰ ستر (۷۰) ماؤں سے بھی زیادہ محبت کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ ہماری تربیت فرمارہے ہیں، ہم پر شفقت کررہے ہیں، مہربانی کررہے ہیں؛ تاکہ یہ انسان آزاد نہ ہوجائیں، آوارہ نہ ہوجائیں؛ اسی لیے فرمایا کہ: اس درخت کے پاس بھی مت جانا۔

درخت کے قریب بھی جانے سے ممانعت کی وجہ

پھر آگے بات سوچو! اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس درخت کے پاس بھی مت جانا؛ اس لیے کہ پاس جاؤ گے تو کھاؤ گے، دور رہو گے تو کھانے سے بچے رہو گے۔

سمجھ میں آیا کہ جو گناہ کی چیز ہو تو اس کے پاس بھی مت جاؤ، جو آدمی گناہ کے پاس جائے گا وہ گناہ میں پڑ جائے گا اور جو گناہ سے دور رہے گا اللہ تعالیٰ گناہ سے اس کی حفاظت کریں گے۔

اسی لیے دیکھو! قرآنِ مجید کی ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے کتنا کھلم کھلا فرمایا: وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓی اِنَّهٗ کَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴿۳۲﴾ (بنی اسرائیل)

ترجمہ: اور تم زنا کے پاس بھی مت جاؤ، یقینی بات ہے کہ وہ (زنا) تو بڑی بے حیائی ہے اور بہت برا راستہ ہے۔

یعنی زنا کے پاس بھی مت جاؤ۔ کیا مطلب؟

کوئی اجنبی مرد اجنبی عورت کے پاس نہ جائے، بات نہ کرے، پرایا مرد پرائی عورت سے بات بھی نہ کرے، پاس میں بھی نہ جاوے؛ اس لیے کہ پاس جائیں گے تو بات کرنے کی خواہش ہوگی، بات کریں گے تو قریب اور بے تکلف ہونے کا دل چاہے گا،

بے تکلف ہوں گے تو آہستہ آہستہ زنا ہوگا۔

یہ بھی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی مہربانی ہے، جیسے بچہ چولہے کے قریب جاتا ہے تو اندر گرنے کا خطرہ رہتا ہے، ایک شفیق باپ اور ماں بچے کو آگ کے قریب جانے سے بھی روکتے ہیں، اللہ تعالیٰ تو ماں سے بھی زیادہ مہربان ہیں۔

وہ کونسا درخت تھا؟

میری دینی بہنو! وہ کون سا درخت تھا جہاں جانے سے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا رضی اللہ عنہا کو منع فرما دیا؟

اس سلسلے میں الگ الگ روایتیں ہیں، میں آپ کو وہ روایتیں سناتا ہوں:

ایک روایت میں آتا ہے کہ وہ ''کھجور کا درخت'' تھا۔

بعض روایتوں میں ہے کہ وہ ''لیمو کا درخت'' تھا۔

بعض روایتوں میں ہے کہ وہ ''انجیر کا درخت'' تھا۔

بعض روایتوں میں ہے کہ وہ ''اترنج کا درخت'' تھا۔

بعض روایتوں میں ہے کہ وہ ''گیہوں کا درخت'' تھا۔

ایک روایت ایسی ہے کہ وہ کوئی ایسا درخت تھا کہ جو بھی اس کو کھالیوے تو اس کا وضو ٹوٹ جاوے اور جنت میں ہوا نکلنا، ناپاکی کا ہونا یہ ٹھیک بات نہیں؛ اس لیے اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا کو بچانا چاہتے تھے۔

بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ یہ وہ درخت تھا جس کے بارے میں حدیث میں حضرت نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

اللہ تعالیٰ نے جنت میں ایک درخت پیدا فرمایا، ایسا عجیب درخت ہے، اتنا بڑا درخت ہے کہ اس درخت کے نیچے ایک گھوڑے سوار یا کوئی آدمی پیدل چل کر سو (۱۰۰) سال تک چلے تو بھی اس درخت کا سایہ ختم نہیں ہوسکتا۔

کہتے ہیں کہ: یہ وہی درخت ہے جس درخت کے پاس جانے سے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا کو منع فرمایا تھا۔

درخت کے پھل کیسے تھے؟

اس درخت کے جو پھل تھے وہ مکھن (butter) سے زیادہ نرم اور شہد (honey) سے بھی زیادہ میٹھے تھے۔

تمام گناہ ظاہر میں خوش نما معلوم ہوتے ہیں

میری دینی بہنو! ایک بات یاد رکھنا! جتنے بھی گناہ ہوتے ہیں وہ گناہ اوپر سے میٹھے اور نرم اور پیارے معلوم ہوتے ہیں، جس درخت کے کھانے سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا تھا اس درخت کے پھل اللہ تعالیٰ نے نرم نرم میٹھے میٹھے بنائے؛ تا کہ اللہ تعالیٰ امتحان لیوے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا رُکتے ہیں یا للچا کر کھا لیتے ہیں۔

ہر گناہ کا یہی حال ہے، اللہ تعالیٰ خود قرآن میں فرماتے ہیں:

وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ. (النمل:۲۴)

ترجمہ: اور شیطان نے ان کو یہ سمجھا دیا ہے کہ ان کے (کفر کے یہ) کام بہت اچھے ہیں۔ یعنی شیطان برے کاموں کو، گندے کاموں کو، گناہ کے کاموں کو سجا کر کے انسان کو دکھلاتا ہے؛ تا کہ انسان اس کی سجاوٹ کی وجہ سے اس سے للچا کر کے گناہ

کرنے والا بن جاوے۔

آپ دیکھ لو! جتنے بھی گناہ ہیں: ٹی وی کتنی للچانے والی چیز ہے؟ میوزک کتنی للچانے والی چیز ہے؟ جتنے بھی گناہ ہیں آپ دیکھ لو! تمام گناہ ظاہر میں میٹھے میٹھے اور اوپر سے نرم اور بہت پیارے اور بہت اچھے لگتے ہیں؛ لیکن اندر سے عذاب کے اعتبار سے وہ بہت کڑوے ہیں، بہت خطرناک ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ (شیطان نے ماں حوا کو نہیں بہکایا تھا)

حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا دونوں اس درخت سے دور دور تو رہتے تھے؛ لیکن ہمارا پرانا دشمن شیطان وہاں پر بھی حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا پر محنت کرنے کے لیے گیا۔

میں آپ کو یہاں ایک بہت اہم بات۔ جو سب لوگوں میں مشہور ہے اور غلط مشہور ہے۔ بتلانا چاہتا ہوں، عام طور پر لوگ یہ قصہ بیان کرتے ہیں کہ: شیطان نے ماں حوا کو بہکایا تھا اور پھر ماں حوا نے آدم علیہ السلام کو بہکایا اور پھر دونوں نے کھالیا۔

پھر بعض لوگ اس کے نتیجے میں ہماری دینی بہنوں کو ڈانٹتے ہیں کہ تمھاری وجہ سے جنت سے نکلنا پڑا وغیرہ وغیرہ۔

یہ بات بالکل غلط ہے، میں آپ کی طرف داری (favour) کرتا ہوں، قرآن میں اللہ تعالیٰ سورۂ طٰہٰ میں ارشاد فرماتے ہیں: فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰٓاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ﴿۱۲۰﴾

ترجمہ: سوشیطان نے ان (آدم) کے دل میں وسوسہ ڈالا، اس (شیطان) نے کہا: اے آدم! کیا میں تم کو بتاؤں ایسا درخت جس (کے کھانے) سے ہمیشہ کی زندگی اور ایسی بادشاہت جو کبھی پرانی نہ ہو وہ حاصل ہوتی ہے؟

اِس آیت میں تو یہ ہے کہ شیطان نے صرف آدم علیہ السلام کے دل میں یہ وسوسہ، اور گندے گندے خیال ڈالے۔

اللہ تعالیٰ کی تین بڑی مخلوقات

یہ بات یاد رکھو! اللہ تعالیٰ کی تین بڑی بڑی مخلوق ہم جانتے ہیں:

① ایک بڑی مخلوق ہیں فرشتے جن کو اللہ تعالیٰ نے بہت پہلے پیدا فرمایا۔

② دوسری بڑی مخلوق ہیں شیطان اور اسی کے ساتھ ساتھ ہیں جنات، ان کو اللہ تعالیٰ نے انسانوں سے تقریباً دو ہزار سال پہلے پیدا فرمایا۔

③ تیسری بڑی مخلوق ہیں انسان۔

میں آپ کے علم کے لیے یہ بات بتاؤں: پہلے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو پیدا کیا، دوسرے نمبر پر شیطان اور جنات کو پیدا فرمایا اور تیسرے نمبر پر انسان کو پیدا فرمایا۔

انسان تو سب سے اخیر میں پیدا ہوئے ہیں اور انسانوں کے پیدا ہونے سے پہلے دنیا میں شیطان اور جنات رہتے تھے۔

ایک لطیفہ

اس پر میں ایک لطیفہ کہا کرتا ہوں کہ: بعض لوگ جو یوں کہتے ہیں کہ تمھارے گھر میں ''جن'' گھس گئے ہیں، تو بات الٹی ہونی چاہیے کہ ہم انسان جنوں کے مکان

میں گھس گئے ہیں۔ اگرچہ روایتوں میں آتا ہے کہ جناتوں نے جب زمین پر فساد مچایا، خون بہایا تو اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کا لشکر بھیجا، انھوں نے جنوں کو مار مار کر جزائر کی طرف بھگایا اور انسانوں کی تشریف آوری کے لیے پوری زمین خالی کروا ڈالی؛ اس لیے اب بھی زیادہ تر جنات جزائر یا پہاڑوں میں یا جنگلات میں رہتے ہیں۔

شیطان سب سے بڑا عبادت گزار تھا

یہ جو سب سے بڑا شیطان ہے ابلیس وہ بہت نیک تھا، اتنا نیک تھا کہ پوری زمین کے اوپر کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں شیطان نے سجدہ نہ کیا ہو، پوری دنیا میں شیطان نے اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ کیا ہے، شیطان اتنا بڑا عبادت کرنے والا تھا۔

شیطان میں تین "عین" تھے، چوتھا "عین" نہیں تھا

میں آپ کو ایک نکتے کی بات سمجھاتا ہوں، اللہ کرے کہ آسانی سے سمجھ میں آجاوے! شیطان بہت بڑا عابد تھا، شیطان بہت بڑا عالم بھی تھا، اور شیطان بہت بڑا عارف بھی تھا، اللہ تعالیٰ کو پورے طور پر پہچانتا تھا۔

دیکھو! تین الفاظ (words) ہیں: ① عابد ② عالم ③ عارف۔

عابد کا مطلب: عبادت کرنے والا۔ عالم کا مطلب: علم والا۔

عارف کا مطلب: اللہ تعالیٰ کو پہچاننے والا۔

شیطان کے عارف باللہ ہونے کی دلیل

شیطان عارف باللہ ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ انسان کو جب کسی سے کوئی کام

نکلوانا ہوتا ہے تو اس کے ''موڈ'' کو دیکھا جاتا ہے، اچھے موڈ کے وقت میں مشکل کام بھی آسانی سے ہوجاتے ہیں اور خراب موڈ کے وقت آسان کام بھی مشکل ہوجاتے ہیں، یہ انسان کا حال ہے۔ باری تعالیٰ ان کیفیات سے پاک ہیں، یہ شیطان کو معلوم تھا؛ اسی لیے تو عین اس وقت جب اس کو بارگاہِ الٰہی سے نکالا گیا اس نے لمبی عمر کی مہلت مانگی، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ عارف باللہ بھی تھا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿۱۳﴾ قَالَ اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴﴾ قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۱۵﴾ قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ﴿۱۷﴾ (الأعراف)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (اے ابلیس!) تو یہاں (آسمان) سے نیچے اتر، تجھے حق نہیں ہے کہ یہاں رہ کر کے تو تکبر کرے، تو (یہاں سے) نکل جا، یقیناً تو ذلیلوں میں سے ہے (۱۳) ابلیس نے کہا: (اے اللہ!) تو مجھ کو اس دن تک زندہ رہنے کی مہلت دے جس دن مردے دوبارہ زندہ کیے جائیں گے (۱۴) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یقیناً تجھ کو مہلت دے دی گئی ہے (۱۵) ابلیس نے کہا: (اے اللہ!) جیسا تو نے مجھ کو گمراہ کردیا، میں بھی ان (انسانوں کی تاک میں) تیرے سیدھے راستے پر بیٹھ جاؤں گا (۱۶) پھر ان (انسانوں) کے آگے سے اور ان کے پیچھے سے اور ان (انسانوں) کی داہنے طرف سے اور ان (انسانوں) کی بائیں طرف سے بہکانے کے لیے (حملہ کرنے) آؤں گا اور تو ان میں سے اکثر لوگوں کو شکر کرنے والا نہیں پائے گا۔

اس آیت میں ایک اہم نکتہ

اِس آیت میں جو شیطان نے گمراہ کرنے کی بات کہی ،اس میں ایسے تو تمام جہات مراد ہیں یعنی سامنے دیکھ کر چلو تو کسی پر نظر پڑ جائے گی ، دائیں بائیں دیکھنے میں کسی کے مکان میں نظر پڑ جائے گی ، پیچھے مڑ کر دیکھنے میں کسی غیر پر نظر پڑ جائے گی؛ البتہ اللہ تعالیٰ نے شیطان سے دو جہتیں بھلوا دیں ،ایک اوپر ، دوسری نیچے اور ہم جانتے ہیں کہ اوپر دیکھ کر چلنے میں دو خطرے ہیں :

① آج کل جو اونچی عمارتیں بنی ہیں تو کسی عمارت کی گیلری (Gallery) یا برآمدہ میں کھڑی کسی اجنبی عورت پر نظر پڑ جائے گی ۔

② نیز اوپر دیکھ کر چلنے والے کو لوگ تھوڑا پاگل جیسا سمجھتے ہیں ؛اس لیے اب سلامتی صرف نیچے دیکھ کر چلنے میں ہے ،خود باری تعالیٰ فرماتے ہیں :

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ۭ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۞ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ .

ترجمہ: (اے نبی!) ایمان والے مردوں سے تم کہو کہ: وہ اپنی نظروں کو نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں ، یہی ان کے لیے بڑا پاکیزہ طریقہ ہے ، یقیناً جو کام وہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کو اس کی پوری خبر ہے اور (اے نبی!) تم ایمان والی عورتوں کو (بھی) کہو کہ: وہ اپنی نظروں کو نیچے رکھا کریں ۔ (النور)

بہر حال! میں یہ بتلا رہا تھا کہ یہ تین الفاظ ہیں اور تینوں میں پہلا ''عین'' ہے ، عابد میں بھی پہلا عین ، عالم میں بھی پہلا عین ، عارف میں بھی پہلا عین ہے ۔

شیطان میں تینوں ''عین'' تھے؛لیکن اس میں ایک چوتھا ''عین'' نہیں تھا؛ اسی لیے وہ گمراہ ہوگیا، بھٹک گیا۔شیطان بڑا عبادت کرنے والا، بڑا عالم، بڑا اللہ تعالیٰ کو پہچاننے والا؛لیکن میری دینی بہنو!شیطان عاشق نہیں تھا، اگر اللہ تعالیٰ کا عاشق ہوتا تو وہ کبھی گمراہ نہ ہوتا۔اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اپنا سچا پکا عاشق بنادیویں۔

عشق کرنے کے لائق ذات اللہ تعالیٰ کی ہے، اللہ تعالیٰ سے عشق کرو، خدا سے محبت کرو، خود اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا: وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ .

یعنی ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خوب زیادہ محبت، بہت زیادہ عشق اور پیار ہوا کرتا ہے۔ (البقرۃ:۱۶۵)

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنا عشق عطا فرمائے، آمین۔

عاشق کس کو کہتے ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے جو حکم دیا وہ حکم سمجھ میں آوے کہ نہ آوے آنکھ بند کرکے پورا کر ڈالے اس کو عاشق کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کا مزاج، ہماری سوچ، ہماری طبیعت ایسی بناوے کہ شریعت کا جو حکم ہے، جو قانون ہے ہم کو سمجھ میں آوے کہ نہ آوے ہم اللہ تعالیٰ کے حکم کو آنکھ بند کرکے پورا کرنے والے بنیں۔

بہرحال! یہ شیطان کسی طرح جنت میں پہنچ گیا اور اس نے وسوسہ ڈالا:

فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ . (طٰہٰ:۱۲۰)

ترجمہ: سو شیطان نے ان (آدم علیہ السلام) کے دل میں وسوسہ ڈالا۔

اِس آیت سے تو معلوم ہوتا ہے کہ شیطان نے صرف آدم علیہ السلام کے دل میں وسوسہ ڈالا۔ دوسری جگہ پر قرآن میں ہے: فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ. (الأعراف: ۲۰)

شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا دونوں کے دل میں وسوسہ ڈالا، قرآن کی ان آیات سے پتہ چلتا ہے کہ صرف ماں حوا کو وسوسہ نہیں ڈالا تھا۔

اس لیے یہ بات جو چل پڑی ہے وہ غلط ہے، جو لوگ بھی کہتے ہیں غلط ہے، نہ قرآن میں ہے، نہ حدیث میں ہے، پھر بے چاری ہماری دینی بہنوں کو بدنام کرتے ہیں کہ شیطان نے عورت کو بہکایا، عورت نے آدم علیہ السلام کو بہکایا، پھر جنت سے نکلنا پڑا، ایسی بات نہیں ہے، یہ غلط بات ہے۔

شیطان صرف وسوسہ ڈال سکتا ہے

یاد رکھنا دینی بہنو! شیطان کو اللہ تعالیٰ نے صرف ایک طاقت دی ہے کہ وہ دل میں گندے وسوسے ڈال سکتا ہے، وسوسے کے علاوہ شیطان کچھ نہیں کرسکتا۔ آپ نے کبھی اپنی زندگی میں ایسا دیکھا کہ کوئی شیطان آپ کو ہاتھ پکڑ کر گناہ کرنے لے جاوے۔

ہاں! انسانوں کے اندر جو شیطان کے ایجنٹ ہیں وہ کر سکتے ہیں؛ لیکن جو اصلی شیطان ہے وہ ایسا کچھ نہیں کر سکتا کہ کسی کو پکڑ کر زبردستی گناہ کروادے، وہ صرف دل میں وسوسہ ڈالتا ہے۔

وسوسہ کا مطلب دل میں گندے گندے، برے برے خیال آنا ہے۔

شیطان نے وسوسہ کیسے ڈالا؟

اب ایک اہم بات سوچنے کی ہے کہ شیطان نے وسوسہ کیسے ڈالا؟

اس میں دو باتیں ممکن ہیں:

① نافرمانی کے باوجود شیطان کے جنت میں آنے جانے پر پابندی نہیں تھی؛ اس لیے کبھی کبھی وہ جنت میں آتا جاتا تھا تو اس نے جنت میں آکر وسوسہ ڈالا۔

② جنت کے باہر سے دل پر وسوسہ ڈالا، جیسے آج کے زمانے میں آواز کی لہر اور شعاؤں کے ذریعے دور دور تک آواز پہنچائی جاتی ہے، اس طرح کی کوئی تدبیر اس نے وسوسہ کے لیے اپنائی ہوگی۔

وسوسہ سے بچنے کی چند دعائیں

آج عام طور پر ہمارے بہت سے بھائی، بہت سی ہماری دینی بہنیں گندے وسوسوں سے پریشان ہیں۔

تو میں آپ کو دو، تین دعائیں بتلاتا ہوں، یہ دعائیں یاد کرلو، یہ دعائیں پڑھو، ان شاء اللہ تعالیٰ! اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ وسوسوں سے حفاظت کریں گے، یہ بہت قیمتی (power full) دعائیں ہیں۔

وسوسہ سے بچنے کی پہلی دعا

یہ قرآن کی دعا ہے: رَبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ۝٩٧ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ۝٩٨ (المؤمنون)

اے میرے رب! شیطان جو میرے دل میں گندے اور ناپاک خیالات اور وسوسے ڈالے اس سے میں حفاظت مانگتا ہوں، میری حفاظت فرمایئے اور شیطان میرے

پاس آوے اے اللہ! اس سے بھی میری حفاظت فرمایئے۔

جو مسلمان مرد یا عورت یہ دعا مانگے گا اللہ تعالیٰ شیطان کے وسوسے سے بھی حفاظت کریں گے اور شیطان اس کے پاس بھی نہ آ سکے گا ان شاء اللہ!۔

وسوسہ سے بچنے کی دوسری دعا

شیطان بہت پریشان کرتا ہو اور دل میں گندے گندے وسوسے آتے ہوں تو دوسری دعا میں آپ کو بتلاتا ہوں، یہ دعا بھی قرآن کی ہے:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ﴿۱﴾ مَلِکِ النَّاسِ ۙ﴿۲﴾ اِلٰہِ النَّاسِ ۙ﴿۳﴾ مِنۡ شَرِّ الۡوَسۡوَاسِ ۬ۙ الۡخَنَّاسِ ۪ۙ﴿۴﴾ الَّذِیۡ یُوَسۡوِسُ فِیۡ صُدُوۡرِ النَّاسِ ۙ﴿۵﴾ مِنَ الۡجِنَّۃِ وَ النَّاسِ ٪﴿۶﴾

سورۂ ناس پڑھنے سے بھی شیطان کے وسوسوں سے اللہ حفاظت فرماتے ہیں۔

دیکھو کتنی پیاری بات! اللہ تعالیٰ کی تین صفتیں لا کر دعا کی گئی:

”رب الناس“ لوگوں کے رب۔

”ملک الناس“ لوگوں کے مالک۔

”اله الناس“ لوگوں کے خدا، لوگوں کے معبود۔

اے اللہ! یہ جو وسوسہ ڈالنے والے شیطان ہیں اس سے آپ میری حفاظت فرمایئے، یہ وسوسہ ڈالنے والے انسان بھی ہوتے ہیں اور جنات اور شیطان بھی ہوتے ہیں، دونوں طرح کے گندے گندے وسوسہ ڈالنے والوں سے اے اللہ! آپ میری حفاظت فرمایئے۔

اس لیے اگر گندے وسوسے آئیں تو "قل أعوذ برب الناس" پڑھ لیا کرو۔

وسوسے سے بچنے کی تیسری دعا

تیسری دعا میں آپ کو بتلاتا ہوں، امام ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں یہ روایت نقل کی ہے کہ جس مرد یا عورت کو وسوسے کی بہت تکلیف ہو تو وہ قرآن کی یہ آیت پڑھے:

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝۳

ترجمہ: وہی (اللہ تعالیٰ) سب سے پہلے اور آخر میں ہیں، ظاہر میں بھی ہیں چھپے ہوئے بھی ہیں اور وہی (اللہ تعالیٰ) ہر چیز کو پوری طرح جانتے ہیں۔ (الحدید)

اِس آیت کو پڑھا کرو، اس کی برکت سے بھی اللہ تعالیٰ وسوسوں سے حفاظت فرمائیں گے۔

وسوسے سے بچنے کی ایک دوا

چوتھے نمبر پر ایک دوا بتلاتا ہوں کہ جب دل میں وسوسے آئیں تو اس کی طرف دھیان مت دو، اس کی طرف خیال مت لے جاؤ اور "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ العَلِيِّ الْعَظِيْم" پڑھا کرو ان شاء اللہ! وسوسے ختم ہو جائیں گے، اگر آپ وسوسے پر دھیان دیں گے تو دوسرا وسوسہ آئے گا، تیسرا آئے گا، وسوسے پر دھیان ہی مت دو، ان شاء اللہ! وسوسے سے حفاظت ہوگی۔

عام طور پر جب آدمی اکیلا بیٹھ کر سوچتا رہتا ہے تو وسوسے آتے ہیں؛ اس لیے جن کو ایسی وسوسے کی بیماری ہو ان کو کہتا ہوں کہ:

فارغ مت بیٹھو، گھر کا کام کرو یا قرآن پڑھو، تسبیح پڑھو، تلاوت کرو، بیان کی سی ڈی سنو، قرآن کی سی ڈی سنو، تسبیح پڑھو، بچوں کے ساتھ رہو۔

اکیلے اکیلے جو بیٹھے رہتے ہیں، کچھ کام نہیں کرتے، ان کو عام طور پر زیادہ وسوسے آتے ہیں، اپنے دماغ کو تم خالی مت رہنے دو تو ان شاء اللہ! اس سے بھی وسوسے سے حفاظت ہو جائے گی۔

الغرض! شیطان نے جا کر حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا کے دل میں وسوسہ ڈالا اور ان کو درخت کھانے کی دعوت دی۔

ان شاء اللہ! آگے والا واقعہ آئندہ کل کی مجلس میں ذکر کریں گے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح سمجھنے کی، صحیح عمل کی اور صحیح اشاعت اور دعوت کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

وأخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

دنیا کی سب سے پہلی خاتون

ماں حوا رضی اللہ عنہا

(دوسری قسط)

قرآن میں قصے بیان کرنے کا مقصد

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآنِ مجید میں بہت سارے واقعات بیان کیے ہیں، قرآن میں جو قصے آئے ہیں اس کی ایک حکمت خود قرآن سے معلوم ہوتی ہے: ﴿لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ﴾

ترجمہ: پکی بات یہ ہے کہ ان کے واقعات میں عقل والوں کے لیے عبرت کا بڑا سامان ہے۔ (یوسف:۱۱۱) یعنی جن میں اللہ نے عقل رکھی ہے، سمجھ رکھی ہے وہ لوگ ان قصوں کو سنتے ہیں اور سن کر اس سے عبرت حاصل کرتے ہیں۔

عبرت کا مطلب

عبرت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ: دوسرے آدمی کی حالت سن کر یا دوسرے آدمی کی حالت دیکھ کر آدمی اپنے لیے نصیحت اور سبق حاصل کرے، اس کو عبرت کہتے ہیں، فلاں آدمی بہت اچھے حالات میں ہے تو وہ کیسے اچھے حالات میں ہو گیا، اس کو سمجھ کر خود کے لیے سوچے، یا فلاں آدمی مصیبت میں ہے تو کیوں مصیبت میں ہے، اس کو سن کر، سمجھ کر اپنی حفاظت کا انتظام کرے، اس کو عبرت کہا جاتا ہے۔

قرآن میں مردوں کے قصے بھی ہیں اور عورتوں کے قصے بھی ہیں، اچھے حالات کے واقعات بھی ہیں اور سزا اور تکلیف کے واقعات بھی ہیں اور یہ تمام قصوں کی ایک حکمت ہے: عقل والے لوگ اس سے سبق لیتے ہیں اور نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لِلّٰه نَحْمَدُه وَنَسْتَعِيْنُه وَنَسْتَغْفِرُه وَنُؤْمِنُ بِه وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْه وَنَعُوْذُ بِاللّٰه مِنْ شُرُوْرِاَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا،مَنْ يَّهدِهِ اللّٰهُ فَلَامُضِلَّ لَه وَمَنْ يُّضْلِلْه فَلَاهادِىَ لَه وَنَشْهدُ اَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَحْدَه لَاشَرِيْكَ لَه وَنَشْهدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَ شَفِيْعَنَا وَحَبِيْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُه وَرَسُوْلُه،صَلَوَاتُ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَلَيْه وَ عَلٰى اٰلِه وَاَصْحَابِه وَذُرِّيَّاتِه وَ اَهلِ بَيْتِه وَاَهلِ طَاعَتِه، وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْراً كَثِيْراً

اَمَّا بَعْدُ!فَاَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَيٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ۝۱۹ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ۝۲۰ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ۝۲۱ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۭ وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ۝۲۲ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ۫وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۝۲۳ قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ۝۲۴ قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ۝۲۵ (الأعراف)

ترجمہ: اور اے آدم! تم اور تمھاری بیوی جنت میں رہو اور سو جہاں سے جو چیز

تم کھانا چاہو کھاؤ اور اس درخت کے پاس (بھی) مت جانا (جو گئے تو) تم دونوں زیادتی کرنے والوں میں سے ہو جاؤ گے (۱۹) سو شیطان نے ان دونوں (آدم وحوا) کے دلوں میں (بہکانے کے لیے) وسوسہ ڈال دیا؛ تاکہ ان دونوں کی شرم کی جگہیں جو ایک دوسرے سے چھپائی گئی تھیں وہ ایک دوسرے کے سامنے کھول دیوے اور ابلیس کہنے لگا: تم دونوں کو تمھارے رب نے اس درخت سے صرف اس لیے منع کیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم دونوں (اس کو کھا کر) فرشتے بن جاؤ یا تم دونوں (جنت میں) ہمیشہ رہنے والوں میں سے بن جاؤ (۲۰) اور قسم کھا کر ان دونوں سے شیطان نے کہا: یقین رکھو میں تم دونوں کے لیے بھلائی ہی چاہنے والوں میں سے ہوں (۲۱) شیطان نے دھوکا دے کر ان دونوں کو (اپنی بات ماننے کے لیے) مائل (تیار) کر ہی لیا، سو جیسے ہی ان دونوں نے اس درخت کو چکھا تو ان دونوں کی شرم کی جگہیں ایک دوسرے کے سامنے کھل گئیں اور دونوں اپنے (بدن) پر جنت کے پتے جوڑ جوڑ کر چپکانے لگے اور اس وقت ان دونوں کے رب نے ان دونوں کو آواز دی کہ کیا میں نے تم دونوں کو اس درخت کے پاس جانے سے نہیں روکا تھا اور میں نے تم دونوں سے نہیں کہا تھا کہ یقیناً شیطان تم دونوں کا کھلم کھلا دشمن ہے؟ (۲۲) دونوں کہنے لگے: اے ہمارے رب! ہم نے (آپ کے حکم کے خلاف کر کے) ہماری جانوں پر ظلم کیا ہے اور اگر (آپ) ہم کو معاف نہ کر دیں اور (آپ) ہم پر رحم نہ فرمائیں تو ہم ضرور تباہ و برباد ہو جائیں گے (۲۳) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم سب یہاں سے نیچے اترو، تم سب آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے اور تمھارے لیے زمین میں ایک مدت تک رہنے کی جگہ اور فائدہ اٹھانا ہوگا (۲۴) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: زمین میں تم کو زندہ رہنا ہے اور زمین میں تم کو موت آئے گی اور زمین

ہی سے تم (قیامت کے دن) نکالے جاؤ گے (۲۵)۔

یہ سورۂ اعراف جو آٹھویں پارے کی سورت ہے اس میں آیت نمبر ۱۹ تا ۲۵ ہیں جس میں اللہ تعالیٰ ماں حوا رضی اللہ عنہا کے بقیہ قصہ کو بیان فرمایا ہے۔

دوسری ایک جگہ پر ہے:

فَقُلْنَا يٰۤاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ
فَتَشْقٰى ﴿۱۱۷﴾ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى ﴿۱۱۸﴾ وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى ﴿۱۱۹﴾
فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰۤاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ﴿۱۲۰﴾
فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۫
وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ﴿۱۲۱﴾ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ﴿۱۲۲﴾ قَالَ اهْبِطَا
مِنْهَا جَمِيْعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى ۙ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ
فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ﴿۱۲۳﴾ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ﴿۱۲۴﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْۤ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ﴿۱۲۵﴾ قَالَ
كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ﴿۱۲۶﴾ وَكَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ
اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْۢ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى ﴿۱۲۷﴾ (طٰہٰ)

ترجمہ: ہم نے کہا کہ: اے آدم! یقین رکھو یہ (ابلیس) تمھارا اور تمھاری بیوی کا دشمن ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم دونوں کو جنت سے نکلوا دے، سو تم (محنت کر کے ضروریات پوری کرنے کی) مصیبت میں پڑ جاؤ (۱۱۷) یقینی بات ہے کہ اس (جنت) میں تمھارے لیے فائدہ یہ ہے کہ تم بھوکے بھی نہیں ہو گے (یعنی ایسی بھوک نہیں لگے گی جس سے تکلیف ہو) اور تم ننگے بھی نہیں ہوں گے (۱۱۸) اور یقینی بات ہے کہ اس

(جنت) میں تم پیاسے بھی نہیں رہوں گے اور دھوپ کی تکلیف بھی نہیں اٹھاؤ گے (۱۱۹) شیطان نے ان (آدم علیہ السلام) کے دل میں وسوسہ ڈالا، شیطان نے کہا: اے آدم! کیا میں تم کو بتاؤں ایسا درخت (جس کے کھانے سے) ہمیشہ کی زندگی اور ایسی بادشاہت جو کبھی پرانی نہ ہو وہ حاصل ہوتی ہے (۱۲۰) سو دونوں (آدم اور حوا) نے اس درخت میں سے (کچھ) کھالیا، اس پر ان دونوں کی شرم کی جگہ ان کے سامنے کھل گئی اور دونوں جنت کے پتوں کو ملا ملا کر اپنے اوپر چپکانے لگے اور آدم نے اپنے رب کی کہی ہوئی بات کو ٹال دیا، سو آدم (علیہ السلام) غلطی میں پڑ گئے (۱۲۱) پھر ان (آدم علیہ السلام) کو ان کے رب نے چن لیا، سو آدم (علیہ السلام) کی توبہ قبول فرمالی اور آدم (علیہ السلام) کو صحیح راستے پر (ہمیشہ) قائم رکھا (۱۲۲) (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: تم سب اس (جنت) سے نیچے (دنیا میں) اتر جاؤ، تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے، سو اگر تمھارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت پہنچے سو جو آدمی میری ہدایت پر چلے گا وہ گمراہ بھی نہیں ہوگا اور وہ کسی تکلیف میں بھی نہیں پڑے گا (۱۲۳) اور جو آدمی بھی میری نصیحت سے منہ پھرائے گا اس کو (دنیا اور قبر میں) بڑی تنگ زندگی ملے گی۔ (مراد: عذابِ قبر کی تنگی ہے اور دنیا میں قناعت سلب ہو جائے، حرص بڑھ جائے یہ بھی بڑا عذاب ہے)۔

اور ہم اس کو قیامت کے دن اندھا کر کے اٹھائیں گے (۱۲۴) تو وہ بولے گا: اے میرے رب! تو نے مجھ کو اندھا کر کے کیوں اٹھایا؟ حالاں کہ میں تو (دنیا میں) آنکھوں سے دیکھنے والا تھا (۱۲۵) (اللہ تعالیٰ) فرمائیں گے: تو نے (دنیا میں) ایسا ہی کام کیا تھا، ہماری آیتیں (دنیا میں) تیرے پاس پہنچی تھی (جیسا عمل ویسی سزا، دنیا میں احکام سے اندھے جیسا برتاؤ کیا تھا اس لیے آج یہ سزا ہے) سو تو ان (آیتوں) کو بھول گیا،

(جس طرح تو ان آیتوں کو بھول گیا تھا) آج اسی طرح تجھے بھلا دیا جائے گا (۱۲۶) جو شخص بھی حد سے آگے نکل جاتا ہے اور اپنے رب کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتا ہے ہم اس کو اسی طرح سزا دیتے ہیں اور آخرت کا عذاب تو واقعی زیادہ سخت اور زیادہ دیر باقی رہنے والا ہے (۱۲۷)

یہ سورۂ طٰہٰ کی ایک سو سترہ (۱۱۷) سے ایک سو ستائیس (۱۲۷) تک کی آیتیں ہیں جس میں حضرت حوا رضی اللہ عنہا کے بقیہ قصے کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے خود بیان فرمایا ہے۔

شیطان کا عجیب وسوسہ

کل بات یہاں تک پہنچی تھی کہ حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا کو شیطان نے وسوسہ ڈال کر یقین دلایا کہ: اے آدم! یہ جو درخت کھانے سے اللہ تعالیٰ نے تم کو منع کیا ہے یہ تو اس وقت کی بات ہے جب تم جنت میں نئے نئے تھے، تمھارے اندر جنت کی نعمتوں کو ہضم کرنے کی طاقت نہیں تھی، اس وقت تمھاری قوتِ ہاضمہ بھی کمزور تھی، اس زمانے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے تم کو منع کیا تھا، اب تو جنت میں رہتے رہتے، جنت کی نعمتیں ہضم کرنے کی عادت بن گئی ہے؛ اس لیے اگر اب تم کھاؤ گے تو اس میں کوئی گناہ اور کوئی برائی نہیں ہوگی۔

سفر میں صحت کو باقی رکھنے کا ایک عجیب نسخہ

جب آدمی سفر کر کے کسی دوسری جگہ، دوسرے ملک یا کسی دوسرے شہر میں پر جاتا ہے تو بعض مرتبہ شروع شروع میں ایسا ہوتا ہے کہ وہاں کی آب و ہوا، وہاں کا پانی آدمی کی طبیعت اور پیٹ کو ذرا بھاری معلوم ہوتا ہے۔

اسی لیے بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ آدمی جب سفر میں جاوے تو وطن سے کم ازکم ایک بوتل پانی ساتھ میں لے کر جاوے اور دوسری جگہ جہاں جاوے تو وہاں کا پانی پینے کے وقت اپنے وطن کا تھوڑا سا پانی بھی اس دوسری جگہ کے پانی میں ملا کر پینا چاہیے، اس کی وجہ سے صحت اور تندرستی اچھی رہتی ہے۔

شیطان کا ایک وسوسہ: ممانعت وقتی اور طبی تھی

شیطان نے یہ ایک عجیب وسوسہ ڈالا؛ گویا کہ وہ ممانعت اور رکاوٹ وقتی تھی، اس کا ایک ٹائم فکس تھا، وہ وقت چلا گیا، اب اگر تم اس درخت کو کھاؤ گے تو تم کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی، گویا ایک طبی طور پر، علاج کے طور پر تم کو منع کیا گیا تھا، یہ کوئی شرعی ممانعت نہیں تھی۔ ایسا شیطان نے ان کو سبق پڑھایا۔

شیطان کا دوسرا وسوسہ: ایک خاص درخت کھانے سے منع فرمایا ہے

ساتھ میں ایسی بات بھی کہی کہ جس درخت کے کھانے سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے وہ ایک خاص درخت ہے، اس طرح کا اگر کوئی دوسرا درخت جنت میں ہو تو وہاں سے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے، بس ایک مخصوص درخت ہے وہاں سے نہیں کھا سکتے اور اسی طرح کا اور اسی جنس کا اگر کوئی درخت دوسری جگہ ہو تو تم کھا سکتے ہو۔ اس طرح کی غلط غلط باتیں شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا رضی اللہ عنہا کو سکھائی۔

شیطان کا تیسرا وسوسہ: دائمی جنت ملے گی

ساتھ میں ایسا بھی کہا کہ: اس درخت کی تاثیر اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ جو بھی

اس کو کھاتا ہے تو اس کو جنت میں رہنے کا دائمی ویزا مل جاتا ہے، ابھی تم لوگ ''کام چلاؤ ویزا'' پر جنت میں ہو، ابھی تم کو یہاں کا عارضی ویزا ملا ہے؛ لیکن اگر اس درخت کو کھاؤ گے تو تم جنت میں ہمیشہ ہمیشہ رہو گے؛ اس لیے کہ جو بھی اس درخت کو کھاتا ہے تو وہ ہمیشہ جنت میں رہنے والا ہو جاتا ہے۔

امام طبریؒ کی روایت

امام ابن جریر طبریؒ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جنت کے اس درخت کی شاخیں اور اس کی ٹہنیاں جنت ہی میں ایک دوسرے سے مل کر کے پھیلی ہوئی تھیں اور اس کے پھلوں کو اللہ کے فرشتے کھاتے تھے اور جو فرشتہ بھی اس درخت میں سے کھا لیتا تھا اس کو ہمیشہ والی زندگی نصیب ہو جاتی تھی؛ اس لیے شیطان نے یہی بات حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا رضی اللہ عنہا کو کہی کہ: دیکھو! فرشتے کھاتے ہیں تو فرشتوں کو ہمیشہ کی زندگی مل جاتی ہے، تم کھاؤ گے تو تم کو بھی ہمیشہ کی زندگی حاصل ہو جائے گی۔

شیطان کا چوتھا وسوسہ: تم فرشتے بن جاؤ گے

ساتھ میں یہ بھی کہا کہ: اس درخت کو کھانے کی برکت سے تم فرشتے جیسے بن جاؤ گے یعنی جیسی خوبیاں اور صفات فرشتوں میں ہیں وہ صفات تمھارے اندر آجائیں گی، جیسا کہ فرشتے ایک ایسی مخلوق ہیں کہ ان کو بھوک نہیں لگتی، ان کو پیاس نہیں لگتی، اے آدم اور حوا! تم بھی اگر اس درخت میں سے کھاؤ گے تو تم کو بھی کبھی بھوک نہیں لگے گی اور کبھی پیاس نہیں لگے گی؛ اسی لیے ہم تمھیں مشورہ دیتے ہیں کہ تم اس درخت میں سے کھا لو۔

شیطان کا ایک عجیب لالچ دلانا

اس نے ایک عجیب لالچ یہ بھی دلائی کہ اس درخت کے کھانے سے تم کو کبھی موت نہیں آئے گی، تمھاری زندگی لمبی ہو جائے گی۔

یہ عجیب عجیب طرح کی اس نے لالچ دلائی اور اس طرح کی گندی گندی لالچ دلا کر شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا رضی اللہ عنہا کو درخت میں سے کھانے کی دعوت دی اور کھانے کے لیے تیار کر دیا۔

لالچ بڑی خطرناک چیز ہے

میری دینی بہنو! لالچ بہت خطرناک چیز ہے، اسی لالچ نے حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا کے سامنے شیطان کو کامیاب کر دیا؛ اس لیے اپنے آپ کو لالچ کی غلط عادت سے بچاؤ، جتنا مقدر میں ہے، جتنا تقدیر میں لکھا ہوا ہے وہ تو ان شاء اللہ! مل کر ہی رہے گا، لالچی آدمی کا پیٹ قبر کی مٹی ہی بھر سکتی ہے، قبر کی مٹی کے سوا لالچ والے کا پیٹ دنیا کی کوئی چیز نہیں بھر سکتی۔

لالچ نیک کام کی کرنی چاہیے

اگر لالچ کرنی ہو تو نیک کام کرنے کی لالچ کریں کہ زیادہ نمازیں پڑھیں، زیادہ نوافل پڑھیں، زیادہ قرآن پڑھیں، زیادہ تسبیح پڑھیں۔ نیکیوں میں لالچ پیدا کرو، دنیا دنیا، پیسے پیسے، کپڑے کپڑے، جوتے چپل ایسی چیزوں کی لالچ مت بناؤ، لالچی آدمی بڑا خطرناک ہوتا ہے اور لالچ یہ بہت بری عادت ہے۔

اللہ تعالیٰ غلط اور گندی لالچ سے ہم سب کی حفاظت فرمائے، ہمارے دلوں کو دنیا کی گندی لالچ سے پاک اور صاف فرمائے، آمین۔

دنیا کے غموں سے حفاظت کی نبوی دعا

حدیثِ پاک میں ایک دعا آئی ہے، میں آپ سب کو وہ دعا سکھلاتا ہوں:

اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلِ الدُّنْيَا أَكْبَرَ هَمِّنَا وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا. (الترمذي: بہ حوالہ الحزب الأعظم)

ترجمہ: اے اللہ! دنیا کو ہمارا مقصودِ اعظم اور منتہائے علم نہ بنا۔

آج ہماری فکر، ہمارا ٹینشن، ہماری سوچ، ہماری سب سے بڑی پلاننگ دنیا کے معاملے میں ہوتی ہے کہ: کیسے مال ودولت زیادہ ملے؟ کیسے روپیہ، پیسہ زیادہ ملے؟ کیسے مال وسامان زیادہ ملے؟

اللہ کے نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی: اے اللہ میری فکر سب سے زیادہ دنیا کے لیے مت بنانا اور ہمارا علم، ہماری جان کاری کی انتہا اس دنیا کو مت بنانا۔

اللہ تعالیٰ دنیا کی ناپاک محبت سے ہمارے دلوں کو سلامت رکھیں، آمین۔

شیطان نے اللہ کے مبارک نام کی جھوٹی قسم کھائی

پھر اس شیطان نے قسم کھائی اور قسم کھا کر کہا:

وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۲۱﴾ (الأعراف)

اور قسم کھا کر ان دونوں سے شیطان نے کہا: یقین رکھو میں تم دونوں کے لیے بھلائی ہی چاہنے والوں میں سے ہوں۔

شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا کے سامنے اللہ تعالیٰ کے نام کی

قسم کھائی اور قسم کھا کر کہنے لگا کہ: میں تو تمھارا خیر خواہ ہوں، تمھاری بھلائی چاہتا ہوں، جس میں تمھارا نفع، تمھارا فائدہ اور تمھاری بھلائی ہو میں ایسی بات تم کو بتلا رہا ہوں کہ: تم اس درخت میں سے کھالو۔

اللہ کے مبارک نام کی جھوٹی قسم کھا کر اپنے آپ کو خیر خواہ بتایا اور اس طرح حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا کے اوپر شیطان نے محنت کی۔

اللہ کا نام لے کر کوئی جھوٹی قسم نہیں کھا سکتا

حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا دونوں کے دونوں شیطان کی بات میں آ گئے۔ حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا اتنے نیک اور بھولے بھالے اور اتنے سیدھے سادے تھے کہ انھوں نے یہ سوچا کہ یہاں کوئی اللہ کا نام لے کر جھوٹی قسم کھاوے یہ تو ناممکن بات ہے؛ اس لیے شیطان کی بات کو انھوں نے سچ مان لی اور ان کو یقین آ گیا۔

اِس قصے کا ایک بہت ہی اہم سبق

میری دینی بہنو! میں خاص کر کے اپنی جوان، غیر شادی شدہ بہنوں کو یہ بات سنانا چاہتا ہوں کہ بہت سے لوگ اللہ کے نام کی جھوٹی جھوٹی قسم کھا کر تم کو پھنسانے کی کوشش کریں گے کہ: میں تیرا بہت بہترین دوست ہوں، میں تیرے ساتھ اچھا رہوں گا، میری اور تیری زندگی بہت اچھی رہے گی، اللہ تعالیٰ کے نام کی جھوٹی جھوٹی قسم کھا کر وہ تم کو اپنے ناپاک پھندے میں پھنسانے کی کوشش کریں گے۔

یاد رکھنا کہ یہ شیطان کی ناپاک چال ہے، شیطان نے بھی اللہ کے نام کی جھوٹی قسم کھائی تھی اور جھوٹی قسم کھا کر کے ماں حوا رضی اللہ عنہا اور حضرت آدم علیہ السلام کو اس درخت

کے کھانے کی دعوت دی تھی۔

اللہ تعالیٰ ایسی جھوٹی قسم کھا کر، ایسی میٹھی میٹھی باتیں کر کے دھوکے میں ڈالنے والوں سے ہماری حفاظت فرماوے، آمین۔ یہ اس قصے کا بہت ہی اہم نکتہ ہے۔

ممانعت کو شفقت سمجھا، قانون نہیں سمجھا

بعض مفسرین نے ایک توجیہ یہ بھی لکھی ہے کہ: حضرت آدم علیہ السلام یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس درخت کے کھانے سے جو منع فرمایا ہے وہ شفقت کی بات ہے، قانونی بات نہیں ہے، شرعی پابندی نہیں ہے اور چھوٹوں کی عادت بہت سی مرتبہ ایسی ہوتی ہے کہ بڑوں کی طرف سے جو بھی بات بطور شفقت کے کہی جاتی ہو تو چھوٹے اس کے خلاف ہی کرتے ہیں۔

پہچان نہ ہوسکی

شیطان کو اللہ تعالیٰ نے الگ الگ شکل اختیار کرنے کی صلاحیت عطا فرمائی ہے؛ اس لیے یہ بھی ہوسکتا ہے کہ شیطان نے کوئی ایسی شکل اپنائی ہو کہ حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا اس کو پہچان ہی نہ سکے کہ یہ شیطان ہے اور نہ پہچانتے ہوئے اس کی بات مان لی۔

حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا کا درخت میں سے کھا لینا

جب اتنی ساری باتیں آئیں تو حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا اس درخت کے پاس گئے اور انھوں نے اس میں سے ایک پھل تھوڑا سا توڑا اور توڑ کر اس کو کھا لیا۔

آپ غور کریں، خاص طور سے آم پر کہ جب ہم آم کو اس کی شاخ سے توڑتے

ہیں تو آپ دیکھیں گے کہ وہاں سے چکنا چکنا مادّہ نکلتا ہے اس کو ہم گجراتی میں چک بولتے ہیں اور اس کو دھونے کے بعد پھر ہم آم کھاتے ہیں۔ یہ چکنا مادّہ بہت سے درختوں میں ہوتا ہے۔

پھل توڑ کر کھانے کے نقصانات

اس پھل کو توڑ کر کھانے کے یہ نقصانات ہوئے:

① عورتوں میں حیض کا خون آنے کی شروعات: جب حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا نے اس درخت پر سے ایک پھل توڑا تو اس کا نتیجہ کیا ہوا؟

روایتوں میں آتا ہے کہ جب انھوں نے اس درخت پر سے پھل کو توڑا اور چکنا چکنا مادّہ نکلا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تقدیراً یہ طے کر دیا گیا کہ عورت ذات کے اندر سے ایسی چکنی چیز ہر مہینے آتی رہے گی جس کو حیض کا خون کہا جاتا ہے، اس کا نظام وہاں سے شروع ہوا، مقدر میں تو تھا کہ عورت کو حیض آئے گا؛ لیکن اس کی شروعات اس طریقے سے ہوئی کہ وہاں درخت پر سے پھل توڑنے کی وجہ سے چکنا مادہ نکلا تو کہا کہ: اس عورت ذات کے اندر ہمیشہ چکنا مادہ آتا رہے گا۔

② دوسرا ردِّعمل یہ ہوا کہ عقل میں کمی آگئی، ناقصات العقل والدین۔

③ تیسرا ردِعمل یہ ہوا کہ حمل میں تکلیف آنا شروع ہوگئی۔

جنتی کپڑے خود بہ خود اتر گئے

اس درخت کو کھاتے ہی ایک بہت بڑا ردِعمل یہ ہوا کہ ماں حوا رضی اللہ عنہا اور حضرت آدم علیہ السلام کے بدن پر جو کپڑے تھے وہ کپڑے خود بہ خود قدرتی طور پر نکل گئے، یہ

کپڑے نکل جانے کی بات قرآن کی آیت میں ہے۔

وہ کپڑے کس چیز کے بنے ہوئے تھے؟

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ: جنت میں ایک خوشبودار درخت تھا، اس درخت سے بنے ہوئے خوشبودار یہ کپڑے تھے۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ: وہ اللہ تعالیٰ کے نور کے بنے ہوئے کپڑے تھے اور اس نور کے کپڑے سے ان کا بدن ڈھکا ہوا تھا، جیسے ہی انھوں نے درخت کو ہاتھ لگایا وہ نورانی کپڑے بدن سے اتر گئے اور دونوں کا ستر ایک دوسرے کے سامنے کھل گیا۔

آدم علیہ السلام اور حواؓ نے کبھی ایک دوسرے کا ستر نہیں دیکھا تھا

حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حواؓ اس طرح جنت میں زندگی گزارتے تھے کہ انھوں نے کبھی ایک دوسرے کا ستر نہیں دیکھا تھا؛ چوں کہ اس وقت جنت میں شہوت نہ تھی اور استنجا کا تقاضا تو جنت میں ہے ہی نہیں؛ اس لیے کپڑے اتارنے کی نوبت آئی ہی نہیں؛ اس لیے ستر والے اعضا سے واقفیت بھی نہیں تھی۔

لیکن اِس قصے کے پیش آنے پر بدن سے نور کے کپڑے اتر گئے اور دونوں کا ستر ایک دوسرے کے سامنے کھل گیا، جب دونوں کا ستر ایک دوسرے کے سامنے کھل گیا تو ان دونوں کو اپنا ستر ایک دوسرے سے چھپانے کی فکر ہوئی۔

انجیر کے درخت کے پتوں سے ستر چھپایا

فکر ہوئی کہ ستر کس طرح چھپائے؟

جنت میں ادھر ادھر انھوں نے دیکھا تو وہاں قریب میں انجیر کا درخت نظر آیا، انجیر جس کو عربی میں ''تِیْن'' کہتے ہیں، اس کے پتے انھوں نے توڑے اور توڑ کر جلدی جلدی اپنے بدن پر لگانا شروع کیا اور پتے لگا کر اپنے بدن کو چھپا لیا۔

شرم وحیا کا مادہ انسان میں طبعی اور فطری ہے

میری دینی بہنو! اس سے ایک سبق ہم کو یہ سیکھنے کو ملا کہ مرد اور عورت دونوں کی طبیعتیں، دونوں کی نظریں اور دونوں کا مزاج اللہ تعالیٰ نے کچھ ایسا بنایا ہے کہ کوئی بھی کھلے ہوئے بدن سے رہنا پسند نہیں کرتا؛ حالاں کہ پوری جنت میں دوسرا کوئی نہیں تھا، صرف حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا تھے، دونوں میاں بیوی اکیلے تھے؛ لیکن اس کے باوجود بھی جب ان کے کپڑے اتر گئے اور ان کا ستر کھل گیا تو انھوں نے ایک منٹ کے لیے بھی ننگا رہنا پسند نہیں کیا، فوراً دوڑے اور جلدی جلدی درخت کے پتے لگا کر انھوں نے اپنے بدن کو چھپانا شروع کیا۔

ایک بہت قیمتی بات

یہاں ایک بہت قیمتی بات ذہن میں رکھنا چاہیے کہ بدن سے جنت کے نورانی کپڑے کیوں اتر گئے؟

اس لیے کہ ایک چوک ہوگئی: اللہ تعالیٰ نے کہا تھا کہ: اس درخت کے پاس مت جانا، اس میں سے مت کھانا، جس چیز کے کھانے سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا تھا وہ چیز کھالی تو اس کا نقصان یہ ہوا کہ بدن پر سے جنت کے نورانی کپڑے اتر گئے۔

حرام کھانے سے زندگی میں بے حیائی اور بے شرمی آتی ہے

میری دینی بہنو! یہ بہت اہم نکتہ ہے کہ حرام کھانا جب پیٹ میں جاتا ہے تو اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ مرد اور عورت بے حیا بن جاتے ہیں، زندگی میں بے حیائی آجاتی ہے۔

آپ جن مسلمان عورتوں کو بے حیا دیکھو کہ ان کے کپڑے کم ہیں، بدن دکھائی دے رہا ہے ایسے کپڑے پہنے ہیں تو ممکن ہے کہ اس نے حرام کھانا کھایا ہوگا، حرام کھانا اس کے پیٹ میں گیا ہوگا، وہ ناجائز چیز کھاتی ہوگی، ممکن ہے کہ یہ اسی کا نتیجہ ہو؛ اس لیے کہ جب حرام، ناجائز، غلط چیز پیٹ میں جاتی ہے تو زندگی میں بے حیائی اور بے شرمی آتی ہے؛ اس لیے اپنے آپ کو حرام، ناجائز، گندی، غلط چیزیں کھانے سے بچاؤ۔

یہ جنت کے حوالے سے بات کہہ رہا ہوں۔

بغیر ضرورت کے ننگا رہنا یہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں

ایک اور خاص بات میں آپ کو سنانا چاہتا ہوں کہ: حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا دونوں میاں بیوی جنت میں اکیلے تھے اور کوئی نہیں تھا، پھر بھی ان دونوں نے ننگے بدن رہنا پسند نہیں کیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ ہم اکیلے ہوں، تنہائی میں ہوں تو بھی میاں بیوی کو بغیر ضرورت کے ننگا نہیں رہنا چاہیے۔

آج کل یہ گناہ عام ہو گیا ہے

اس لیے یہ بات سن لو! مجھے یہ کہنا اچھا نہیں لگتا؛ لیکن یہ گناہ آج عام ہو رہا ہے؛

اس لیے مجھے کھل کر کہنا پڑ رہا ہے کہ مرد ہو کہ عورت، میاں بیوی دونوں روم میں اکیلے بھی ہوں تو بھی بغیر ضرورت کے ننگے بدن رہنا اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔

ترمذی شریف کی حدیث میں آیا ہے کہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کا زیادہ حق ہے دوسرے لوگوں کے مقابلے میں کہ ہم اس سے شرم اور حیا کریں۔

ہم جب تنہائی میں ہوتے ہیں تو اس وقت بھی اللہ تعالیٰ ہم کو دیکھتے ہیں؛ اس لیے بغیر ضرورت کے اپنے سونے کے کمرے میں بھی بالکل ننگا نہیں رہنا چاہیے۔

ایک بہت ہی اہم حدیث

میں اس موقع پر ایک اور حدیث آپ کو سنادوں:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا - یہ بہت اونچے درجے کی بات ہے؛ حالاں کہ آپ کو معلوم ہے کہ اللہ کے نبی کی تمام بیویوں میں سب سے کم عمر، سب سے پیاری اور کنواری اگر کوئی بیوی تھی تو ماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تھیں وہ - ارشاد فرماتی ہیں کہ: پوری زندگی گذر گئی؛ لیکن میں نے کبھی اللہ کے نبی ﷺ کا ستر نہیں دیکھا اور حضور ﷺ نے میرا ستر نہیں دیکھا۔ (ابن ماجہ: ٦٦٢)

یہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پوری زندگی کی بات کرتی ہیں اور سوچیے! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جیسی اتنی پیاری، اتنی چہیتی اور کنواری بیوی ایسا فرما رہی ہیں۔

یہ بہت ضروری مسئلہ ہے، میں ان مسائل کو زیادہ آپ کے سامنے پیش نہیں کر سکتا، آئندہ کل ظہر کے بعد مسجد میں اس طرح کے مسائل مردوں کو بہت تفصیل سے کہنے والا ہوں، آپ اپنے گھر کے مردوں کو آئندہ کل ظہر کی مجلس کے لیے خاص تاکید کریں

کہ کل ظہر کے بعد کی مجلس میں وہ حاضر ہوں، میں ان سب مسائل کو وہاں ان شاء اللہ! بہت تفصیل سے ذکر کروں گا۔

نوٹ: وہ تمام مسائل سی ڈی میں آپ سن سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی

خیر! حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جلدی جلدی جنت کے پتے اپنے بدن پر لگا دیے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی کہ:

وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمۡ اَنۡهَكُمَا عَنۡ تِلۡكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلۡ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيۡطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيۡنٌ ﴿۲۲﴾ (الأعراف)

ترجمہ: اور اس وقت ان دونوں کے رب نے ان دونوں کو آواز دی کہ کیا میں نے تم دونوں کو اس درخت کے پاس جانے سے نہیں روکا تھا اور میں نے تم دونوں سے نہیں کہا تھا کہ یقیناً شیطان تم دونوں کا کھلم کھلا دشمن ہے؟

اے آدم! میں نے تم کو یہ نہیں کہا تھا کہ: اس درخت سے مت کھانا؟

میں نے تم سے یہ نہیں کہا تھا کہ: شیطان تمھارا کھلم کھلا دشمن ہے؟

کیوں تم نے شیطان کی بات مان لی؟

ایک اہم نکتے کی بات

ساتھ میں اللہ تعالیٰ نے کتنی پیاری بات فرمائی کہ:

اے آدم اور حوا! اس جنت میں بہت ساری نعمتیں ہیں جن کے کھانے کی میں نے تم کو اجازت دی تھی، کیا وہ تمھارے لیے کافی نہیں تھیں کہ ایک درخت جس کے

کھانے سے میں نے تم کو روکا تھا اس کو کھانے کے لیے تم چلے گئے؟

اتنی ساری حلال نعمتیں؛ پھر بھی حرام کی طرف کیوں؟

یہ بہت اہم بات ہے کہ آج دنیا میں اللہ تعالیٰ نے ہزاروں نعمتیں حلال کی ہیں، کیا وہ نعمتیں ہمارے لیے کافی نہیں ہیں کہ ہم حرام چیز کو کھانے جاویں؟

کتنی پینے کی چیزیں حلال ہیں؟ قسم قسم کے جوس ہیں، قسم قسم کے شربت ہیں، پھر بھی آدمی شراب پینے جاوے؟ اللہ تعالیٰ نے کتنا کھانا حلال کیا ہے، پھر آدمی کسی حرام چیز کے کھانے کے لیے کیوں جاوے؟

حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے یہی اہم نکتہ بتلایا۔

اقرارِ گناہ یہی شانِ عبدیت ہے

حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا نے کہا کہ: اے ہمارے اللہ! بے شک وہ نعمتیں بہت تھیں؛ لیکن شیطان نے آپ کے پاک نام سے قسم کھائی، ہم کو معلوم نہیں تھا کہ کوئی آپ کے پاک نام سے جھوٹی قسم بھی کھا سکتا ہے، اس لیے ہم نے کھا لیا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ: اے آدم اور حوا! اب تو تم کو جنت سے باہر نکلنا پڑے گا، اب تمھیں دنیا میں جانا ہے، ہم نے تقدیر ایسی لکھی تھی کہ تم اس درخت میں سے کھاؤ گے، جنت سے نکال کر دنیا میں بھیجے جاؤ گے اور ہم کو یہ دنیا آباد کرنی ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کو ہندوستان میں اتارا گیا

چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ہندوستان میں اتارا، ”سراندیپ“ نام

کی ایک جگہ ہے، آج بھی وہاں ایک پہاڑ ہے، اس پہاڑ پر ایک پتھر ہے جس پر پاؤں کے نشان ہیں، کہتے ہیں کہ: وہ حضرت آدم علیہ السلام کے قدم کے مبارک نشانات ہیں، اسی ''سراندیپ'' کو آج کل ''سری لنکا'' کہتے ہیں، وہ پہلے ہندوستان میں تھا پھر الگ ہو گیا، وہاں حضرت آدم علیہ السلام کو اتارا گیا۔

ماں حوا رضی اللہ عنہا کو جدہ میں اتارا گیا

حضرت حوا رضی اللہ عنہا کو جدہ میں اتارا۔ ''جدہ'' عربی میں دادی کو کہتے ہیں اور حضرت حوا رضی اللہ عنہا تمام انسانوں کی دادی ہے؛ اس لیے جس جگہ حضرت حوا رضی اللہ عنہا کو اتارا گیا اس جگہ کا نام ''جدہ'' بن گیا۔

میں نے جدہ شہر میں خود اپنی آنکھ سے وہ قبرستان دیکھا ہے، چھوٹا سا قبرستان ہے، اس میں لکھا ہوا ہے: هُنَا مَقْبَرَةُ أُمِّنَا حَوَّاء۔

یعنی یہ وہ قبرستان ہے جس میں ہماری ماں حوا رضی اللہ عنہا کی قبر موجود ہے۔

جنت سے کیا ساتھ لائے؟

تفسیری روایتوں میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا جب دنیا میں تشریف لائے تو ساتھ میں چند چیزیں لے کر آئے:

① جنت کے خوشبودار پھول پتے جو زمین پر پھیلا دیے، اس کی برکت سے ہندوستان میں اعلیٰ ترین ''عود'' اگتا ہے۔

② حجرِ اسود وہ اندھیرے میں چاند کی طرح چمکتا تھا اور حرم کی حدود تک اس کی روشنی پھیلتی تھی۔

③ ماں حوا رضی اللہ عنہا ساتھ میں تنور بھی لائی، شاید اسی وجہ سے عورتوں میں کچن کے سامان اور برتنوں کی محبت زیادہ نظر آتی ہے۔

④ لوہاری کے دو تین اوزار۔

⑤ تقریباً دس گز لمبا عصا۔ شاید وہی بعد میں عصائے موسیٰ سے مشہور ہوا۔

⑥ قسم قسم کے بیج۔

⑦ سونا چاندی بھی ساتھ آیا، اس کے چشمے زمین میں جاری ہو گئے۔

حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا بہت نرم دل تھے

دونوں کو اللہ تعالیٰ نے زمین پر اتارا اور دونوں نے کبھی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی نہیں دیکھی تھی، ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی خوشی، محبت بھری، پیار والی، نرمی والی باتیں سنی تھیں، اب اللہ تعالیٰ کی کچھ ناراضگی دیکھنے اور سننے کو ملی تو دل پر بہت اثر ہوا، حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا پتھر دل نہیں تھے، بہت نرم دل تھے، ان میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی برداشت کرنے کی طاقت نہیں تھی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسا پتھر دل بننے سے محفوظ رکھے۔

بعض مرتبہ انسان کا دل گناہ کرتے کرتے ایسا پتھر جیسا بن جاتا ہے کہ پھر مرد ہو یا عورت بے فکر بن جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ: گناہ کرو، کون ہمارا بگاڑ لے گا؟

کس کو ہمت ہے ہم کو روکنے کی؟

ایسے بے خوف ہونے سے اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے، آمین۔

خاص طور پر دین کے معاملے میں، اللہ کے معاملے میں ڈر ڈر کے رہنا چاہیے

کہ کبھی ذرا برابر بھی اللہ کی نافرمانی نہ ہو جاوے۔

پہلی مرتبہ غلطی، معافی کیسے مانگے؟

چوں کہ حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا سے پہلی مرتبہ غلطی ہوئی تھی، کسی سے آج تک غلطی نہیں ہوئی تھی تو معافی کیسے مانگنی ہے وہ بھی معلوم نہیں اور دل میں یہ سوچا کہ اگر ہم معافی مانگنے جائیں تو کوئی ایسی بات زبان سے نہ نکل جائے جو اللہ تعالیٰ کی شان کے خلاف ہو اور خدا کی شان میں بے ادبی ہو جائے؛ اس لیے انھوں نے معافی مانگنے میں جلدی نہیں کی؛ بلکہ خود اللہ تعالیٰ سے کہا کہ: اے اللہ! معافی مانگنے کا طریقہ بھی آپ ہی بتایئے، کیسے معافی مانگیں، ہم کو تو معافی مانگنا بھی نہیں آتا۔

حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا کتنا روئے؟

دونوں رونے لگے، تقریباً دوسو (۲۰۰) برس روئے۔

اتنا روئے اتنا روئے میری دینی بہنو! اگر حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا کے آنسوؤں کو جمع کیا جائے تو پوری دنیا میں ندی بہنے لگے۔

کہتے ہیں کہ: تمام انسانوں کے آنسو ایک طرف اور حضرت داؤد علیہ السلام کے آنسو ایک طرف، تمام انسانوں میں سب سے زیادہ حضرت داؤد علیہ السلام روئے اور حضرت داؤد علیہ السلام سے زیادہ حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حو رضی اللہ عنہا روئے۔

چالیس سال یا تین سو سال تو ایسے گذرے کہ انھوں نے شرم کے مارے نیچے سے اوپر نہیں دیکھا، چالیس روز کھانا نہیں کھایا، بھوکے رہے، سو سال جماع نہیں کیا۔

اللہ تعالیٰ نے بہت پیاری دعا سکھلائی

آخر اللہ تعالیٰ نے دونوں کو ایک دعا سکھلائی، بہت پیاری دعا ہے، وہ دعا اللہ تعالیٰ نے قرآن میں نقل فرمائی ہے:

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ۫ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾ (الأعراف)

دونوں دعا کر رہے ہیں کہ: اے ہمارے رب! ہم نے ہماری جانوں پر ظلم کیا، اگر آپ معاف نہیں کریں گے، رحم نہیں کریں گے تو ہماری تو دنیا اور آخرت سب برباد ہو جائے گی، اے اللہ! رحم کیجیے، معاف کر دیجیے۔

یہ بہت پیاری دعا ہے جو خود اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا کو سکھلائی تھی اور جو مسلمان بندہ اور بندی یہ دعا پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے سامنے روئے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بھی معاف کر دیں گے۔

توبہ قبول؛ لیکن!

یہ دعا دونوں مانگتے گئے اور روتے گئے، اللہ تعالیٰ کے سامنے معافی مانگتے رہے، اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی توبہ کو قبول کر لیا اور ان دونوں کو معاف فرما دیا؛ لیکن سزا اپنی جگہ پر باقی رہی کہ دنیا میں جانا ہے، دنیا میں زندگی گزارنی ہے، دنیا میں تم رہو گے، موت آئے گی اور قبر میں دفن ہونا ہے اور پھر دوبارہ نکل کر قیامت کے میدان میں آنا ہے، یہ سلسلہ اب دنیا میں تمھارے ساتھ چلتا رہے گا۔

نبیوں کی معصومیت پر ایمان لانا ضروری

حضرت آدم علیہ السلام اور تمام انبیا معصوم ہیں، یہ عقیدہ رکھنا نہایت ضروری ہے۔ یہاں حضرت آدم علیہ السلام سے کوئی بڑا گناہ نہیں ہوا؛ بلکہ معمولی سی چوک ہوگئی، خدا تعالیٰ کے حکم کے خلاف کرنے کا دل میں کوئی ارادہ نہیں تھا، شیطان کے وسوسے کی وجہ سے بھول گئے جس کو ہم اپنی زبان میں بھول کے بعد والا لفظ ''چوک ہوگئی'' سے تعبیر کرتے ہیں، یہ غلطی بال جیسی تھی؛ لیکن جب بال بھی آنکھ میں گرتا ہے تو کھٹکتا ہے، اسی طرح سے غلطی بھی کھٹکنے لگی اور معافی مانگنے کی شروعات ہوگئی۔

اب دنیا میں کیا ہوگا؟

میری دینی بہنو! حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا اللہ تعالیٰ کے حکم سے دنیا میں آگئے، اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا تھا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

جنت میں بھوک نہیں لگتی تھی، دنیا میں بھوک بھی لگے گی۔

جنت میں پیاس نہیں لگتی تھی، دنیا میں پیاس بھی لگے گی۔

جنت میں گرمی نہیں لگتی تھی اور دنیا میں گرمی بھی لگے گی۔

جنت میں آپس میں محبت اور الفت تھی، دنیا میں جانے کے بعد لڑائی، جھگڑے، فتنے ہوں گے، انسانوں میں آپس میں جھگڑے ہوں گے، مرد مرد میں، عورت عورت میں، میاں بیوی میں، اولاد میں، انسان اور شیطان میں جھگڑے ہوں گے۔

یہ سب چیزیں دنیا میں پیش آئیں گی۔

دنیا میں کامیابی کا راستہ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: دنیا میں جاؤ، میں اپنے نبیوں کے ذریعے ہدایت اور صحیح دین بھیجوں گا، جو میری ہدایت اور صحیح دین پر چلے گا وہ دنیا میں کبھی گمراہ نہیں ہوگا اور جو میرے دین اور میرے احکام سے منہ پھرائے گا میں اس کی زندگی کو تنگ کردوں گا اور میں اس کو قیامت کے دن اندھا بنا کر اٹھاؤں گا۔

رونے والی آنکھیں اللہ تعالیٰ کو بہت پیاری ہیں

میری دینی بہنو! گناہ کے معاملے میں کبھی غفلت مت کرو۔

دیکھو! حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا سے ایک چھوٹی سی غلطی ہوگئی؛ لیکن وہ دونوں اطمینان کے ساتھ نہیں بیٹھے؛ بلکہ فوراً اللہ تعالیٰ کے سامنے رونا شروع کردیا۔

میری دینی بہنو! ہم انسان ہیں، کمزور ہیں، غلطی ہوجاتی ہے، گناہ ہوجاتے ہیں؛ لیکن اس کے بعد ہم چین سے نہ بیٹھیں، اپنے اللہ کے سامنے مسلسل معافی مانگنے والے بنیں، رونے والے بنیں، جتنی راتیں، جتنے دن رمضان کے باقی ہیں اس میں خوب روؤ، معافی مانگو۔ اپنے اللہ کے سامنے رونے کی اور معافی مانگنے کی پوری زندگی عادت بناؤ، کوشش کرو کہ گناہ نہ ہو؛ لیکن شیطان اگر بہکا کر گناہ کروا دیوے تو فوراً انسان معافی مانگنے والا بنے۔

دنیا اور آخرت کی ہر بھلائی اللہ سے مانگنی چاہیے

دوسری خاص بات یہ کہ حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا دونوں نے اپنی ہر

ضرورت کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کی، دوسری آیت میں ہے:

لَئِنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۸۹﴾ (الأعراف)

ترجمہ: (اے اللہ!) اگر آپ ہم کو صالح (مکمل، تندرست) اولاد دیں گے تو ہم شکر کرنے والوں میں سے ہوجائیں گے۔

حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا نے یہ دعا مانگی تھی۔

لہذا! ہماری دینی ضرورت ہو کہ دنیوی ضرورت ہر ضرورت ہم اللہ تعالیٰ سے مانگیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کی ضرورت کو اپنے خزانۂ غیب سے پورا فرمائیں گے۔

اللہ تعالیٰ جو نعمتیں دیتے ہیں ان پر ہم شکر ادا کرنے والے بنیں، ترمذی شریف کی حدیث میں ہے کہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی اللہ سے دعا مانگتے تھے تو یہ دعا ضرور مانگتے تھے:

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۲۰۱﴾

اے ہمارے اللہ! آپ ہم کو دنیا میں بھی اچھائی دیجیے اور آخرت میں بھی اچھائی دیجیے اور جہنم کی آگ سے ہم کو بچا کر رکھیے۔ (البقرۃ)

لہذا! اللہ تعالیٰ سے دنیا کی بھلائی بھی مانگو، آخرت بھی مانگو، دین بھی مانگو، دنیا بھی مانگو، ہر چیز اللہ تعالیٰ ہی سے مانگنے والے بنو، جیسے حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا نے مانگا ہے۔

ایک بہت ہی قیمتی بات

ایک بہت قیمتی بات جو اس قصے کے اخیر میں اللہ نے ارشاد فرمائی:

وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ إِلَى حِيْنٍ ﴿۲۴﴾ (الأعراف)

میری دینی بہنو! یہ خاص بات اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا کو سنائی کہ: اے آدم اور حوا! اس دنیا میں تم کو تھوڑے دنوں کے واسطے رہنا ہے، فقط تھوڑا سا وقت دنیا میں ملا ہے۔

دنیا میں جنّتی میوہ یاد آیا

تفسیری روایتوں میں ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کے انتقال کا وقت قریب آیا تو جنتی میوے کی چاہت ہوئی، حضرت آدم علیہ السلام کا عام معمول تھا کہ جب بھی کوئی ضرورت پیش آتی تو اللہ تعالیٰ کے پاس دعا کرتے، حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو حکم دیا کہ: جاؤ! اللہ تعالیٰ سے دعا کرو اور میوے کا سوال کرو۔

آپ کی اولاد کعبہ کی طرف جانے کے لیے روانہ ہوئی، راستے میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کی ملاقات ہوئی، انھوں نے سوال کیا کہ: کہاں جا رہے ہو؟

بتایا: ابا کے لیے جنتی میوے کی دعا کرنے کے لیے جا رہے ہیں۔

اس پر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: میرے ساتھ واپس چلو، ہم ان کے مطلب کی چیز لائے ہیں، حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ دوسرے فرشتے بھی تھے، انھوں نے آ کر آپ کو سلام کیا اور آپ کی روح قبض کی۔

حضرت آدم علیہ السلام کا کفن دفن اور قبر

انتقال کے بعد فرشتے جنت کی خوشبو لائے، جنتی کفن لائے، طاق عدد میں

غسل دیا گیا اور حضرت آدم علیہ السلام کا جنازہ تیار کیا گیا، حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد در اولاد میں سے سو افراد جنازہ اٹھا کر لے گئے، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے چار تکبیر سے نماز پڑھائی، قبلہ کی طرف سے قبر میں اتارا، بغلی قبر بنائی گئی اور قبر کو ہان نما بنائی گئی، ایک روایت کے مطابق منیٰ میں مسجدِ خیف کے بیچ میں آپ کی قبر ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد

تفسیری روایتوں کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام کی حضرت حوا رضی اللہ عنہا سے چالیس اولاد ہوئیں، ہر مرتبہ کی ولادت میں جڑوے (تَوْأَمْ) پیدا ہوئے، ہر مرتبہ میں لڑکا، لڑکی پیدا ہوتے۔

کفّارے کے ساٹھ روزے کی حکمت

کہتے ہیں کہ: حضرت آدم علیہ السلام کا پُتلا زمین کے ساٹھ (۶۰) اجزا سے ملا کر بنا گیا ہے؛ اس لیے انسانوں میں ساٹھ الگ الگ طبیعتیں ہیں اور کفارے میں ساٹھ روزے کی حکمت بھی یہی بتائی جاتی ہے۔

بعض تفسیری روایتوں میں ہے کہ آپ کے انتقال سے پہلے آپ کی اولاد در اولاد میں سے ایک لاکھ انسان تک پیدا ہو چکے تھے۔

آخر ایک دن موت آنے والی ہے

اِس دنیا میں کسی کو ایک ہزار برس کی زندگی بھی مل جائے تو بھی آخرت کے مقابلے میں کچھ نہیں ہے، ہم سے پہلی امتوں میں لوگ ایک ایک ہزار برس کی عمر کے

ہوتے تھے، آٹھ سو برس کی عمر کے ہوتے تھے؛ لیکن وہ بھی دنیا سے چلے گئے، قبر میں جا کر سو گئے، اِس امت کی عمر تو اللہ تعالیٰ نے بہت چھوٹی بنائی ہے، آج بھی جنات کی عمر بہت لمبی ہوتی ہے، آٹھ سو، ہزار، بارہ سو سال کی عمر ہوتی ہے؛ لیکن ان کو بھی موت آتی ہے، وہ بھی قبرستان جا کر سو جاتے ہیں۔

تو ہماری زندگی تو بہت چھوٹی ہے، اللہ تعالیٰ یہی سمجھاتے ہیں کہ: تمھیں دنیا میں بہت تھوڑے دنوں کے واسطے رہنا ہے، دنیا سے فائدہ اٹھانا ہے، دنیا بہت تھوڑی ہے، پتہ نہیں کب موت آجاوے؟

آخرت کی یاد دلانے والے بہترین اشعار

ایک اللہ کے ولی نے بہت اچھے شعر سنائے، آخرت، قبر اور موت کو سامنے رکھ کر یہ شعر سنو، ان شا اللہ! بہت فائدہ ہوگا:

آدمی کا جسم کیا ہے جس پہ شیدا ہے جہاں	ایک مٹی کی عمارت، ایک مٹی کا مکاں

کہ انسان کا جسم کیا ہے جس پر آج دنیا مرتی ہے؟ یہ جسم ایک مٹی کی عمارت ہے اور ایک مٹی کا مکان ہے۔

آگے فرماتے ہیں:

خون کا گارا بنایا، اینٹ جس میں ہڈیاں	چند سانسوں پے کھڑا ہے یہ خیالی آسماں
موت کی پرزور آندھی جس دم آکر ٹکرائے گی	یہ عمارت خاک میں مل جائے گی

یعنی ایک عمارت ہے اور موت کی ایک آندھی ہے، موت نام کا ایک طوفان آئے گا، آندھی آئے گی اور یہ ہماری جسم نام کی عمارت ٹوٹ جائے گی اور قبر میں جا کر

سو جانا پڑے گا۔

میری دینی بہنو! یہ دنیا ہمیشہ رہنے والی نہیں ہے، ماں حوا رضی اللہ عنہا اور حضرت آدم علیہ السلام کو جب اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بھیجا تھا تب ہی کہہ دیا تھا کہ: یہ دنیا ہمیشہ رہنے کے لیے نہیں ہے۔

اس لیے آخرت کی فکر کرو۔

قبر کی فکر کرو۔

موت کی فکر کرو۔

جنازے کی فکر کرو۔

قیامت کی فکر کرو۔

اللہ تعالیٰ کے سامنے جانے کی فکر کرنے والیاں بنو۔

دنیا میں آنے کے بعد ماں حوا رضی اللہ عنہا اور حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کا سلسلہ شروع ہوا اور ان کی اولاد کا قصہ بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو آخرت کی فکر نصیب فرمائے، اِس پورے قصے میں جو نصیحت اور عبرت کی باتیں ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو سمجھ کر اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

دعا

ہمارے درد کا مولیٰ تو ماجرا سن لے	رسولِ پاک کا دیتے ہیں واسطہ سن لے
مصیبتوں میں پھنسے ہیں یہ التجا سن لے	تیرے حضور میں آئے ہیں کبریا سن لے
بری طرح سے ہمیں اب ستایا جاتا ہے	ہمارا آشیاں ہم سے چھڑایا جاتا ہے
اسیرِ بابِ قفص ہم بنائے جاتے ہیں	ہمارے خرمنِ ہستی جلائے جاتے ہیں
پہاڑ ظلم و ستم کے گرائے جاتے ہیں	خبر لے جلد کہ اب ہم مٹائے جاتے ہیں
مدد کو آ شہ گردوں رکاب کا صدقہ	مدینے والے رسالت مآب کا صدقہ
پھر آج کر دے عطا جوشِ خالدِ جرار	پھر آج کر دے ہمیں پیروے شہ ابرار
پھر آج دے دے ہمیں سیفِ حیدرِ قرار	پھر آج کر دے سلاطینِ دہر کا سردار
بھنور سے کشتی ہماری نکال دے مولیٰ	تو آج گرتے ہوؤں کو سنبھال لے لولیٰ

حضرت نوح علیہ السلام

کی

بیوی کا واقعہ

مختصر تعارف

نام: واہلہ ۔(جلالین، سورہ تحریم)

تفسیر مقاتل ابن سلیمان میں حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی کا نام ''والغہ'' بتلایا گیا ہے۔(موسوعہ التفسیر الماثور ۲۲۔۴۸)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ نَحْمَدُہ وَنَسْتَعِیْنُہ وَنَسْتَغْفِرُہ وَنُؤْمِنُ بِہ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہ مِنْ شُرُوْرِاَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا،مَنْ یَّھدِہِ اللّٰہُ فَلَامُضِلَّ لَہ وَمَنْ یُّضْلِلْہ فَلَاھادِیَ لَہ وَنَشْھدُ اَنْ لَّااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہ لَاشَرِیْکَ لَہ وَنَشْھدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ شَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہ وَرَسُوْلُہ،صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہ وَ عَلٰی اٰلِہ وَاَصْحَابِہ وَذُرِّیَّاتِہ وَ اَھلِ بَیْتِہ وَاَھلِ طَاعَتِہ، وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً

اَمَّا بَعْدُ!فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاُوْحِیَ اِلٰی نُوْحٍ اَنَّہٗ لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِکَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَىِٕسْ بِمَا کَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَاصْنَعِ الْفُلْکَ بِاَعْیُنِنَا وَوَحْیِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّھُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَیَصْنَعُ الْفُلْکَ ۟ وَکُلَّمَا مَرَّ عَلَیْہِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِہٖ سَخِرُوْا مِنْہُ ؕ قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْکُمْ کَمَا تَسْخَرُوْنَ ﴿۳۸﴾ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ یَّاْتِیْہِ عَذَابٌ یُّخْزِیْہِ وَیَحِلُّ عَلَیْہِ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ ﴿۳۹﴾ حَتّٰۤی اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ قُلْنَا احْمِلْ فِیْھَا مِنْ کُلٍّ زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ وَاَھْلَکَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَیْہِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ ؕ وَمَاۤ اٰمَنَ مَعَہٗۤ اِلَّا قَلِیْلٌ ﴿۴۰﴾ (الھود)

ترجمہ:اورنوح (علیہ السلام) کی طرف وحی کی گئی کہ تمھاری قوم میں سے جولوگ اب تک ایمان لا چکے ہیں ان کے سوا کوئی دوسرا ہرگز ایمان نہیں لاوے گا؛لہذا جو کام وہ لوگ کررہے ہیں اس کی وجہ سے تم غمگین مت ہوؤ﴿۳۶﴾اور (اے نوح!) تم ہماری نگرانی میں اور ہماری وحی (یعنی حکم) سے کشتی بناؤ اورتم ہم سے ظالموں (کی نجات)

کے بارے میں بات مت کرو، یقیناً وہ (ظالم لوگ) ڈوبنے ہی والے ہیں ﴿۳۷﴾ اور نوح علیہ السلام نے کشتی بنانے کا کام شروع کردیا اور جب بھی ان کی قوم کے کچھ سردار لوگ اس کے پاس سے گذرتے تو وہ اس پر ہنستے تھے، نوح (علیہ السلام) نے کہا: اگر تم ہم پر ہنستے ہو تو ہم بھی (ایک دن) تم پر ہنسیں گے جس طرح تم (آج) ہم پر ہنستے ہو ﴿۳۸﴾ سو عنقریب تم لوگ جان لوگے کہ کس کے پاس ایسا عذاب آتا ہے جو اس کو رسوا کردے گا اور کس پر ہمیشہ رہنے ولا عذاب اترتا ہے ﴿۳۹﴾ یہاں تک کہ جب (ہمارا عذاب دینے کا) حکم آپہنچا اور تنور (پانی سے) جوش مارنے لگا تو ہم نے حکم دیا کہ: ہر قسم کے جانوروں میں سے دودو کے جوڑے اس (کشتی) میں سوار کرلو اور اپنے گھر والوں کو بھی؛ مگر جس کے بارے میں ہمارا حکم پہلے سے جاری ہو چکا ہو، اور جو ایمان لائے ہیں ان کو بھی (کشتی میں بٹھالو) اور نوح علیہ السلام کے ساتھ تھوڑے ہی لوگ ایمان لائے تھے ﴿۴۰﴾

یہ سورۂ ہود کی آیتیں ہیں اور یہی بات اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری جگہ سورۂ تحریم، آیت نمبر دس (۱۰) میں بیان فرمائی:

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ؕ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ۝۱۰

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے نوح (علیہ السلام) کی بیوی کی اور لوط (علیہ السلام) کی بیوی کی حالت بیان فرمائی ہے، یہ دونوں (بیویاں) ہمارے دو خاص نیک بندوں کے نکاح میں تھیں، پھر ان دونوں نے ان دونوں کے ساتھ بے وفائی کی تو وہ دونوں (نیک بندے) اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مقابلے میں ان دونوں (بیویوں) کو

کچھ بھی کام نہیں آسکے اوران عورتوں کو حکم دیا گیا کہ دوسرے (آگ میں) داخل ہوئے لوگوں کے ساتھ تم دونوں بھی آگ میں داخل ہوجاؤ۔

اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر نبیوں میں سے ایک نبی حضرت نوح علیہ السلام ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کا اصلی نام اور نوح نام کی وجہ تسمیہ

کہتے ہیں کہ: حضرت نوح علیہ السلام کا نام ''عبدالجبار'' تھا اوران کو نوح ''نوحہ'' کی وجہ سے کہتے تھے۔''نوحہ'' عربی میں ''رونے'' کو کہتے ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام اللہ کے سامنے بہت روتے تھے،اس رونے کی وجہ سے ان کا نام نوح مشہور ہوگیا، باقی ان کا نام عبدالجبار یا عبدالغفار تھا۔

حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی کی چند بری عادتیں: (ا) کفر

کہتے ہیں کہ: ان کی ایک بیوی کافرہ تھی، ایمان نہیں لائی تھی اور پوری زندگی کفر پر رہی، اس کا نام ''وائلہ'' تھا۔

بعض تفسیر کی کتابوں میں ''والعہ'' لکھا ہے۔

بعض تفسیر کی کتابوں میں ''واغلہ'' لکھا ہے۔

اللہ کے نبی حضرت نوح علیہ السلام نے سب کو دین کی دعوت دی تو اپنی یہ بیوی وائلہ کو بھی آپ نے دین کی دعوت دی۔

اگلی شریعتوں اور شروع اسلام میں کافر کے ساتھ نکاح جائز تھا

اس زمانے میں ایسا کرنا جائز تھا کہ مسلمان کی شادی کافر کے ساتھ ہو اور کافر

کی شادی مسلمان کے ساتھ ہو؛لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ نے حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی امت کے واسطے یہ قانون بنا دیا کہ کوئی مسلمان کسی کافر عورت سے شادی نہیں کرسکتا اور کوئی مسلمان عورت کسی کافر مرد سے شادی نہیں کرسکتی، یہ قانون ایک دم صاف صاف قرآن میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرما دیا ہے:

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ؕ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ؕ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ. (البقرۃ:۲۲۱)

ترجمہ:اورتم (اے مسلمانو!)مشرکہ عورتوں سے اس وقت تک شادی مت کرو جب تک کہ وہ ایمان نہ لے آویں اور (یہ بات یاد رکھو کہ) ایمان والی باندی (کسی بھی) مشرکہ عورت سے بہتر ہے، چاہے وہ (مشرکہ عورت) تم کو پسند آرہی ہو اور تم (مسلمان عورتوں کا) مشرک مردوں کے ساتھ نکاح مت کراؤ جب تک کہ وہ (مشرک) ایمان نہ لے آویں اور (یہ بات سن لو کہ ایک) ایمان والا غلام (کسی بھی) مشرک مرد سے بہتر ہے اگرچہ وہ (مشرک مرد) تم کو پسند آرہا ہو (تو بھی شادی مت کرو)۔

(۲) جاسوسی

حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں کافر سے نکاح جائز تھا؛اس لیے نوح علیہ السلام کی ایک بیوی کافرہ تھی، وہ ایمان نہیں لائی تھی، کافرہ ہونے کے ساتھ ساتھ اس میں ایک بری بات یہ تھی کہ وہ جاسوسی کرتی تھی۔

حضرت نوح علیہ السلام کے یہاں کوئی مہمان آتا تو وہ کافروں کو خبر کردیتی تھی کہ

آج اللہ کے نبی کے پاس کوئی مہمان آیا ہے تو وہ کافر لوگ آکر حضرت نوح علیہ السلام کو تو ستاتے ہی تھے؛ لیکن مہمان کو بھی ستاتے تھے۔

کوئی آدمی ایمان لانا چاہتا، مسلمان ہونا چاہتا اور اللہ کے نبی کے پاس آکر ایمان لاتا تو یہ بیوی اپنی قوم کے لوگوں کو، کافروں کو بتلا دیتی تھی کہ فلاں آدمی ایمان لے آیا ہے تو وہ ظالم لوگ اس ایمان لانے والے کو جا کر پریشان کرتے، ستاتے، دکھ دیتے؛ تاکہ وہ آدمی۔نعوذ باللہ۔ایمان کو چھوڑ دے۔

(۳) نفاق

اسی طرح اس عورت کی ایک دوسری خطرناک عادت تھی کہ بہت دنوں تک یہ منافقہ بن کر نبی کے گھر میں رہی۔

منافقہ کا مطلب یہ ہوتا کہ: اوپر اوپر سے اپنے آپ کو مسلمان کہتی اور اندر سے وہ کافرہ تھی، تو نبی کو یوں کہے کہ: میں مسلمان ہوں، کلمہ پڑھ لیا ہے اور اندر سے وہ ایمان نہیں لائی تھی، وہ کافرہ تھی۔

(۴) اللہ کے نبی کو پاگل کہنا

ایک اور خطرناک بات اس عورت میں یہ تھی کہ: اللہ کے نبی کو پاگل کہتی تھی؛ حالاں کہ اس کے شوہر ہیں، ان کے ساتھ نکاح کیا ہے اور شادی کر کے ان کے گھر میں آئی ہے پھر بھی وہ اللہ کے نبی کو پاگل کہتی، مجنون کہتی۔

کوئی دوسرا آدمی پاگل کہے تو وہ بھی گناہ ہے اور یہ تو گھر کا آدمی، گھر کی عورت، بیوی وہ اپنے شوہر کو پاگل کہے تو اس کی وجہ سے اللہ کے نبی کو کتنی تکلیف پہنچتی ہوگی؟

حضرت نوح علیہ السلام کو اس بیوی کے پاگل کہنے سے بہت تکلیف ہوتی تھی؛ لیکن حضرت نوح علیہ السلام نے صبر کیا اور ایمان کی دعوت دیتے رہے۔

(۵) خیانت

یہ عورت خود اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ خیانت کرتی تھی۔

خیانت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ: نبی کے گھر میں رہ کر ایمان کے ساتھ رہنا چاہیے، نبی کی بعض باتیں دوسروں کو بتلانا نہیں چاہیے، اس وقت کے حالات کے لحاظ سے نبی کے گھر کوئی مہمان آوے یا کوئی ایمان لاوے تو دوسروں کو بتانا نہیں چاہیے۔

لیکن یہ عورت نبی کے ساتھ رہ کر ایمان نہیں لائی، یہ بہت بڑی خیانت کی؛ کیوں کہ یہ دین پورا کا پورا اللہ تعالیٰ کی طرف سے امانت ہے، اللہ تعالیٰ خود قرآن میں ایک آیت میں فرماتے ہیں:

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ﴿۷۲﴾ (الأحزاب)

ترجمہ: یقین رکھو یہ امانت (یعنی شریعت) ہم نے آسمانوں اور زمین اور پہاڑ کے سامنے پیش کی تھی تو انھوں نے تو اس (کی ذمے داری) کو اٹھانے سے انکار کر دیا اور ان (احکام کی ذمے داری) سے وہ لوگ ڈر گئے اور انسان نے اس کو اٹھا لیا، یقیناً وہ (انسان) بہت بڑا ظالم، بہت بڑا جاہل ہے۔

یہ دین پورا کا پورا امانت ہے اور جو مرد اور عورت اس پر عمل نہ کرے وہ امانت میں خیانت کر رہے ہیں۔ اس عورت نے دین پر عمل نہیں کیا اور خیانت کی اور نبی کے

یہاں آنے والے مہمان اور نبی کے یہاں ایمان لانے والے کی خبر لوگوں کو کر دیتی تھی، یہ بھی اس کی خیانت تھی۔

عورتوں کی بہترین صفت: شوہر کی ہر چیز میں امانت داری

یہاں رک کر میں آپ کو ایک اہم بات بتلاتا ہوں:

عورت کو اپنے شوہر کی باتوں کے بارے میں امانت دار ہونا چاہیے۔

شوہر کے مال میں امانت دار ہونا چاہیے۔

شوہر کی جو چیز اس کے پاس ہے اس میں امانت دار ہونا چاہیے۔

میاں بیوی آپس میں جو خفیہ (private) بات چیت کرتے ہیں وہ بات کسی اور کو نہیں بتلانا چاہیے، یہ بھی امانت ہے۔

شوہر کا مال ہے، پیسے ہیں، روپیے ہیں، ڈالر ہیں، شوہر کے گھر میں سامان ہیں وہ شوہر کی اجازت کے بغیر کسی کو دینا نہیں چاہیے، یہ بھی امانت ہے۔

خود عورت کی ذات یہ بھی شوہر کی امانت ہے کہ وہ اپنی ذات، اپنے جسم کو کسی دوسرے مرد کو حوالے نہ کرے۔

تو یہ ایک بہت بڑی امانت داری ہے جو ہمیں بھی اپنی زندگی میں لانے کی ضرورت ہے کہ شوہر کی بات، شوہر کا مال، شوہر کی چیز یعنی خود اپنی ذات اس میں امانت داری کا ہمیشہ لحاظ کرنا چاہیے۔

لیکن یہ عورت حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی ہو کر امانت داری کا لحاظ نہیں کرتی تھی، اللہ کے نبی ایمان والے ہیں، ایمان کی دعوت دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی عبادت

کرتے ہیں اور یہ عورت ایمان بھی نہیں لائی اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتی تھی اور یہ چیز اللہ تعالیٰ کو بالکل پسند نہیں ہے۔

بیوی کو شوہر کے دینی کاموں میں معاون بننا چاہیے، رکاوٹ نہ بننا چاہیے

ہماری دینی بہنوں کو اپنے شوہر کا منہج، مزاج، اپنے شوہر کا دینی طریقہ سمجھنا چاہیے، اگر شوہر دین دار ہے، عالم، حافظ، قاری، مفتی ہے تو اس کی دین داری میں اس کی مدد کرنی چاہیے، وہ جو بھی دین کا کام کرے اس دین کے کام میں عورت کو مدد کرنی چاہیے، رکاوٹ نہیں بننا چاہیے اور شوہر پر جو دینی ذمے داری ہے تو دینی ذمے داری ادا کرنے میں بھی عورت کو مدد کرنی چاہیے۔

اے کاش کہ میں بھی کوئی کتاب ہوتی!

ہمارے بزرگوں میں سے بہت سے عالموں کے بارے میں کتابوں میں لکھا ہے کہ وہ رات کو حدیث کی، مسائل کی کتابیں پڑھنے بیٹھتے تھے، آدھی آدھی رات ہوجاتی تھی کتابیں پڑھتے رہتے؛ چوں کہ صبح دوسروں کو کتاب پڑھانی ہوتی، مسائل پڑھانے ہوتے تو ان کی بیویوں کی باتیں کتابوں میں لکھی ہیں کہ ان کی بیویاں اپنی زبان سے یوں کہتی تھیں: اِنَّ هٰذِهِ الْكُتُبَ أَشَدُّ عَلَيَّ مِنْ ثَلَاثَةِ ضَرَائِرَ۔

ترجمہ: یہ جو کتابیں ہیں وہ میرے لیے تین سوکن سے بھی زیادہ بھاری ہیں۔
اور کاش کہ میں کوئی کتاب ہوتی تو میرے شوہر مجھے بھی اس قدر دیکھتے!

ایسے ایسے ہمارے اسلاف تھے، اللہ والے تھے جو رات رات کتابیں پڑھتے رہتے تو ان کی بیویوں کو زبان سے ایسا کہنا پڑتا۔

عورتوں کو اپنے شوہر کا دینی مزاج، دینی ذمے داری وغیرہ چیزیں سمجھنی چاہیے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی نے اپنے شوہر کی دینی ذمے داری کو نہیں سمجھا اور دینی ذمے داری کی اس نے مخالفت کی تو اللہ تعالیٰ نے اس بیوی پر عذاب بھیجا اور اس کو بھی عذاب میں ہلاک کیا ہے، یہ عورت اپنے شوہر اللہ کے نبی کی دشمن بن گئی۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلانِ جنگ

میری دینی بہنو! اللہ تعالیٰ کے جو نیک بندے اور نیک بندیاں ہوتی ہیں ان کی کبھی دشمنی مت کرنا، جس نے اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اور نیک بندیوں سے دشمنی کی تو حدیث میں آتا ہے کہ: اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لیے لڑائی کا اعلان ہے:

عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم: مَنْ عَادىٰ لِي وَلِيّاً فَقَدْ اٰذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ. (بخاری شریف، کتاب الرقاق)

یعنی جو بھی اللہ تعالیٰ کے ولی کو ستاوے گا، اللہ تعالیٰ کی نیک بندی کو ستاوے گا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لیے لڑائی کا اعلان ہے۔

یہ بیوی ہو کر اللہ تعالیٰ کے نبی کی دشمن تھی تو اللہ تعالیٰ نے اس عورت کو خطرناک عذاب میں مبتلا فرمایا اور اس بیوی نے خیانت سے کام لیا اور بیوی کی خیانت اولاد کے مقابلے میں بہت خطرناک سمجھی جاتی ہے۔

نوح علیہ السلام کا بیٹا بھی کافر تھا

ایسے تو نوح علیہ السلام کا ایک بیٹا بھی کافر تھا، وہ بھی خیانت کرتا تھا، اس کی بات بھی قرآن میں موجود ہے کہ نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو دعوت دی:

وَنَادٰی نُوۡحُ ۨ ابۡنَهٗ وَكَانَ فِىۡ مَعۡزِلٍ يّٰبُنَىَّ ارۡكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنۡ مَّعَ الۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۴۲﴾ قَالَ سَاٰوِىۡۤ اِلٰى جَبَلٍ يَّعۡصِمُنِىۡ مِنَ الۡمَآءِ ؕ قَالَ لَا عَاصِمَ الۡيَوۡمَ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنۡ رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَيۡنَهُمَا الۡمَوۡجُ فَكَانَ مِنَ الۡمُغۡرَقِيۡنَ ﴿۴۳﴾ (هود)

ترجمہ: اور نوح (علیہ السلام) نے اپنے بیٹے (یام جس کو کنعان کہتے ہیں، بعض روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ وہ آپ کا سوتیلا بیٹا تھا) کو۔ جو ایک الگ جگہ پر تھا۔ آواز دی: اے میرے پیارے بیٹے! تو ہمارے ساتھ (کشتی میں) سوار ہو جا اور تو کافروں کے ساتھ مت رہ۔ وہ بیٹا کہنے لگا کہ: ابھی میں کسی پہاڑ پر چلا جاؤں گا جو مجھ کو پانی میں (ڈوبنے سے) بچالے گا۔ نوح (علیہ السلام) نے فرمایا: آج اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے کوئی بچانے والا نہیں ہے؛ مگر جس پر اللہ تعالیٰ رحم کریں اور ان دونوں (باپ بیٹے) کے درمیان ایک موج حائل ہوگئی، سو وہ (بیٹا) ڈوبنے والوں میں سے ہوگیا۔

یعنی حضرت نوح علیہ السلام نے کہا: اے بیٹے! ایمان لے آ اور ہمارے ساتھ کشتی میں آجا۔ جواب میں وہ بیٹا جوانی کے نشے میں کہتا ہے:

ابا! آپ جس عذاب سے مجھ کو ڈراتے ہو تو جب پانی کا عذاب آئے گا تو میں کسی پہاڑ پر چلا جاؤں گا اور اپنے آپ کو بچالوں گا۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اس کو فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے عذاب سے آج کوئی نہیں بچا سکتا، صرف ایمان سے بچ سکتے ہو۔

بیوی کا شوہر کے معاملے میں خیانت کرنا بڑا خطرناک ہے

بہر حال! بیٹے نے بھی خیانت کی؛ لیکن بیٹے کی خیانت کو اللہ تعالیٰ نے مثال کے طور پر بیان نہیں فرمایا، ہاں! بیوی نے جو خیانت کی اللہ تعالیٰ نے اس خیانت کو مثال کے طور پر اس آیت میں بیان فرمایا۔

اس سے معلوم ہوا کہ بیوی اگر شوہر کے معاملے میں خیانت کرے تو وہ خیانت بڑی خطرناک سمجھی جاتی ہے۔

عورت کو شوہر کے تابع رہنا چاہیے

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: یہ حضرت نوح الطَیّٰلا کی بیوی اللہ تعالیٰ کے نبی کے نکاح میں تھی، یہاں لفظ ہے: کانتا تحت عبدین من عبادنا۔

''تَحتَ'' کا لفظ ہے، اس کا میں ترجمہ کروں تو اللہ تعالیٰ یہ بتلانا چاہتے تھے کہ: یہ بیوی اپنے شوہر حضرت نوح الطَیّٰلا کی ماتحتی (Under) میں تھی۔

اس سے یہ بات سمجھ میں آئی کہ عورتوں کو اپنے شوہر کے ماتحت رہ کر شریعت کے قانون کے مطابق زندگی گذارنی چاہیے اور عورتوں کا شوہر کے اوپر سوار ہونا، شوہر سے آگے ہو جانا، شوہر کی نافرمانی کرنا، شوہر کی بات نہ ماننا یہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے۔

بہر حال! یہ عورت ایمان نہیں لائی، اللہ کے نبی کی مخالفت کرتی رہی، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر خطرناک عذاب بھیجا گیا۔

اور عذاب کیا آیا؟ پوری دنیا پانی سے بھر گئی۔

تنّور کا مطلب

ایک چھوٹا سا کھڈا بناتے ہیں، کھڈے میں آگ جلاتے ہیں اور اس میں روٹی بنتی ہے، دلی، دیوبند، سہارنپور میں اس طرح کھڈے میں تنور لگا کر روٹی بناتے ہیں، اس کو تنور کی روٹی کہتے ہیں، اس میں آگ جلتی ہے۔

وہاں ایک تنور تھا جس میں آگ جلتی تھی، روٹی بنائی جاتی تھی۔

تنور جنت سے ماں حوا رضی اللہ عنہا لائی تھی

کہتے ہیں کہ: حضرت حوا رضی اللہ عنہا جنت میں سے وہ تنور لے کر آئی تھیں۔

یعنی ماں حوا رضی اللہ عنہا کو جب اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اتارا تھا تو جنت میں سے دنیا میں آتے آتے حضرت حوا رضی اللہ عنہا اپنے ساتھ کچھ سامان لے کر دنیا میں آئی تھیں، اس میں ایک تنور بھی تھا۔

عورتوں کا پرانا مزاج

یہ ہماری بہنوں کا پرانا مزاج ہے کہ ماں باپ کے گھر سے سسرال جائے گی تو کچھ ضروری سامان ساتھ میں لے کر جائے گی، جیسا کہ ماں حوا رضی اللہ عنہا بھی جنت میں سے تنور ساتھ میں لے کر آئی تھی۔

عذاب کی ایک نشانی: تنور میں سے پانی کا ابلنا

اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا تھا کہ: جب اس تنور میں سے۔جس میں آگ ہے۔ آگ بجھ جائے اور اندر سے پانی کا فوارہ نکلے تو سمجھ جانا کہ اللہ کا عذاب آرہا ہے۔

اور ہوا بھی ایسا، حضرت نوح علیہ السلام نے نوسو پچاس (۹۵۰) سال لگاتار اپنی قوم کو دین کی دعوت دی اور قوم کے اکثر لوگ ایمان نہیں لائے تو ایک دن صبح صبح اس تنور میں سے پانی کا فوارہ نکلا اور اللہ تعالیٰ کا عذاب آنا شروع ہوا، پوری دنیا میں اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا۔

عذاب کی کیفیت اور ہولنا کی

دینی بہنو! اتنا بڑا عذاب آیا کہ پوری دنیا میں پانی! آسمان سے پانی برس رہا ہے، زمین میں سے پانی نکل رہا ہے اور پوری دنیا ڈوب گئی، ختم ہوگئی۔

بلکہ تفسیر میں لکھا ہے کہ: اس زمانے میں دنیا میں جو سب سے اونچا پہاڑ تھا، اس کی سب سے اوپر کی چوٹی پر چالیس ہاتھ پانی تھا، اندازہ لگاؤ! کتنا بڑا عذاب ہوگا؟

کعبۃ اللہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اٹھالیا اور حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھ ایمان والے کشتی میں بیٹھ گئے، اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو بچالیا، حضرت نوح علیہ السلام کی پوری قوم کو غرق کر کے ختم کر دیا۔

ان کا ایک بیٹا - جو ایمان نہیں لایا تھا وہ - ڈوب کر ختم ہوگیا۔

اور ان کی بیوی ''واغلہ'' کو بھی - جو ایمان نہیں لائی تھی - اللہ تعالیٰ نے ڈُبا کر کے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا۔

ایمان کے بغیر نیک لوگوں کی صحبت فائدہ نہیں دیتی

میری دینی بہنو! انسان جب نیک لوگوں سے دوستی رکھتا ہے تو اس کا فائدہ ہوتا ہے؛ لیکن اس کے لیے ایمان لانا شرط ہے، اگر ایمان ہوگا تو نیک لوگوں کی دوستی فائدہ

دے گی اور ایمان نہیں ہوگا تو نیک لوگوں کی دوستی فائدہ نہیں دے گی۔

حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی ایک نبی کے نکاح میں تھی؛ لیکن ایمان نہیں تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کو دنیا میں پانی میں غرق کر دیا اور آخرت میں اس کو جہنم کی آگ میں داخل کریں گے۔

ایمان کے بغیر نبی یا نیک لوگوں کی رشتے داری بھی کوئی فائدہ نہیں دیتی

اسی طریقے سے کوئی آدمی نبی کے ساتھ یا اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے ساتھ رشتے داری رکھتا ہو، دوستی اور رشتے داری فائدہ دیتی ہے؛ لیکن اس کے لیے بھی اپنے اندر ایمان ہونا چاہیے، اپنے اندر کچھ نیک اعمال بھی ہونا چاہیے تو یہ دوستی اور رشتے داری اللہ تعالیٰ کے یہاں فائدہ دیتی ہے۔

ہائے بدنصیبی!

دینی بہنو! بعض لوگ اتنے بدنصیب ہوتے ہیں، اتنے برے نصیب والے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسا برا نصیب والا ہونے سے ہماری حفاظت فرمائے۔ کہ نبی کے گھر میں رہتے رہتے بھی ایمان کی توفیق نہیں ہوئی۔

لہذا کہیں ایسا نہ ہو جاوے کہ کوئی اللہ تعالیٰ کا نیک بندہ ہمارے ساتھ شادی کر لیوے؛ لیکن اس کے باوجود ہماری زندگی میں نیکی نہ آئے۔ وہ تو اللہ تعالیٰ کا بندہ ہمارا شوہر نیک ہے، نمازی ہے، دین دار ہے؛ لیکن آج تک ہماری زندگی میں دین داری نہ

آئی-ایسا نہیں ہونا چاہیے، یہ بہت بڑی بدبختی کی بات ہے، بہت بڑے برے نصیبے کی بات ہے کہ کسی نیک کے ساتھ رہے اور اپنے اندر کچھ نہ آوے۔

جیسے نوح علیہ السلام کی بیوی ایک نبی کے ساتھ رہی؛ لیکن اس نے نبی کے ساتھ رہ کر دین نہیں سیکھا، ایمان نہیں سیکھا، اچھے اعمال نہیں سیکھے تو اللہ تعالیٰ نے اس بیوی کو جہنم کی آگ میں داخل فرمایا اور دنیا میں پانی میں ڈبو کر ختم کر دیا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کے لیے ''عِبَادِنَا'' کا لفظ استعمال فرمایا، اس سے ان دونوں نبیوں کی خصوصی فضیلت ظاہر ہوتی ہے کہ یہ دونوں نبی اللہ تعالیٰ کے بہت زیادہ برگزیدہ اور اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں میں سے سمجھے جاتے تھے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی اچھے لوگوں کے ساتھ رہنے کی اور ان سے اچھی عادتیں سیکھنے کی توفیق عطا فرماوے، اچھے لوگوں کے ساتھ رہ کر اچھی زندگی گذارنے کی اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے اور حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی کا جو برا انجام ہوا ایسے برے انجام سے اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے، آمین۔

شانِ اہل اللہ

خدایاد آئے جن کو دیکھ کر وہ نور کے پتلے	نبوت کے یہ وارث ہیں یہی ظلِّ رحمانی
یہی ہیں جن کے سونے کو فضیلت ہے عبادت پر	انہی کے اتقاء پر ناز کرتی ہے مسلمانی
انہی کی شان کو زیبا نبوت کی وراثت ہے	انہی کا کام ہے دینی مراسم کی نگہبانی
رہیں دنیا میں اور دنیا سے بالکل بے تعلق ہوں	پھریں دریا میں اور ہرگز نہ کپڑوں کو لگے پانی
اگر خلوت میں بیٹھے ہوں تو جلوت کا مزہ آئے	اور آئیں اپنی جلوت میں تو ساکت ہو سخن دانی

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پہلی زوجۂ محترمہ: حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ

مختصر تعارف

نام: سارہ۔

وجہ تسمیہ: ابن عساکر کے حوالہ سے لکھا گیا ہے کہ سارہ کا نام پہلے یسارہ تھا، ایک مرتبہ جب حضرت جبریل علیہ السلام نے ان کو پکارا تو سارہ کہا تھا تو انھوں نے انکار کیا کہ: میرا نام سارہ نہیں، یسارہ ہے۔ (یسارہ ''بانجھ'' کو کہتے ہیں، جسے اولاد نہ ہو سکے اور سارہ یعنی وہ عورت جس میں جننے کی صلاحیت ہو)۔

حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ: تو یسارہ تھیں کہ حمل نہ ٹھہر سکتا تھا، اب تو سارہ ہے یعنی تجھے حمل بھی ٹھہرے گا اور تو اس بچہ کو دودھ بھی پلائے گی۔ (موسوعہ التفسیر الماثور ۱۱/ ۳۴۸)

خاندان: آپ بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ کی لڑکی تھیں۔

شکل: آپ بہت خوب صوت تھیں۔ بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت حواء کے مانند خوب صورت تھیں۔

نکاح: آپ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی پہلی بیوی تھیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پر سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں سے تھیں۔

وطن: آپ کا وطن بابل عراق تھا۔

آپ ہی پہلی وہ خاتون ہیں جس نے عراق سے شام تک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہجرت کی۔

مدفن: آپ کی قبر مقبوضہ فلسطین کے شہر الخلیل کے حرم الخلیل میں واقع ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِاَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا،مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَامُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ شَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ،صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَ اَھلِ بَیْتِہٖ وَاَھلِ طَاعَتِہٖ، وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً

اَمَّا بَعْدُ!فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَقَالَ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ﴿۹۹﴾ (الصافات)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقام ومرتبہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی اللہ تعالیٰ کے نبیوں اور پیغمبروں میں سے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت اونچا مقام اور درجہ عطا فرمایا تھا، اتنا اونچا مقام عطا فرمایا تھا کہ ایک حدیث کے مطابق اس دنیا میں تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی آئے، ان میں (مرتبے کے اعتبار سے) پہلا نمبر حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور دوسرا نمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے، اتنے بڑے اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا شہر اور آپ کا قوم کو دعوت دینا

حضرت ابراہیم علیہ السلام عراق کے ایک شہر ''بابل'' میں رہتے تھے، اس زمانے میں عراق کا ''بابل'' شہر بہت مشہور تھا، اسی بابل شہر میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی،

وہ بابل شہر بعد میں ویران ہو گیا، ابھی کچھ وقت قبل اس کے کھنڈرات نکلے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دین کی دعوت دینے کا حکم دیا، عراق کے لوگ آپ کے مخالف ہو گئے، وہاں کا بادشاہ خود کافر تھا اور لوگوں کے پاس کفر اور شرک کرواتا تھا، آپ کے ابا جان آزر اور آپ کی امی دونوں پکے کافر تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ابا آزر بت بنانے میں بڑے ماہر تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب ایک اللہ کی عبادت کی دعوت دی تو پورا عراق آپ کا مخالف ہو گیا، ماں باپ بھی آپ کے مخالف ہو گئے۔

عام طور پر یہی ہوتا ہے کہ کوئی بھی دین کا داعی، دین کی بات لے کر اٹھتا ہے تو لوگ اس کے مخالف بن جاتے ہیں؛ لیکن داعی کو تکلیف اور مخالفت سے گھبرانا نہیں چاہیے؛ بلکہ دین کی دعوت جاری رکھنی چاہیے۔

قوم کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ستانا

دشمنوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ستانا شروع کیا اور آپ کو ختم کر دینے کا پلان بنایا، آپ کے لیے بڑی خطرناک آگ جلائی گئی اور اس آگ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ڈالا گیا؛ لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس آگ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حفاظت فرمائی، قرآنِ مجید میں آیتِ کریمہ ہے:

قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴿٦٩﴾ (الأنبياء)

ترجمہ: ہم نے حکم دیا کہ: اے آگ! تو ابراہیم (علیہ السلام) کے لیے ٹھنڈی اور سلامتی (آرام) والی ہو جا ﴿۶۹﴾

اللہ تعالیٰ نے آگ کو حکم دیا تو آگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واسطے ٹھنڈی اور سلامتی والی بن گئی، اللہ تعالیٰ نے آگ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حفاظت فرمائی، اس کا واقعہ بہت لمبا ہے، ان شاء اللہ! کسی دوسرے وقت عرض کروں گا۔

اِس آیت کا ایک فائدہ

اگر کسی کو بخار آجائے تو اکتالیس (41) مرتبہ یہ آیتِ کریمہ اول آخر تین مرتبہ درود شریف پڑھ کر پانی پر دم کر کے مریض کو پلا دو یا بیمار پر دم کردو تو ان شاء اللہ! اس کا بخار ختم ہو جائے گا، گھر میں بچوں کو بخار آجائے، بڑوں کو بخار آجائے، تو اس آیت کا یہ عمل بہت فائدہ والا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی استقامت

حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے حکم سے آگ سے بچ گئے؛ لیکن آپ نے عراق میں دین کی دعوت نہیں چھوڑی، بہت تکلیفیں برداشت کیں، کوئی ایمان نہیں لایا؛ بلکہ لوگ آپ کے دشمن بن گئے، صرف دو آدمی ایمان لائے، ایک مرد تھا اور ایک عورت تھی، مرد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے یا بھانجے۔ اس بھتیجے یا بھانجے کو بھی اللہ تعالیٰ نے بعد میں نبی بنایا۔ جن کا نام حضرت لوط علیہ السلام ہے۔

ایک وفادار عورت: حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

دوسری ایک عورت ایمان لائی وہ آپ علیہ السلام کی بیوی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا تھیں، یہ آپ کی رشتے دار تھی، چچا کی یا ماموں کی لڑکی تھی، ان کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام

کی شادی ہوئی تھی۔

یہ عورت بہت وفادار عورت ثابت ہوئی، حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان بھی لائی اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہجرت کرنی پڑی اس وقت یہ سارہ نام کی بیوی بھی آپ کے ساتھ ہجرت کر کے گئی۔

یہ بہت خوب صورت عورت تھیں اور اپنے شوہر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بہت ہی زیادہ مطیع اور فرماں بردار تھیں، ایمان بھی لائی اور ہجرت بھی کی۔

عورت کو دینی کاموں میں شوہر کا ساتھ دینا چاہیے

اللہ تعالیٰ ہماری دینی بہنوں کو یہ توفیق عطا فرماویں کہ دین کے کام میں وہ اپنے شوہر کی مدد کرنے والی بنیں۔ اللہ کے نبی ہجرت کر کے جا رہے ہیں تو اس عورت نے ایسا نہیں کہا کہ: میں تو یہیں رہوں گی، میرے ماں باپ یہاں رہتے ہیں؛ بلکہ وہ عورت ہجرت کر کے ساتھ میں چلی گئی۔

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی برابر مدد کرتی رہیں۔

اِس سے یہ بات سمجھ میں آئی کہ ہماری بہنوں کو چاہیے کہ وہ دین کے کاموں میں اپنے شوہروں کی مدد کرنے والیاں بنیں۔

نیک کام میں دوسرے کی مدد کرنی چاہیے نہ کہ برے کام میں

حدیث میں بھی آتا ہے کہ: ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ نیکی اور بھلائی کے کام میں دوسرے مسلمان بھائی کی مدد کرے، قرآن میں بھی اللہ تعالیٰ نے ہم کو حکم دیا:

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۖ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۖ

وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۲ (المائدۃ)

ترجمہ: اور تم نیکی اور تقویٰ کے کام میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم کے کام میں تم ایک دوسرے کی مدد مت کیا کرو اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو، یقیناً اللہ تعالیٰ کا عذاب بڑا سخت ہے۔

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا وہ عظیم نیک خاتون ہیں جس نے پورے گندے ماحول میں اپنے شوہر کی مدد کی، خود بھی ایمان لائیں، ایمان پر مضبوط رہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مدد کرتی رہیں۔

انسان کو جب گھر والوں کی طرف سے دینی کام میں مدد ملتی ہے تو بہت آسانی ہوجاتی ہے۔

گھر والوں کی اصلاح

میرے مرشدِ ثانی حضرت شیخ الحدیث مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم فرمایا کرتے ہیں کہ: جب گھر میں بیوی بچے دینی مزاج کے ہوں گے تو آدمی گھر سے باہر پورے اطمینان کے ساتھ دین کے کام کرسکتا ہے، اگر گھر کا ماحول درست نہیں ہوتا تو پھر باہر دینی کام میں الجھنیں ہی رہتی ہیں اور دوسرے لوگوں پر بھی ہماری دعوت کا اثر کم ہوتا ہے۔

اس لیے قرآنِ مجید میں بھی ہم کو حکم دیا گیا کہ ہم ہمارے گھر والوں کو دین دار بنانے کی خاص فکر کریں، یہ ہماری ذمے داری ہے اور ضروری بھی ہے، ورنہ آدمی گھر کے باہر دینی کاموں میں مشغول رہے اور گھر والے بے دین ہوں، نمازی نہ ہوں، حرام

کام کرتے ہوں، تو یہ ہرگز ہرگز مناسب نہیں ہے، انسان کو اپنے گھر والوں کی بھی دینی فکر کرنا چاہیے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اپنی بیوی سے محبت کی وجوہات

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنی بیوی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا سے بڑی محبت تھی اور محبت ہونا بھی ظاہری بات تھی کہ جس بیوی نے اکیلے پورے عراق میں آپ کا ساتھ دیا۔

اللہ کے نبی کے پورے عراق والے دشمن، سگے ماں باپ بھی دشمن، خاندان والے بھی دشمن، حکومت اور بادشاہ بھی دشمن، ایسے خطرناک ماحول میں جس بیوی نے آپ کا ساتھ دیا، آپ کی مدد کی، اس بیوی سے محبت تو ہونی ہی تھی۔

دوسری وجہ

دوسری بات یہ تھی کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے مدد کی اور ایمان بھی لائیں اور ایمان کی برکت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنی بیوی سے محبت اور زیادہ ہوگئی۔

تیسری وجہ

تیسری وجہ یہ تھی کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا آپ کی رشتے دار تھیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شادی اپنے رشتے دار میں ہوئی تھی اور رشتہ داری کی وجہ سے محبت زیادہ تھی۔

ایک غلط سوچ کی اصلاح

آج کل بعض ڈاکٹر لوگ کہتے ہیں کہ: رشتے داروں میں شادی کرنے سے

بعض خطرناک بیماریاں پیدا ہوتی ہیں، یہ بات سراسر غلط ہے، خود حضرت نبی کریم ﷺ نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح اپنے چچازاد بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کروایا۔

ڈاکٹر حضرات کی ایک بیماری ہے کہ جب کسی مرض کی صحیح وجہ سمجھ میں نہیں آتی تو وہ اس قسم کی باتیں بتادیتے ہیں؛ اس لیے رشتے داروں میں شادی کرو، اس میں کوئی تکلیف نہیں ہے، ہمارے بڑے کہا کرتے تھے: لڑکی گھر میں ہو تو شادی کے لیے محلے میں مت جاؤ، محلے میں ہو تو گاؤں میں مت جاؤ، گاؤں میں ہو تو دوسرے گاؤں مت جاؤ۔

چوتھی وجہ: دنیا کی سب سے زیادہ حسین عورت

چوتھی وجہ کتابوں میں یہ لکھی ہے کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے بڑا حسین اور بہت خوب صورت بنایا تھا۔

کہتے ہیں: اس دنیا میں سب سے زیادہ حسین عورت حضرت حوا رضی اللہ عنہا تھیں اور حضرت حوا رضی اللہ عنہا خوب صورت ہوں گی ہی؛ اس لیے کہ وہ دنیا کی تمام عورتوں کی ماں ہیں۔

نیز حضرت حوا رضی اللہ عنہا کی پیدائش جنت میں ہوئی تھی اور اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے ان کو پیدا فرمایا تھا۔

دوسرے نمبر کی خوب صورت عورت

دوسرے نمبر کی خوب صورت عورت حضرت سارہ رضی اللہ عنہا تھیں۔

تو کتنی ساری فضیلتیں جمع ہوگئیں: ایک تو حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے فتنے کے ماحول میں اپنے شوہر کی مدد کی، ایمان لائیں، رشتے دار تھیں، بڑی خوب صورت تھیں۔

پانچویں وجہ

بڑا کمال یہ ہوا کہ اللہ کے دین کے لیے جب ہجرت کا موقع آیا تو اس عورت نے ایک بات بھی ادھر ادھر کی نہیں کی؛ بلکہ فوراً حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہجرت کے لیے تیار ہوگئی۔

اِن وجوہات کی بنا پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان سے بڑی محبت تھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت

اب اللہ کا حکم آیا: ابراہیم! یہ عراق کے لوگ ایمان نہیں لاتے، مسلمان نہیں ہوتے تو تم عراق چھوڑ کر چلے جاؤ، یہاں سے ہجرت کرو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے ہجرت کرنے کا ارادہ فرمایا۔

حقیقت یہ ہے کہ کفار و مشرکین کی دشمنی تو انبیا علیہم السلام سے ہمیشہ ہی ہوتی چلی آئی ہے اور اللہ تعالیٰ کی عادت یہی رہی ہے کہ جب کسی نبی کی قوم اپنے انکار اور ضد پر جمی رہی، پیغمبر کی بات نہ مانی، ان کے معجزات دیکھنے کے بعد بھی ایمان نہ لائی تو دو صورتوں میں سے ایک صورت کی گئی: یا تو اس قوم پر آسمانی عذاب بھیج کر سب کو ہلاک کر دیا گیا، جیسے عاد وثمود اور قومِ لوط وقومِ صالح کے ساتھ معاملہ کیا گیا۔

یا پھر یہ صورت ہوتی کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کو ان کافروں، نافرمانوں کی بستی سے ہجرت کرا کے دوسری طرف لے گیا اور وہاں ان کو قوت وشوکت دی گئی اور ان کی دعوت لوگوں میں مقبول ہوئی، لوگ ان پر ایمان لائے، جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام عراق سے ہجرت کر کے شام تشریف لے گئے، اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے ہجرت

کر کے علاقۂ شام میں تشریف لائے اور آخر میں خاتم الانبیاء ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے، پھر مدینہ سے تشریف لاکر مکہ فتح کیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں کے قتل کے پلان سے بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ کا آسمان پر بلا لینا بھی درحقیقت ایک قسم کی ہجرت تھی۔

اس دور کی ہجرت

اب ہجرت کرنا کتنا مشکل کام ہے کہ جس وطن میں پیدا ہوئے، جس وطن میں جوان ہوئے، اس وطن کو چھوڑ کر دوسری جگہ چلے جانا اور وہ بھی پرانے زمانے میں، آج تو ہزاروں میل، ہزاروں کلومیٹر کا سفر کرنا آسان، جب چاہے ہوائی جہاز وغیرہ سے سفر کر کے ملاقات کرنا آسان؛ لیکن وہ زمانہ تو بڑا مشکل اور خطرناک زمانہ تھا۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہجرت کرنے کا حکم ملا تو حضرت سارہ رضی اللہ عنہا ایسی وفادار عورت تھیں کہ انھوں نے فوراً ہجرت کی نیت کرلی اور آپ کے ساتھ ہوگئیں، اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں اس واقعہ کو بیان فرماتے ہیں:

وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ۝۷۰ وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ۝۷۱ (الأنبياء)

ترجمہ: انھوں نے ان (ابراہیم علیہ السلام) کے ساتھ برائی کا ارادہ کیا تھا، سو ہم نے ان کو پوری طرح ناکام کر ڈالا ﴿۷۰﴾ اور ہم اس (ابراہیم علیہ السلام) کو اور لوط (علیہ السلام) کو بچا کر اس زمین (ملک شام) کی طرف لے گئے جس میں ہم نے تمام جہان والوں کے لیے برکت رکھی ہے۔

رفیقِ ہجرت

چنانچہ جب ابراہیم علیہ السلام ہجرت کے لیے نکلے تو ساتھ میں ان کی بیوی سارہ رضی اللہ عنہا بھی اور آپ کے بھانجے یا بھتیجے لوط علیہ السلام بھی تھے، تین آدمیوں کی جماعت تھی:
① حضرت ابراہیم علیہ السلام ② آپ کی بیوی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا۔ ③ حضرت لوط علیہ السلام۔

بعض تاریخی روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھائی تھے۔

یہ تین آدمی عراق سے نکل کر چلے، چلتے چلتے مصر (Egypt) پہنچے۔

’’سینان‘‘ بادشاہ کی بری عادت

دونوں میاں بیوی اور ساتھ میں بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام ہیں، ہجرت کرتے کرتے راستے میں مصر (Egypt) آیا، اس زمانے میں مصر کا جو بادشاہ ہوتا تھا اس کا لقب ’’فرعون‘‘ ہوا کرتا تھا اور اس زمانے کے بادشاہ کا نام ’’سِنان بن علوان‘‘ تھا اور وہ مصر کا بڑا ظالم بادشاہ تھا، اس کمبخت کی عادت یہ تھی کہ جو نئی عورت ملکِ مصر میں آتی وہ اس کے ساتھ زبردستی برا کام کرتا تھا، پورے ملک میں ہر طرف راستے میں اس کے جاسوس بیٹھے رہتے تھے۔

جب سفر کرتے کرتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جماعت وہاں پہنچی تو جاسوسوں نے بادشاہ کو خبر دے دی کہ ایک بہت خوب صورت عورت اور اس کے ساتھ دو مرد آج ہمارے ملک میں آئے ہیں، تو اس ظالم بادشاہ کی نیت خراب ہو گئی۔

اس کی ایک عادت یہ بھی تھی کہ اگر میاں بیوی سفر میں ساتھ ہوں تو شوہر کو الگ

کر دیتا تھا اور بیوی کو اپنے محل میں بلا کر غلط کام کیا کرتا تھا اور اگر بھائی بہن ہوں، باپ بیٹی ہوں تو تھوڑی بہت رعایت کرتا تھا۔

جب اس کو اس کے جاسوسوں نے بتلایا تو اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے محل میں بلایا اور پوچھا: تم کون ہو؟ تمھارے ساتھ یہ کون ہے؟

ضرورت کے وقت "تَوْرِیہ" کرنا جائز ہے

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک سچی بات بتائی، ظاہر میں ایسا لگتا تھا کہ کچھ جھوٹی بات ہے، ایسی مجبوری کے موقع پر ایسی بات کر سکتے ہیں جو حقیقت میں سچی ہو اور اوپر سے کچھ دوسری معلوم ہوتی ہو۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا: میرے ساتھ میری بہن ہے؛ حالاں کہ بیوی تھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بادشاہ کے محل سے آ کر حضرت سارہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ: دیکھ! بادشاہ پوچھے گا کہ تم دونوں کون ہو؟ تو میں نے اس کو بتلایا ہے کہ میرے ساتھ میری بہن ہے اور میں نے بہن اس اعتبار سے کہا ہے کہ: اس پورے ملکِ مصر میں ایمان کے رشتے کے اعتبار سے ہم بھائی بہن ہیں، یہ ایمانی رشتہ ہے۔

قرآنِ مجید میں بھی اللہ تعالیٰ نے یہ بات بیان فرمائی ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْكُمْ. (الحجرات)

ترجمہ: حقیقت تو یہ ہے کہ ایمان والے آپس میں بھائی بھائی ہیں؛ اس لیے اپنے دو بھائیوں میں صلح (ملاپ) کرادو۔

اس کلمہ کی نسبت پر ہم دونوں بھائی بہن ہیں اور ویسے ہم دونوں میاں بیوی

ہیں، اگر بادشاہ تجھ سے پوچھے تو تو بھی یہی کہہ دینا کہ ''ہم دونوں بھائی بہن ہیں اور نیت یہ رکھنا کہ ایمانی بھائی بہن والا رشتہ مراد ہے''۔

بادشاہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو واپس بھیج دیا اور پھر اس ظالم نے اپنے سپاہیوں سے کہا کہ: سارہ کو پکڑ کر میرے دربار میں لے آؤ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو معلوم تھا کہ یہ بادشاہ بڑا ظالم، بدمعاش ہے، بڑا کم بخت ہے، عورتوں کے ساتھ برا کام کرتا ہے؛ اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام بہت پریشان ہوئے کہ پتہ نہیں یہ میری بیوی کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے۔

ابراہیم علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں خصوصی دعا

چنانچہ جب حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو پولیس والے پکڑ کر سواری پر بٹھا کر لے گئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وضو کیا، نماز پڑھی اور اللہ تعالیٰ سے دعا میں مشغول ہو گئے اور جب تک حضرت سارہ رضی اللہ عنہا واپس آئیں، اللہ تعالیٰ کی طرف دل لگا کر دعا میں مشغول رہے اور اللہ کے سامنے دعا میں ہاتھ اٹھا کر کہا: اے اللہ! تو میری بیوی کو اس ظالم کی برائی سے بچا کر رکھنا اور یہ بادشاہ جو میری بیوی کے ساتھ زنا کا، برے کام کا ارادہ رکھتا ہے، اے اللہ! تو اس ظالم سے میری بیوی کی حفاظت فرمالے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دل اللہ تعالیٰ نے عجیب بنایا تھا

میری دینی بہنو! ایسے موقع پر شوہر کے دل میں عجیب عجیب شک وشبہات پیدا ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دل بڑا عجیب بنایا تھا، انھوں نے تو

ایمان یعنی مرنے کے بعد زندہ ہونے کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ:

اے اللہ! تو مرنے کے بعد کیسے زندہ کرے گا؟

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ ؕ

ترجمہ: اور (وہ واقعہ ذرا سنو!) جب ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا: اے میرے رب! مجھے دکھایئے! آپ کس طرح (یعنی کس کیفیت سے) مُردوں کو زندہ کریں گے؟

تو اس (اللہ تعالیٰ) نے فرمایا: کیا تم کو (اس مرنے کے بعد زندہ ہونے پر) یقین نہیں ہے؟ تو انھوں نے (یعنی ابراہیم علیہ السلام نے) عرض کیا کہ: (یقین) کیوں (نہیں ہوتا)؛ لیکن (چاہت یہ ہے کہ آنکھ سے وہ کیفیت دیکھ لوں) تاکہ میرے دل کو پورا اطمینان حاصل ہوجاوے۔

یعنی اے اللہ! تو مرنے کے بعد زندہ کرے گا میرا ایمان ہے؛ لیکن میں اپنے دل کے اطمینان کے لیے آنکھ سے بھی دیکھنا چاہتا ہوں کہ تو قیامت کے دن مردوں کو کیسے زندہ کرے گا؟

اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو وہ دکھا دیا کہ کیسے اللہ مردوں کو زندہ کریں گے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دل بڑا عجیب تھا، وہ آنکھ کے ذریعہ سے دیکھ کر پورا یقین۔ جو مشاہدہ کے درجہ کا ہوتا ہے۔ حاصل کرنا چاہتے تھے۔

بہت بڑی تباہی کا ذریعہ

اب سپاہی بیوی کو پکڑ کر لے جائیں اور پتہ نہیں بادشاہ کیا کیا کرے، اللہ کے

نبی کے دل میں شک آجائے اور میری دینی بہنو! اگر کسی نبی کے دل میں اپنے کسی امتی کے لیے شک آجائے تو اس امتی کے لیے بڑی بربادی ہوتی ہے۔

اسی طرح شوہر کو بھی اپنے دل میں بیوی کے متعلق کوئی شک نہیں لانا چاہیے اور بیوی کو بھی شوہر پر شک نہیں کرنا چاہیے، ورنہ دونوں میں محبت کم ہوجاتی ہے۔

بات یہ چل رہی تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا یقیناً دونوں میاں بیوی تھے؛ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نبی تھے اور ماں سارہ رضی اللہ عنہا امتی تھیں، اس لیے نبی کے دل میں شک آجانا یہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے لیے تکلیف کا ذریعہ ہوسکتا تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد

اللہ تعالیٰ نے عجیب مدد فرمائی، اس بادشاہ کے محل کی جتنی دیواریں تھیں سب کو اللہ تعالیٰ نے قدرتی طور پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے کانچ جیسا بنادیا، آئینہ بنادیا؛ حالاں کہ وہ بڑی بڑی پتھروں کی دیواریں تھیں؛ لیکن اللہ کی عجیب قدرت!

کسی کو نہیں معلوم کہ کیا ہو رہا ہے؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام اس محل کے باہر بیٹھ کر سارا منظر دیکھ رہے ہیں کہ پولیس والے میری بیوی کو محل میں لے گئے، پھر بادشاہ کے دربار میں لے گئے، پھر بادشاہ کا جو سونے کا کمرہ تھا وہاں لے گئے، سب مناظر حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی قدرت سے باہر بیٹھے بیٹھے دیکھ رہے ہیں اور یہ اللہ نے ان کے لیے اس لیے کردیا تاکہ ان کے دل میں اطمینان رہے کہ میری بیوی پاک ہے، اس کے ساتھ کوئی غلط کام نہیں ہوا ہے؛ اس لیے اللہ تعالیٰ کی یہ غیبی مدد آئی۔

چنانچہ وہ ظالم بادشاہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے حسن کو دیکھ کر دیوانہ ہو گیا، اس نے پولیس سے کہا کہ: اس کو میرے سونے کے کمرے میں پہنچا دو۔

پولیس والوں نے پہنچا دیا۔

وہ بادشاہ اس کمرے میں گیا اور اس نے ماں حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ غلط کام کرنے کا ارادہ کیا، وہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی طرف آگے بڑھنے لگا، اس پریشانی اور مجبوری کے موقع پر ماں سارہ رضی اللہ عنہا نے اٹھ کر جلدی جلدی وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی اور نماز پڑھ کر اللہ سے دعا مانگی۔

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی دعا

ان کی دعا کے مبارک الفاظ بھی کتابوں میں موجود ہیں، اس عورت نے دعا میں اللہ سے کہا کہ: اے میرے اللہ! میں آپ پر ایمان لائی ہوں، آپ کے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لائی ہوں۔

پھر آگے انھوں نے بڑی زبردست بات کہی کہ:

اے میرے اللہ! آپ جانتے ہیں آج تک میں نے اپنے شوہر کے علاوہ کسی کے سامنے اپنی شرم گاہ کو نہیں کھولا ہے، میں نے ہمیشہ اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی ہے، اے میرے اللہ! آج اس مجبوری کے موقع پر تو اس ظالم بادشاہ سے میری حفاظت فرما۔

مجبوری کے وقت کیا کرنا چاہیے

میری دینی بہنو! ایسی مجبوری سے اللہ میری اور آپ سب کی حفاظت فرمائے۔

لیکن کبھی بھی مجبوری کا موقع ہو تو ہمارے لیے ایک راستہ ہے اور وہ راستہ ہے

اللہ کے دربار میں دعا کرنا، خود اللہ تعالیٰ اعلان فرماتے ہیں:

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَیَكْشِفُ السُّوْٓءَ . (النمل:٦٢)

ترجمہ: بھلا وہ کون ہے کہ جب کوئی بے قرار ہو کر اس کو پکارتا ہے تو وہ اس کی دعا قبول کرتا ہے اور تکلیف دور کر دیتا ہے۔

یعنی اللہ کے سوا کون ہے جو مجبور کی دعا سن لے اور اس کی تکلیف اور پریشانی کو دور کر دے؟ مجبور کی دعا سننے والے صرف ''اللہ'' ہیں، اس کی تکلیف کو دور کرنے والے بھی صرف ''اللہ'' ہیں۔

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی دعا کی برکت

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے دعا مانگی، اس دعا کی برکت یہ ہوئی کہ اس ظالم بادشاہ کا پورا بدن جکڑ گیا، ایسا ہو گیا جیسا لقوہ ہو گیا ہو اور جو ہاتھ اس نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی طرف لمبا کیا تھا وہ ہاتھ بیکار ہو گیا اور پورے محل میں زلزلہ آ گیا اور اللہ کی قدرت سے زمین پھٹی اور وہ آہستہ آہستہ زمین میں دھنسنے لگا اور گھٹنے تک زمین میں دھنس گیا۔

اس نے دیکھا کہ یہ تو مجھ پر عذاب آ گیا کہ میرا پورا بدن جکڑ گیا اور میں زمین میں دھنس رہا ہوں تو اس نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا سے معافی مانگی اور معافی مانگتے ہوئے کہنے لگا: پکا وعدہ کرتا ہوں اب ایسا کام نہیں کروں گا، اے سارہ! مجھے معاف کر دو۔

چنانچہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا ایک نبی کی بیوی تھیں، جس طرح ایک نبی کے دل میں اللہ کی مخلوق کے لیے شفقت، نرمی اور محبت ہوتی ہے اسی طرح حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کا دل بھی بڑا نرم تھا، فوراً حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے اللہ کے حضور دعا مانگنا شروع کی کہ ''اے

اللہ! اگر یہ ظالم مر گیا اور پورا زمین میں چلا گیا تو پورے مصر میں لوگ مجھے بدنام کریں گے کہ سارہ نے بادشاہ کو قتل کرڈالا؛ اس لیے اے اللہ! تو اس بدنامی سے میری حفاظت فرما اور اس کو تو معاف کردے۔

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے اللہ سے دعا مانگی، اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کرلی اور اس ظالم بادشاہ کا بدن پھر سے اچھا ہو گیا اور زمین کے اوپر آ گیا۔

گناہ کی عادت جلدی چھوٹتی نہیں ہے

لیکن آج تک جو اس نے زندگی میں بہت مرتبہ زنا کا کام کیا تھا تو گناہ کرتے کرتے اس کا پورا دل کالا پڑ چکا تھا، چنانچہ جب وہ اچھا ہو گیا، اللہ کا عذاب دیکھ لیا پھر بھی اس نے عبرت حاصل نہیں کی اور دوسری مرتبہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی طرف گناہ کرنے کی نیت سے آگے بڑھا۔

میری دینی بہنو! ۔اللہ ایسی بری عادت سے ہماری حفاظت فرمائے ۔ایک مرتبہ کھلم کھلا اللہ کا عذاب دیکھنے کے بعد بھی گناہ کی عادت نہیں چھوٹی، یہ عذاب ہم لوگوں کو سدھارنے کے لیے آتا ہے کہ ہم ذرا سنبھل جائیں، اللہ سے معافی مانگ لیں، گناہ چھوڑ کر اپنی عادت اچھی بنالیں، اس کے لیے اللہ تعالیٰ موقع مرحمت فرماتے ہیں۔

بادشاہ کی دوسری مرتبہ پکڑ

جب دوبارہ آگے بڑھا تو حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے دوسری مرتبہ جلدی جلدی وضو کیا، دو رکعت نماز پڑھی، اللہ کے سامنے دعا مانگنے بیٹھ گئیں تو اللہ نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی دعا کی برکت سے دوسری مرتبہ اس ظالم کے بدن کو جکڑ دیا؛ بلکہ پہلے سے زیادہ

سخت جکڑ گیا اور زمین میں دھنسنے لگا، پھر سے وہ پکارتا ہے، آواز دیتا ہے، معافی مانگتا ہے، چلاتا ہے ''سارہ معاف کر دو''۔

پھر حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے دل میں اس کے لیے شفقت آ گئی، نرمی آ گئی، ماں سارہ رضی اللہ عنہا نے پھر سے اس کے لیے دعا کر دی اور اس دعا کی برکت سے وہ ظالم اچھا ہو گیا، زمین پر آ گیا۔

یہ دوسرا موقع تھا، جب دوسری مرتبہ اچھا ہو گیا تب بھی اس ظالم کے دل کا شیطان اس کو گناہ پر ابھار رہا تھا۔

بادشاہ کی تیسری مرتبہ پکڑ

پھر تیسری مرتبہ اس ظالم نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے سامنے گندہ ارادہ کیا، یہ تیسرا موقع آیا، اس تیسرے موقع پر بھی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے جلدی جلدی وضو کیا، دو رکعت نماز پڑھی اور اللہ سے دعا مانگی۔

میں آپ کو یہی چیز سمجھانا چاہتا ہوں میری دینی بہنو! کہ نماز پڑھ کر اللہ سے لینے والیاں بن جاؤ، اللہ سے مدد مانگنے والیاں بن جاؤ۔

چنانچہ تیسری مرتبہ ماں سارہ رضی اللہ عنہا نے دعا مانگی تو پھر اس ظالم کا بدن جکڑ گیا، زمین میں دھنسنے لگا، چلاتا ہے، پکارتا ہے ''سارہ یہ آخری موقع ہے، اب نہیں کروں گا، معافی مانگتا ہے۔

جب اس نے قسم کھا کر یہ وعدہ کر لیا کہ یہ آخری مرتبہ مجھ کو مہلت دے دو، آخری مرتبہ مجھ کو معاف کر دو، تو پھر حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے اللہ سے دعا مانگی اور وہ ظالم

اچھا ہو گیا اور زمین پر آ گیا۔

بعض تفسیر میں لکھا ہے کہ جب بھی اس ظالم نے برے کام کا ارادہ کیا تو ہر مرتبہ محل میں زلزلہ آیا اور وہ ظالم ایک محل کو چھوڑ کر دوسرے محل میں بھاگا تو وہاں بھی زلزلہ آ گیا، یہ اللہ تعالیٰ کا عذاب تھا۔

بادشاہ کا حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو انعام دینا

آپ کو ایک عجیب بات بتلاؤں: اس واقعے سے اس ظالم بادشاہ کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ یہ عورت کوئی معمولی عورت نہیں ہے؛ بلکہ کوئی بڑی نیک عورت ہے اور کوئی غیبی مدد اس کے ساتھ لگی ہوئی ہے تو اس ظالم نے یہ کیا کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو چھوڑ دیا اور چھوڑنے کے بعد یوں کہا کہ: اس عورت کو اس کے مرد کے پاس اس کے بھائی کے پاس واپس بھیج دو اور جب بھیجا ہے تو اس نے ایسے نہیں بھیجا؛ بلکہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو عجیب عجیب انعامات دیے:

① بہت سارا مال دیا، سونا، چاندی، ہیرے جواہرات دیے۔

② بہت سارے جانور دیے، اس زمانے میں جانور یعنی آج کل کے زمانہ کے اعتبار سے کاریں دیں۔

③ بہت سارے غلام دیے کہ یہ غلام لے جاؤ تمھاری خدمت کریں گے۔

④ اور چوتھا انعام بڑا عجیب دیا، بڑا زبردست انعام دیا کہ اس بادشاہ کی ایک نوجوان لڑکی تھی، وہ لڑکی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو دی کہ: سارہ! تم میری بیٹی لے جاؤ، اب میری یہ بیٹی پوری زندگی تمھاری خدمت کرے گی۔

میری دینی بہنو! جانتے ہو یہ بیٹی کون ہے؟

یہ مصر کے بادشاہ فرعون کی بیٹی تھی، اس بیٹی کا نام تھا ''ہاجرہ''۔

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا اس بادشاہ کی جوان لڑکی کو لے کر آئیں، حضرت سارہ رضی اللہ عنہا جب واپس آئیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سوال کیا: تیرے ساتھ کیا ہوا؟ حالاں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پورا منظر دیکھ رہے تھے۔

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے نبی! اے میرے شوہر! اللہ نے میری عزت کی حفاظت فرمالی اور وہ ظالم بادشاہ میرے ساتھ غلط کام نہیں کرسکا۔

پھر حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ: دیکھو! مجھے کیسے کیسے انعام ملے، نماز اور دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مجھے پاک رکھا اور انعام میں یہ مال ملا اور بادشاہ نے اپنی بیٹی ہاجرہ بھی مجھے دے دی کہ یہ میری خدمت کرے گی، میرا کام کرے گی۔

مصر سے ملکِ شام کی طرف

پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے مصر سے حضرت ابراہیم علیہ السلام ملکِ شام جانے کے لیے روانہ ہوئے، جس کو آج کل سیریا (Syria) کہا جاتا ہے۔

برکت والا ملک، ملکِ شام

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِهٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ①

ترجمہ: اس (اللہ تعالیٰ) کی ذات ہر عیب سے پاک ہے جو اپنے بندے (محمد

ﷺ) کو رات کے وقت میں مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک لے گئے،جس کے اطراف میں ہم نے (ہر قسم کی) برکتیں رکھی ہیں (اس بندے محمد ﷺ کو وہاں لے جانے کا مقصد یہ تھا) تا کہ ہم ان کو ہماری (قدرت کی) کچھ نشانیاں دکھلائیں،یقینی بات ہے کہ وہ (اللہ تعالیٰ) ہر بات سننے والے، ہر چیز دیکھنے والے ہیں ﴿۱﴾

یہ ملکِ شام ایسا ملک ہے کہ اس میں تمام دنیا کے لوگوں کے لیے اللہ نے برکت رکھی ہے، بہت برکتی علاقہ ہے۔وہاں پانی کی ندیاں ہیں، پانی کے چشمے ہیں۔

پھلوں کے باغات ہیں، باڑیاں ہیں۔

اور بڑی برکت تو یہ ہے کہ اللہ کے ہزاروں نبی اور پیغمبر علیہم السلام ملکِ شام میں پیدا ہوئے اور ملکِ شام ہی میں ان کی قبریں بھی بنی ہوئی ہیں۔

خود ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ جب معراج میں تشریف لے گئے تو پہلے مکہ سے نکل کر ملکِ شام گئے اور ملکِ شام سے پھر آسمانوں پر تشریف لے گئے۔

بعض سیرت کی کتابوں میں دیکھا ہے کہ نبیٔ کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ ملکِ شام کی برکتوں سے بھی نوازنا چاہتے تھے؛اس لیے معراج مکہ سے شروع ہوئی، پھر نبیٔ کریم ﷺ بیت المقدس تشریف لے گئے، وہاں سے پھر ساتوں آسمان وغیرہ کا سفر ہوا۔

اور دیکھا جائے تو دونوں باتیں ہوئیں،ملکِ شام جو نبیوں کی سرزمین ہے، وہاں کی برکتیں حضرت محمد ﷺ کو عطا کی گئیں اور آپ ﷺ کی برکتیں ملکِ شام کی زمین کو نصیب ہوئیں،ملکِ شام کی جس زمین پر ہزاروں نبیوں کے قدم مبارک کی برکتیں تھیں وہاں معراج میں حضور ﷺ کے قدم مبارک کی برکتیں بھی پہنچ گئیں۔

ملکِ شام کی برکت کا ایک راز

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی تقریر ایک کیسیٹ میں سنی تھی، اس میں سورۂ اسراء کی تفسیر تھی، دورانِ بیان ارشاد فرمایا: ایک مرتبہ باری تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک پہاڑ پر چڑھنے کا حکم دیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام چڑھے، ارشاد ہوا: آپ دور دور تک نظر دوڑائیں اور خود باری تعالیٰ نے جہاں تک چاہا وہاں تک آپ کی نظر پہنچائی، پھر ارشاد فرمایا: جہاں جہاں تمھاری نظر پڑے گی، اس پورے علاقے کو ہم برکت والا بنا دیں گے، یہ پورا ملکِ شام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مبارک نظروں کی برکت سے برکت والا ہو گیا، اللہ تعالیٰ نے اس کو برکت والا بنایا اور ذریعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نورانی نظر کو بنایا۔

اس لیے ہمیں بھی اللہ والوں کو دیکھنا چاہیے اور اللہ والوں کی برکتی نظریں حاصل کرنی چاہیے۔

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کا دوسرا قصہ

اب حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کا ایک دوسرا قصہ جو قرآن میں آیا ہے وہ میں آپ کو سناتا ہوں، اللہ تعالیٰ سورۂ ہود میں ارشاد فرماتے ہیں:

وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا
لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ﴿۶۹﴾ فَلَمَّا رَآٰ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ
مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ﴿۷۰﴾ وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ
فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ﴿۷۱﴾ قَالَتْ يٰوَيْلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا

بَعۡلِیۡ شَیۡخًا ؕ اِنَّ ہٰذَا لَشَیۡءٌ عَجِیۡبٌ ﴿۷۲﴾ قَالُوۡۤا اَتَعۡجَبِیۡنَ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰہِ رَحۡمَتُ اللّٰہِ
وَبَرَکٰتُہٗ عَلَیۡکُمۡ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ ؕ اِنَّہٗ حَمِیۡدٌ مَّجِیۡدٌ ﴿۷۳﴾ فَلَمَّا ذَہَبَ عَنۡ اِبۡرٰہِیۡمَ الرَّوۡعُ
وَجَآءَتۡہُ الۡبُشۡرٰی یُجَادِلُنَا فِیۡ قَوۡمِ لُوۡطٍ ﴿۷۴﴾ اِنَّ اِبۡرٰہِیۡمَ لَحَلِیۡمٌ اَوَّاہٌ مُّنِیۡبٌ ﴿۷۵﴾

ترجمہ: اور پکی بات یہ ہے کہ ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس (انسانی شکل میں بیٹا پیدا ہونے کی) خوش خبری لے کر آئے تو ان (فرشتوں) نے آ کر کے کہا کہ: سلام، تو (ابراہیم علیہ السلام نے بھی) جواب میں کہا: سلام، سو (ابراہیم علیہ السلام نے) دیر نہیں لگائی کہ ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آئے۔

سو جب (ابراہیم علیہ السلام نے) ان آنے والوں کے ہاتھوں کو دیکھا کہ اس (بھنے ہوئے بچھڑے) کی طرف بڑھتے نہیں ہیں تو انھوں نے (ابراہیم علیہ السلام نے) ان کو اجنبی سمجھا اور وہ (ابراہیم علیہ السلام) ان کی وجہ سے دل میں ڈر گئے تو اس پر وہ (آنے والے) کہنے لگے: (ابراہیم!) تو مت گھبرا، یقینا ہم لوگ لوط (علیہ السلام) کی قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ اور ان (ابراہیم علیہ السلام) کی بیوی (سارہ) کھڑی ہوئی تھی، سو (ان باتوں کو سن کر) ہنس پڑی تو پھر ہم نے اس عورت کو اسحاق کی (پیدائش کی) خوش خبری دی اور اسحاق کے بعد یعقوب (پوتے کی پیدائش) کی خوش خبری دی۔

تو وہ عورت بولی: ہائے! کیا مجھ کو بچہ ہوگا؟؛ حالاں کہ میں تو بوڑھی ہوں اور یہ میرے شوہر بھی بالکل بوڑھے ہو چکے ہیں، یقینا یہ تو ایک بڑی تعجب کی چیز ہے۔ تو وہ (آنے والے مہمان فرشتے) کہنے لگے: کیا تم اللہ تعالیٰ کے حکم پر تعجب کرتی ہو؟ اے (ابراہیم کے) گھر والو! تم پر تو (خاص) اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہیں، یقینا وہ (اللہ تعالیٰ) تمام تعریف والے ہیں، بڑی شان والے ہیں۔

سو جب (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) کی گھبراہٹ دور ہوگئی اور ان کو خوش خبری مل گئی تو وہ لوط (علیہ السلام) کی قوم کے بارے میں ہم سے بحث کرنے لگے۔ یقینا ابراہیم (علیہ السلام) تو بڑے حلیم تھے، بڑے نرم دل تھے، انابت کرنے والے تھے۔

اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پہلی بیوی ماں سارہ رضی اللہ عنہا کا قصہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔

وفادار بیوی

آپ کو جیسا کہ بتایا تھا کہ ماں سارہ رضی اللہ عنہا وہ وفادار بیوی ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ان کا عراق میں نکاح ہوا تھا اور ابراہیم علیہ السلام کو جب عراق والوں نے نکالا، اور آپ نے ہجرت کی تو ماں سارہ رضی اللہ عنہا بھی ہجرت میں آپ کے ساتھ تھیں۔

مصر جا کر ماں سارہ رضی اللہ عنہا نے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اپنی عزت بچائی اور مصر کے بادشاہ کے برے ارادے سے اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت فرمائی، پھر وہاں سے وہ فلسطین چلے گئے اور بیت المقدس کے قریب ''حبرون'' شہر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ماں سارہ رضی اللہ عنہا بڑے مزے سے زندگی گزارنے لگے، ماں سارہ رضی اللہ عنہا کی عمر تقریباً ستتر (۷۷) سال کی ہوگئی تھی؛ لیکن ان کے گھر میں اولاد نہیں تھی اور ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں اولاد ہوگئی تھیں۔

فرشتے مہمان کی شکل میں

ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام فلسطین میں تھے کہ تین مہمان آئے۔

یہ مہمان کون تھے؟

یہ آنے والے مہمان انسان کی شکل میں اللہ تعالیٰ کے فرشتے تھے:

حضرت جبرئیل علیہ السلام ۔حضرت اسرافیل علیہ السلام ۔حضرت میکائیل علیہ السلام ۔

اس دنیا میں سب سے پہلے مہمان نوازی کرنے والے

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عادت تھی کہ وہ بڑے مہمان نواز تھے،کبھی بھی مہمان کے بغیر کھانا نہیں کھاتے تھے،مہمان نوازی کی شروعات اس دنیا میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی ہے۔

مہمان نوازی کا عجیب قصہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ایک قصہ مشہور ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کھانے کا وقت ہوا،کوئی مہمان ان کے گھر نہیں تھا تو آپ مہمان کو تلاش کرنے نکلے۔

دیکھو! کیسے اللہ کے نبی تھے کہ مہمان کو تلاش کرنے کے لیے نکلتے ہیں۔

آج تو ہمارے یہاں مہمان آتے ہیں تو دعا کرتے ہیں کہ کب جلدی جاوے۔

راستے میں ایک اجنبی آدمی ملا جس کو پہنچانتے نہیں تھے،اس کو لے کر آئے کہ میرے گھر کھانے کے واسطے چلو،اس کو دستر خوان پر بٹھایا،جب کھانا شروع ہوا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس مہمان کو کہا کہ ''بسم اللہ'' پڑھو اور ''بسم اللہ'' پڑھ کر کھانا کھاؤ۔

اس نے کہا کہ: میں تو ''بسم اللہ'' جانتا نہیں ہوں، یہ اللہ کون ہیں، کیا ہے؟ میں نہیں جانتا ہوں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بہت غصہ آیا اور اس مہمان کو دستر خوان سے اٹھا دیا، جب وہ مہمان اٹھ کر باہر چلا گیا۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر کتنے مہربان ہیں

تو حضرت جبرئیل علیہ السلام آسمان سے آئے اور کہنے لگے کہ:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: یہ آدمی جو اللہ کو جانتا نہیں ہے، اللہ کا نام پڑھنے کو تیار نہیں ہے، یہ کافر ہے اس کے باوجود ہم اس کو پوری زندگی کھانا کھلاتے رہے، ایک لقمہ دینے میں بھی ہم نے بخیلی نہیں کی اور آج صرف ایک دن تم اس کو نہیں کھلا سکے؟

میری دینی بہنو! اللہ تعالیٰ کتنے مہربان ہیں کہ ایک کافر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دسترخوان سے اٹھا دیا تو اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو آسمان سے بھیجا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام دوڑے اور اس بوڑھے میاں کو سمجھا بجھا کر لائے اور کھانے کے لیے بٹھایا۔

اس بوڑھے آدمی نے سوال کیا کہ: آپ نے تو مجھے اٹھا دیا تھا، پھر کیوں مجھے آپ بلانے آئے؟ بتلاؤ! جب آپ بتلاؤ گے تو ہی میں کھانا کھاؤں گا؛ ورنہ نہیں کھاؤں گا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ: جب میں نے تجھے کھانے سے اٹھا کر روانہ کر دیا تو میرے اللہ نے میرے پاس فرشتے کو بھیجا اور کہا کہ: اے ابراہیم! یہ کافر بندہ ہے، پھر بھی ہم نے اس کو پوری زندگی کھلایا ہے اور آج صرف ایک دن تم اس کو نہیں کھلا سکے؟ اللہ اکبر!

ایسے مہربان اللہ کا میں کیسے انکار کروں؟

وہ کہنے لگا کہ: میرے اللہ کتنے کریم ہیں؟ کہ جس نے کفر کے باوجود پوری زندگی مجھ کو کھلایا اور جب نبی نے مجھے بسم اللہ نہ پڑھنے کی وجہ سے اٹھا دیا تو نبی

کو میرے پیچھے دوڑایا اور نبی نے آ کر مجھے پھر کھلایا تو میں اس اللہ پر ایمان لانے کے لیے تیار ہوں، چنانچہ وہ بوڑھے میاں اسی وقت مسلمان ہو گئے اور بسم اللہ پڑھ کر انھوں نے کھانا کھایا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مہمانوں کے لیے بچھڑا ذبح کرنا

خیر! ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے یہاں تین مہمان آئے تو جیسے ہی مہمان آئے حضرت ابراہیم علیہ السلام فوراً اٹھے اور مہمانوں کو اپنے ساتھ گھر لے گئے اور کھانے بٹھادیا، یہ آنے والے مہمان انسان کی شکل میں اللہ تعالیٰ کے فرشتے تھے اور قرآن میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جلدی جلدی ایک بچھڑا ذبح کیا اور اس کو بھونا اور مہمان کے سامنے لاکر رکھ دیا اور مہان کو کہا کہ: کھاؤ۔

عجیب مہمان

یہ مہمان عجیب تھے، کھانا نہیں کھاتے، مہمان کے ہاتھ میں تیر تھے وہ تیر تو گوشت پر لگاتے ہیں؛ لیکن کھاتے نہیں ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دل میں ڈر ہو گیا، گھبراہٹ پیدا ہوگئی۔

اس زمانے کا عجیب رواج

یہ گھبراہٹ اس لیے ہوئی کہ اس زمانے میں یہ رواج تھا کہ کوئی کسی کو مارنے جاتا، کوئی کسی کو تکلیف دینے جاتا تو اس کے گھر کا کھانا اور پانی پینا وہ لوگ پسند نہیں کرتے تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ڈر رہا کہ یہ کوئی خطرناک مہمان تو نہیں ہے۔

پہلے قیمت لے لو تو ہم کھانا کھائیں گے

بعض روایتوں میں ہے کہ ان تینوں مہمانوں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اصرار کیا کہ کھانا کھالو۔

مہمان کہنے لگے کہ: ہم مفت کا کھانا نہیں کھاتے، آپ پہلے قیمت لے لو تو ہم کھانا کھائیں گے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ہاں! اس کھانے کی ایک قیمت ہے۔

مہمان نے پوچھا کہ: کیا قیمت دینی پڑے گی؟ ہم فوراً ادا کردیں گے۔

کھانے کی عجیب قیمت

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ: اس کی قیمت یہ ہے کہ کھانا شروع کرنے سے پہلے اللہ کا نام پڑھو اور کھانا کھانے کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد اور شکر ادا کرو۔

اللہ تعالیٰ کا خلیل بننے کا آسان نسخہ

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اپنے دونوں ساتھی فرشتے حضرت اسرافیل علیہ السلام اور حضرت میکائیل علیہ السلام سے کہا کہ: دیکھو! یہ بات ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل اور دوست بنایا ہے۔

اس لیے میری دینی بہنو! کھانے سے پہلے بھی اللہ کا نام پڑھنا چاہیے، اپنے بچوں سے بھی کھانے سے پہلے اللہ تعالیٰ کا نام پڑھانا چاہیے اور کھانے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے، یہ ہم کو تعلیم دی گئی ہے۔

کھانے کی دعائیں

حدیث میں کھانے کے بعد کی بہت ساری دعائیں بتلائی گئی ہیں۔

کھانے سے پہلے کم سے کم ''بسم اللہ'' پڑھ لو۔

یا ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' پڑھ لو۔

یا ''بسم اللّٰہ و برکۃ اللّٰہ'' پڑھ لو۔(المعجم الأوسط بہ حوالہ سنن وآداب:۹۲)

اور کھانے کے بعد یہ دعا پڑھو:

الحمد للّٰہ الذي أطعمنا وسقانا وجعلنا مسلمین.(سنن وآداب:۹۶)

''اے سی ڈی ٹی'' (ACIDITY) سے حفاظت کے لیے دعا

دوسری دعا بھی حدیث میں آئی ہے:

الحمد للّٰہ الذي أَطْعَمَ وَسَقیٰ وَسَوَّغَہ وَجَعَلَ لَہُ مَخْرَجًا.(ایضاً)

یہ دعا یقین کے ساتھ پڑھیں گے تو ان شاء اللہ ''ایسڈیٹی'' کی بیماری نہیں ہوگی۔

تیسری دعا بھی حدیث میں آئی ہے: الحمدُ للّٰہ حمدا کثیر اطیبا مبارکا فیہ ومبارکا علیہ کما یحب ربنا ویرضیٰ.

اور ایک دعا یہ آئی ہے: اللّٰھم بَارِکْ لنا فیہ وأَطْعِمْنا خیرا منہ.(ایضا)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہمیں سکھلا دیا کہ کھانے سے پہلے بھی اور کھانے کے بعد بھی ہمیں دعا کا اہتمام کرنا چاہیے۔

جب مہمان کھا نہیں رہے تھے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ڈر لگا اور تعجب بھی ہوا، ان کی بیوی ماں سارہ رضی اللہ عنہا دروازے کے پیچھے کھڑی تھی، وہ بھی مہمانوں کی

خدمت کررہی تھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا کہ: آپ کیوں نہیں کھاتے ہو؟

بڑھاپے میں اولاد کی خوش خبری

انھوں نے کہا کہ: اے ابراہیم! آپ گھبرایئے نہیں، ہم اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہیں اور فرشتے کھانا نہیں کھاتے ہیں، پھر کہا کہ: ہم تو آپ کے گھر ایک بہت بڑی خوش خبری لے کر آئے ہیں کہ: آپ کی یہ جو پہلی بیوی ہے، جو بوڑھی ہوچکی ہے اس سے اللہ تعالیٰ آپ کو اولاد عطا فرمائیں گے۔

خدا کی عجیب شان

دیکھو! خدا کی قدرت! نئی بیوی کو پہلے اولاد ہوئی اور پرانی بیوی کو بعد میں اولاد ہوئی۔ اولاد کی خوش خبری، وہ بھی بڑھاپے میں!

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور سارہ رضی اللہ عنہا بہت خوش ہوگئے؛ اس لیے کہ کئی دن سے دعا مانگ رہے تھے: رب هب لي من الصالحين۔

ترجمہ: اے اللہ ہم کو نیک اولاد عطا فرمایئے۔

اللہ تعالیٰ نے دعا قبول کرلی اور ایسی دعا قبول کی میری دینی بہنو!

① ایک تو بڑھاپے میں اللہ تعالیٰ نے اولاد عطا کی۔

② اولاد میں بھی بیٹا عطا فرمایا اور بیٹے سے زیادہ خوشی ہوتی ہے۔

③ جو بیٹا پیدا ہوگا اس کا نام بھی اللہ تعالیٰ نے بتلادیا کہ اس بیٹے کا نام اسحاق رکھنا۔ ④ فرشتوں نے یہ بھی بتلادیا کہ تمھارا بیٹا لمبی عمر والا ہوگا، اس کی اتنی لمبی عمر ہوگی

اس کے یہاں بھی بیٹا یعنی تمھارا پوتا ہوگا۔⑤ اور یہ بھی بتلادیا کہ تمھارے گھر میں جب پوتا آوے تو اس کا نام یعقوب رکھنا۔

مہمان سے بھی پردہ کرنا چاہیے

جب یہ اولاد کی بات سنی تو پہلے ماں سارہ رضی اللہ عنہا دروازے کے پیچھے تھی؛ لیکن جب پتہ چل گیا کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہیں اور فرشتوں سے پردہ نہیں ہوتا تو فوراً سامنے آگئی۔

اس سے معلوم ہوا کہ آنے والے مہمان سے بھی ہمیں پردہ کرنا چاہیے، مہمان کے سامنے بے پردگی نہ ہو، مہمان کے ساتھ تنہائی میں نہ رہیں۔

ماں سارہ رضی اللہ عنہا کا تعجب سے ہنسنا

اور ماں سارہ رضی اللہ عنہا سامنے آکر ہنس پڑی، خود قرآن میں ہے:

وَامْرَاَتُهٗ قَآىِٕمَةٌ فَضَحِكَتْ۔

ترجمہ: اور ان کی بیوی (سارہ) کھڑی ہوئی تھی، سو ہنس پڑی۔

اور یہ ہنسنا اس بات پر ہوا کہ اس بڑھاپے میں اولاد آئے گی اور تعجب کرتے ہوئے کہنے لگی: قَالَتْ يٰوَيْلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِىْ شَيْخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَىْءٌ عَجِيْبٌ﴿۷۲﴾

ماں سارہ رضی اللہ عنہا کہنے لگی کہ ارے ہائے ہائے! میں تو بوڑھی عورت، میرے شوہر حضرت ابراہیم علیہ السلام وہ بھی بوڑھے ہو گئے پھر ہمارے گھر میں کیسے بچہ ہوگا؟ یہ تو بہت تعجب کی بات ہے!

فرشتوں نے کہا: قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ۔

اے سارہ! اللہ تعالیٰ کے معاملے میں تعجب کرتی ہو؟ تم تو اللہ کے نبی کی بیوی ہو اور نبی کے گھر میں ایسی نئی نئی چیزیں اور معجزات رات دن ہوتے رہتے ہیں، اس میں کیا تعجب!!!

حضرت اسحاق علیہ السلام کی پیدائش

بس فرشتوں نے خوش خبری سنائی اور تھوڑے ہی دن میں ماں سارہ رضی اللہ عنہا کے پیٹ سے حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے، حضرت اسحاق علیہ السلام کی عمر بڑی ہوئی اور ان کے ذریعے سے حضرت یعقوب علیہ السلام پیدا ہوئے اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے ذریعے سے حضرت یوسف علیہ السلام پیدا ہوئے، یہ پورا نبیوں کا خاندان ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے ان سے بنو اسرائیل کا خاندان چلا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دوسری بیوی ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔

فلسطین میں حَبرون نامی ایک شہر ہے، وہاں ایک مسجد ہے، اس کا نام مسجد الخلیل ہے، وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قبر ہے، اس کے پاس ماں سارہ رضی اللہ عنہا کی قبر ہے، تھوڑا آگے حضرت اسحاق علیہ السلام کی قبر ہے، اس کے پاس حضرت اسحاق علیہ السلام کی بیوی کی قبر ہے۔

اس مسجد کی زیارت کی سعادت اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے حاصل ہوئی ہے اور الحمدللہ! وہاں میں نے ظہر کی نماز بھی پڑھی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ماں سارہ رضی اللہ عنہا کے اس قصے سے ہم کو ایک نصیحت یہ ملی کہ: مہمان جب آئے تو ان کا اکرام کرنا چاہیے، مہمان کے آتے ہی گھر میں جو چیز بھی تیار ہو پہلی فرصت میں کھلا دینی چاہیے؛ اس لیے کہ ہوسکتا ہے کہ مہمان بھوکے ہوں، سفر سے آئے ہو، پھر بعد میں دوسری چیز تیار کر کے اپنی حیثیت کے مطابق کھلانی چاہیے۔

اور یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ مہمان کے لیے کھانا پکانے میں زیادہ تکلف نہیں کرنا چاہیے۔

دیکھو! حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ماں سارہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں جانور تھے تو انھوں نے جانور ذبح کر کے فوراً اس کو بھون کر کے مہمان کے سامنے رکھ دیا۔

آج مہمانوں کے کھانا پکانے کے تکلفات میں ہم اپنا اتنا وقت برباد کرتے ہیں کہ نمازیں بھی چھوٹ جاتی ہیں، تلاوت بھی کم ہوجاتی ہے، یہ چیز مناسب نہیں ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے نبیوں سے ہم کو محبت عطا فرمائے اور نبیوں کے ان واقعات میں، نبیوں کی بیویوں کے واقعات میں جو نصائح اور اسباق ہیں اللہ تعالیٰ ان کو سیکھنے کی اور ان پر عمل کرنے کی ہم سب کو توفیق اور سعادت نصیب فرمائے، آمین۔

وأخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دوسری زوجۂ محترمہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا مبارک قصہ

(پہلی قسط)

مختصر تعارف

نام: ہاجرہ۔

وجہ تسمیہ: ''ھاجر'' یہ لفظ غیر عربی ہے، جس کا معنی ہوتا ہے ایک قسم کا پھول، اور کنایۃً ''مصریہ'' یعنی مصر کی رہنے والی کو کہا جاتا ہے، آپ ایک مصری بادشاہ کی بیٹی ہیں، آپ کا تعلق قبطی خاندان سے ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پہلی بیوی سیدہ سارہ رضی اللہ عنہا کی خادمہ تھیں، جب سیدہ سارہ رضی اللہ عنہا کو لمبی مدت تک کوئی اولاد نہ ہوئی تو سیدہ سارہ رضی اللہ عنہا نے سیدہ ھاجر رضی اللہ عنہا کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں ھدیہ کر دیا، اللہ کی قدرت کہ سیدہ ھاجر رضی اللہ عنہا سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اسماعیل علیہ السلام کی شکل میں بیٹا عطا ہوا۔

آپ ہی کی برکت سے انسانیت کو زمزم اور صفا مروہ کی سعی ملی۔ مکہ کی برکتیں پھل فروٹ آپ کا فیض ہے۔ سب سے بڑی عظمت کی بات یہ کہ: آپ ہمارے آقا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی دادی ہوتی ہیں۔

جنگلِ بیابان میں محض اللہ کے حکم کو پورا کرنے کے لیے شیر خوار بچہ کے ساتھ رک جانا یہ آپ کی بے مثال قربانی ہے۔

مکہ میں گھر: موجودہ کعبہ کی عمارت کے بازو میں ۵/۶ ہاتھ تک حطیم ہے، پھر جو نصف دائرہ کی شکل میں دیوار ہے وہاں ایک درخت کے نیچے آپ کا جھونپڑا بنایا گیا تھا اسی لیے اس دیوار کو ''سدِّ اسماعیل'' بھی کہتے ہیں۔

مدفن: کہتے ہیں کہ آپ وہیں مدفون ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لِلّٰه نَحْمَدُه وَنَسْتَعِيْنُه وَنَسْتَغْفِرُه وَنُؤْمِنُ بِه وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْه وَنَعُوْذُ بِاللّٰه مِنْ شُرُوْرِاَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا،مَنْ يَّهدِهِ اللّٰهُ فَلَامُضِلَّ لَه وَمَنْ يُّضْلِلْه فَلَاهَادِيَ لَه وَنَشْهدُ اَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَحْدَه لَاشَرِيْكَ لَه وَنَشْهدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَ شَفِيْعَنَا وَحَبِيْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُه وَرَسُوْلُه،صَلَوَاتُ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَلَيْه وَ عَلٰى اٰلِه وَاَصْحَابِه وَذُرِّيَّاتِه وَ اَهلِ بَيْتِه وَاَهلِ طَاعَتِه، وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْراً كَثِيْراً

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کوئی اولاد نہیں تھی

حضرت ابراہیم علیہ السلام ہجرت کر کے،اپنی بیوی سارہ کو لے کر ملکِ شام (Syria) پہنچے،اس وقت ابراہیم علیہ السلام کی عمر تقریباً پچاسی (۸۵) سال ہوگئی تھی اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی عمر ستتر (۷۷) سال ہو چکی تھی؛لیکن اللہ تعالیٰ کی عجیب قدرت کہ اتنی بڑی عمر ہوگئی اور ان کے گھر میں کوئی اولاد نہیں تھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مصر کے بادشاہ کی لڑکی سے نکاح

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے خود ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کہا کہ:

اے اللہ کے نبی!ہماری شادی کو اتنے سال ہو گئے،کوئی اولاد نہیں ہوتی تو میں آپ کو ایک پیش کش کرتی ہوں کہ میرے پاس خدمت کرنے کے لیے ایک لڑکی ہے۔ وہ لڑکی مصر کے بادشاہ کی لڑکی تھی۔کہا کہ:یہ لڑکی جو میری خدمت کرتی ہے اس کے ساتھ آپ نکاح کر لیجیے،اللہ تعالیٰ کے یہاں مقدر ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے آپ کو

اولاد عطا فرمائیں گے۔

خود حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے۔اپنی خدمت کے لیے جو مصر کے بادشاہ کی لڑکی تھی جس کا نام ''ہاجرہ'' تھا اس۔ہاجرہ کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شادی کروادی۔

شادی کے بعد میاں بیوی کو یہ دعا مانگنی چاہیے

اب نبی کے گھر میں نئی شادی ہوئی،ساتھ میں دعا بھی ہورہی ہے:

رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ۝۱۰۰ (الصّٰفٰت)

اے اللہ! ہم کو نیک اولاد عطا فرمائیے۔یہ ایک نبی کی فیملی کی دعا ہے۔

میری دینی بہنو! شادی کے بعد میاں بیوی دونوں کو یہ دعا مانگنی چاہیے۔

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا ایک بادشاہ کی لڑکی تھی؛ لہذا نبی کے گھر میں کیسے رہنا چاہیے؟ تو حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے ان کی تربیت کی اور سکھلایا کہ نبی کے ساتھ کیسے رہنا چاہیے۔اس تربیت کی برکت سے دونوں کی زندگی بہت اچھے طریقے سے گذر رہی تھی۔

سوکنوں کا آپسی اختلاف پہلے سے چلا آرہا ہے

ہم جانتے ہیں کہ: دوسوکن جب جمع ہوتی ہیں تو کچھ نہ کچھ جھگڑے تو ہوتے ہی ہیں،سوکنوں کے درمیان جو کھینچا تانی ہوتی ہے وہ بشری، انسانی تقاضوں سے ہوتی ہے اور یہ کوئی خاص عیب نہیں ہے،اس میں بشری طاقت عاجز ہو جاتی ہے۔

بہر حال! حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر میں بھی دوسوکنوں کے جمع ہونے کی وجہ سے کچھ گرما گرمی شروع ہوئی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام سوچ رہے تھے کہ یہ دونوں کے درمیان جو ناراضگی اور جھگڑا ہے وہ کیسے ختم کریں؟

ان کے دل میں ایک بات یہ آئی کہ دونوں کو الگ الگ کر دینا چاہیے، دور دور کر دینا چاہیے تو جھگڑے ختم ہو جائیں گے۔

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا پہلے خادمہ تھیں اب بیوی بن گئیں

دوسری بات یہ تھی کہ پہلے حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی خدمت کرتی تھیں، ان کے ماتحت تھیں اور اب حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی بن گئیں؛ اس لیے ان کا درجہ اونچا ہو گیا۔

نیک اولاد عزت کا ذریعہ ہیں

اللہ تعالیٰ کی شان دیکھیے! حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی شادی کے بہت سال ہو گئے؛ لیکن ان کے یہاں بالکل اولاد نہیں تھیں اور حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا سے شادی ہوئی تو تھوڑے ہی دنوں میں حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا حاملہ ہو گئیں اور ان کے پیٹ میں بچہ آ گیا، جیسے ہی حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو حمل ٹھہرا، پیٹ میں بچہ آیا تو یہ بھی ان کی عزت کا ذریعہ بن گیا، اس سے ایک درجہ اونچا ہو گیا کہ سارہ رضی اللہ عنہا پرانی بیوی ہے اور ان کے یہاں اولاد نہیں ہے اور یہ نئی بیوی حاملہ ہو گئی؛ اس لیے ان کا درجہ زیادہ اونچا ہو گیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خانۂ کعبہ بنانے کا حکم

اسی زمانے میں ایک تیسری بات یہ ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا:

وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْـًٔا وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآىِٕفِيْنَ وَالْقَآىِٕمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ۝۲۶ (الحج)

ترجمہ: اور جب ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کو گھر (کعبہ) کی جگہ بتلادی اور ہم نے یہ حکم دیا کہ میرے ساتھ کسی کو شریک مت کرو اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں کے لیے اور (عبادت کے لیے) کھڑے رہنے والوں کے لیے اور رکوع، سجدہ کرنے والوں کے لیے (ظاہری و باطنی ناپاکی سے) پاک (صاف) رکھنا۔

حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں جب پانی کا طوفان آیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو آسمان پر اٹھا لیا تھا، صرف کعبہ کی بنیاد، پائے (Foundation) باقی رہ گئے تھے اور اس پر بھی لمبا زمانہ ہونے کی وجہ سے ریت آ گئی تھی، مٹی آ گئی تھی، وہاں ٹیلہ ہو گیا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ: اے ابراہیم! میرے گھر کعبہ کی پھر سے تعمیر کرو۔

مدینۃ الخلیل

یہ سب باتیں ایک ساتھ جمع ہو گئیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سوچا کہ چلو! بہت اچھا موقع ہے، اللہ تعالیٰ کا حکم بھی آ گیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام اس زمانے میں ملکِ شام میں۔ حبرون نام کا ایک شہر ہے وہاں۔ رہتے تھے جس کو آج کل ''مَدِيْنَةُ الْخَلِيْل'' کہتے ہیں، ''خلیل'' یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ''مدینہ'' کا مطلب ''شہر'' یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مبارک شہر۔

مقام و مرتبہ آدمی کے طور وطریق کو بھی بدل دیتا ہے

اب جب یہ سب باتیں ہوئیں تو جیسا کہ میں نے ابھی آپ کو بتایا کہ حاملہ ہونے

کی وجہ سے حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا درجہ تھوڑا اونچا ہو گیا، پہلے وہ خدمت کرنے والی تھی، اب بیوی ہو گئی اور نبی کے گھر میں اولاد نہیں تھی اور نئی بیوی کے پیٹ میں بچہ آ گیا تو حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے بات کرنے کا طریقہ تھوڑا بدل گیا۔

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی دھمکی اور قسم

ایک دن حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو دھمکی دی اور کہا کہ: سیدھی سیدھی رہ؛ ورنہ میں تیرے ناک، کان کاٹ ڈالوں گی۔

اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے اس پر قسم کھالی کہ: اے ہاجرہ! اگر تو سیدھی سیدھی بات نہیں کرے گی تو میں تیرے جسم میں سے دو تین عضو کاٹ ڈالوں گی۔

چوں کہ پہلے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا مالکہ تھیں اور حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا ان کے ماتحت میں تھیں؛ اس لیے وہ پرانے طرز میں ماں سارہ رضی اللہ عنہا نے دھمکی دی اور قسم کھالی۔

جیسے بعض لوگ بچے پر غصے ہو جاتے ہیں تو کہتے ہیں: کان کاٹ ڈالوں گا اور ماتحت والا فرد کتنا ہی بڑا ہو جائے بڑوں کے برتاؤ میں مکمل تبدیلی آنا مشکل ہوتا ہے۔

قسم پورا کرنے کا عجیب طریقہ

اب چوں کہ قسم کھالی تھی؛ اس لیے بعد میں اس قسم کو پورا کرنے کے لیے حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے کان اور ناک میں سوراخ کیا گیا، چوں کہ دھمکی دی تھی ناک اور کان کاٹ ڈالنے کی اور وہ کاٹنا تو مشکل تھا اور قسم کھائی ہے، قسم پوری نہ کرے تو قسم ٹوٹ جائے گی اور کفارہ دینا پڑے گا؛ اس لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ طریقہ بتایا گیا کہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے کان اور ناک میں سوراخ کرو؛ تا کہ قسم پوری ہو جائے۔

سب سے پہلے کان اور ناک میں سوراخ کروانے والی عورت

سب سے پہلے اس دنیا میں حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے کان اور ناک میں سوراخ کیا گیا تھا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نئی اور چھوٹی بیوی تھی۔ بعد میں عورتوں میں یہ سلسلہ چلا کہ کان میں سوراخ کرواتی ہیں اور وہاں پر بالی پہنتی ہیں اور ناک میں سوراخ کروا کے نتھنی پہنتی ہیں۔

ناک میں سوراخ کر کے نتھ (کانٹا) پہننا جائز ہے

آپ کو سن کر کچھ تعجب بھی ہوا ہوگا، فتاویٰ محمودیہ میں میرے پیرومرشد حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فتویٰ لکھا ہے کہ: جس طرح کان میں سوراخ کروا کر کان میں زیور پہننا جائز ہے، اسی طرح ناک میں بھی سوراخ کروا کر اس میں بھی نتھ وغیرہ پہن سکتے ہیں۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش حَبرون میں

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو ''حَبرون'' شہر میں رہتے رہتے بچہ پیدا ہوگیا اور اس بچے کا نام ''اسماعیل'' رکھا گیا، یہ پیدائش ملکِ شام میں حَبرون۔ جس کو ''مدینۃ الخلیل'' کہا جاتا ہے اس۔ میں ہوئی۔

ان مبارک ہستیوں کی قبروں پر حاضری کی سعادت

الحمدللہ! اس شہر میں بندے کو حاضری کی سعادت حاصل ہوئی ہے، وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام،

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا وغیرہ کی طرف منسوب مزارات ہیں جس کی تفصیلات آپ بندے کی کتاب ''دیکھی ہوئی دنیا، جلد: سوم'' میں پڑھ سکتے ہو۔

بڑی عمر میں بچہ پیدا ہونا کوئی بری بات نہیں ہے

میری دینی بہنو! یہاں ایک بات سوچنے کی ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے یہاں یہ بیٹا پیدا ہوا تو اس وقت ان کی عمر پچاسی (۸۵) سے زیادہ تھی، بعض روایتوں کے مطابق ننانوے (۹۹) سال کی عمر تھی۔

اس سے معلوم ہوا کہ بڑی عمر میں اولاد کا ہونا کوئی بری بات نہیں ہے، یہ بھی اللہ تعالیٰ کے نبی کا طریقہ ہے۔

اگر کسی مرد اور کسی عورت کو بڑی عمر میں اولاد ہو تو اس کی وجہ سے طعنہ نہیں مارنا چاہیے، طعنہ مارنے والے گنہگار رہوں گے، یہ نبی کی سنت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بڑی عمر میں اللہ تعالیٰ نے اولاد عطا فرمائی۔

افریقہ میں موزامبیق کے مپوٹو شہر میں ہمارے ایک مخلص دوست حاجی نورانی صاحب نے پہلی اہلیہ کے انتقال کے بعد جب بڑی عمر میں دوسرا نکاح کیا اور ان سے اولاد ہوئی تو ہمارے علاقے کے مزاج کے اعتبار سے لوگوں نے کچھ ناپسندیدگی کے انداز میں بات کی تو حاجی صاحب نے حضرت ابراہیم علیہ السلام والا واقعہ سنا کر ان اعتراض کرنے والوں کو خاموش کیا۔

اسماعیل نام رکھنے کی وجہ اور اس کا معنیٰ

اللہ تعالیٰ کے فرشتے نے خود بتلایا تھا کہ تمھارے یہاں ایک بیٹا پیدا ہوگا اس

کا نام اسماعیل رکھنا۔ اسماعیل یہ عبرانی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی اردو میں ہوتا ہے ''اے اللہ! میری دعا سن لیجیے'' چوں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اولاد کے لیے دعا مانگتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا سن لی اور ان کے گھر میں اولاد عطا فرمائی، اس نسبت سے اس بیٹے کا نام اسماعیل رکھا گیا۔

بُراق کیا ہے؟

جب یہ بچہ پیدا ہو گیا اور اسی زمانے میں خدا کا حکم بھی آ گیا تو ایک دن حضرت جبرئیلِ امین علیہ السلام براق لے کر آئے۔

براق جنت کا ایک جانور ہے، یہ گھوڑے سے تھوڑا چھوٹا اور گدھے سے تھوڑا بڑا ہوتا ہے، گھوڑے اور گدھے کی بیچ کی سائز کا یہ جانور ہوتا ہے، یہ جنتی جانور ہے۔

حَبرون سے وادیٔ غیر ذی زرع کی طرف روانگی

حضرت جبرئیل علیہ السلام براق لے کر آئے اور کہا کہ: اے ابراہیم! بیٹھ جاؤ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام بیٹھ گئے، اپنی بیوی حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو بٹھایا اور اپنے دودھ پیتے بچے اسماعیل علیہ السلام کو بٹھایا۔

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو اس وقت کچھ پتہ نہیں تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے، مجھے کہاں لے جا رہے ہیں؟ کیوں لے جا رہے ہیں؟

پرانی بیوی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو حَبرون میں رکھا۔

وہ براق فلسطین کے حَبرون سے روانہ ہوا، حضرت جبرئیل علیہ السلام براق کی رسی ہاتھ میں پکڑ کر چلتے تھے، راستے میں چلتے چلتے کوئی شہر آتا، کوئی آبادی، کوئی بستی آتی

توحضرت ابراہیم علیہ السلام سوال کرتے تھے کہ: ہم کو یہاں اترنا ہے؟ یہاں رہنا ہے؟

حضرت جبرئیل علیہ السلام فرماتے کہ: نہیں، آگے چلو، آپ کی منزل تو اور آگے ہے، آپ کو اور آگے جانا ہے۔

وادیٔ غیر ذی زرع

یہاں تک کہ چلتے چلتے آج جہاں مکہ مکرمہ ہے وہاں پر پہنچ گئے۔

اس زمانے میں مکہ شہر نہیں تھا، جنگل تھا، کانٹے تھے، کانٹے دار جھاڑیاں تھیں، ببول۔جس کو گجراتی میں (باور) کہتے ہیں، کانٹے۔ کے درخت تھے اور وہاں کعبہ بھی نہیں تھا، مکہ شہر بھی نہیں تھا، دور دور تک چٹیل میدان تھا، وہاں جا کر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے براق کو اتارا اور روک دیا۔

وہاں ایک چھوٹا سا ٹیلہ تھا، اس ٹیلے کی مٹی میں ریت کے اندر کعبہ شریف کے پائے تھے اور بہت دور عمالین نام کی قوم کے کچھ لوگ رہتے تھے، باقی خاص مکہ میں کوئی انسان نہیں تھا، جنگل، جھاڑی، کانٹے سب یہی چیزیں تھیں، اس جنگل میں دور دور تک انسان کی آواز بھی سنائی نہیں دیتی تھی، میلوں تک سبز گھاس کا نام ونشان تک نہیں تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جبرئیلِ امین سے پوچھا کہ: یہی ہماری منزل ہے؟

جبرئیل علیہ السلام نے کہا: ہاں! یہی آپ کی منزل ہے۔

چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جنگل میں سے کچھ گھاس، پتے، لکڑیاں جمع کر کے ایک چھپر بنایا۔جیسے ہم لوگ غریبوں کے گھر دیکھتے ہیں اور چھپر میں اپنی جوان بیوی حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اور دودھ پیتے بچے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو رکھا۔

مصر کی شہزادی سنسان جنگل کے ایک چھپر میں

میری دینی بہنو! جیسا آپ سن چکیں کہ ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا تو شہزادی تھی، مصر کے بادشاہ کی لڑکی تھی؛ لیکن ان کے شوہر، اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو ایک گھاس اور پتوں کے چھپر میں رکھا۔

ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا خوشی خوشی وہاں رہنے کے لیے تیار ہوگئی، یہ نہیں سوچا کہ میں بادشاہ کی بیٹی ہوں، میں شہزادی ہوں؛ بلکہ اپنے شوہر، اللہ کے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جہاں رکھا وہیں پر رہنے کے لیے وہ راضی ہوگئی۔

ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا اس چھپر میں رہنے لگی، ان کے پاس ایک تھیلی میں کھجوریں تھیں اور ایک مٹکے جیسا مشکیزہ تھا اس میں پانی تھا، ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا اس میں سے کھاتی اور اپنے چھوٹے بیٹے اسماعیل کو دودھ پلاتی رہتی۔

جدائی کا غمناک منظر

تھوڑا وقت گذرا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تو وہاں سے چلنے لگے۔

کیا منظر ہوا ہوگا؟

ایک جنگل جہاں کوئی انسان نہیں، کوئی مکان نہیں، کھانے پینے کا سامان نہیں، ایسے جنگل میں جوان بیوی اور دودھ پیتے بچے کو رکھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام چلنے لگے۔

ہمیں کس کے حوالے چھوڑ کر جا رہے ہو؟

ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا پیچھے چلی اور پیچھے جا کر کہتی ہے کہ: اے اللہ کے نبی! یہاں

جنگل میں ہمیں چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو؟

یہاں کوئی ساتھ دینے والا نہیں، کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام خاموش، کچھ نہیں بولتے، چپ چاپ چلتے رہے۔

ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے اپنا سوال دُہرایا کہ: اے اللہ کے نبی! یہاں جنگل میں کس کے بھروسے پر ہمیں چھوڑ کر جا رہے ہو؟

کیا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کوئی جواب نہیں دیا، چلنے لگے، ایک بار، دو بار، تین بار سوال کیا، کوئی جواب نہیں دیتے تو۔ چوں کہ وہ شہزادی تھی، ہوشیار تھی؛ اس لیے۔ خود سامنے سے سوال کرتی ہے کہ: اے اللہ کے نبی! کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو جنگل میں چھوڑ کر جانے کا حکم دیا ہے؟

وہ جانتی تھی کہ اللہ کے نبی مجھ پر ظلم نہیں کر سکتے؛ اس لیے خود سوال کیا۔

تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

ہاں! میرے اللہ کا حکم ہے کہ تم کو جنگل میں چھوڑ کر چلا جاؤں۔

عجیب جواب: تب تو وہ اللہ تعالیٰ ہم کو ضائع نہیں کریں گے

میری دینی بہنو! جب اپنے شوہر کی زبان سے یہ جواب سنا تو حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے عجیب جواب دیا۔ اللہ تعالیٰ پوری دنیا کی ہماری مسلمان بہنوں کو اور ہمارے مسلمان بھائیوں کو ایسا پاکیزہ جذبہ عطا فرمائے، آمین۔

ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے، ایک عورت ذات نے کتنا پیارا جواب دیا!

فرمایا کہ: اگر اللہ تعالیٰ کا حکم ہے تو آپ شوق سے، خوشی خوشی چلے جائیے، جس اللہ نے حکم دیا ہے وہ اللہ پاک ہم کو کبھی ہمیں ضائع نہیں کریں گے۔

اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کرنے سے کبھی کوئی برباد نہیں ہوتا

ایک عورت یہ سمجھ رہی تھی کہ اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کرنے سے کبھی کوئی ضائع اور برباد نہیں ہوتا۔

میری دینی بہنو! اللہ امتِ محمدیہ کے ہر مسلمان مرد اور عورت کو یہ بات سمجھا دے کہ خدا کا حکم پورا کرنے سے کبھی کوئی ضائع اور برباد نہیں ہوتا ہے اور خود حضرت ابراہیم علیہ السلام ایسے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے کسی چیز کو زیادہ پیاری نہیں سمجھتے تھے، بس اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اس کو پورا کرو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام دوبارہ اپنی پرانی بیوی سارہ رضی اللہ عنہا کے پاس فلسطین جانے کے لیے روانہ ہو گئے، ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا چھپر میں آکر بیٹھ گئی، معصوم بچہ گود میں ہے، اس کو دودھ پلاتی ہے۔

”ثنیہ“ نامی جگہ پر بیوی بچے کی یاد کا ستانا

حضرت ابراہیم علیہ السلام آگے چلے اور مکہ میں ایک جگہ ہے جس کا نام ”ثنیہ“ ہے۔
یہ ثنیہ جگہ پہلے مروہ پہاڑ کے بازو میں تھی، الحمد للہ! پہلے میں نے وہ جگہ دیکھی ہے، اب تو وہ سب جگہیں توڑ پھوڑ کر کے ختم کر دی گئی ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام جب چلتے چلتے وہاں پہنچے تو بیوی اور بچے کی یاد نے ستایا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کھڑے رہ گئے اور کھڑے ہو کر۔ جہاں سے بیوی اور بچہ نظر نہیں

آ رہے تھے وہاں کھڑے کھڑے۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے دعا مانگی۔

ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا بھی دور تک دیکھتی رہی تھی؛ لیکن جب راستہ بدل گیا، شوہر نظر آنا بند ہو گئے تو بیوی آ کر بیٹھ گئی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بہترین اور عجیب دعا

حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی شاید دیکھ رہے ہوں گے؛ لیکن جب نظر آنا بند ہو گیا، راستہ بہت دور ہو گیا تو کھڑے ہو گئے اور دعا کی کہ: مولا! میں تو چھوڑ کر آ گیا ہوں؛ لیکن اب آپ حفاظت کرنا، اے اللہ! بیوی اور بچے کو آپ کے حوالے کرتا ہوں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کی طرف منہ کیا اور دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے، وہ دعا دو جگہ پر قرآن میں اللہ تعالیٰ نے نقل فرمائی ہے، ایک سورۂ بقرہ میں:

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝۱۲۶ (البقرة)

ترجمہ: اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) نے عرض کیا؛ اے میرے رب! آپ اس شہر (مکہ) کو امن والا بنا دیجیے اور اس (مکہ) کے رہنے والوں میں سے (بھی) جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لاوے ان کو (قسم قسم کے) پھلوں سے رزق (کھانے کے لیے) عطا فرمائیے، (اللہ تعالیٰ نے دعا کے جواب میں) ارشاد فرمایا: جس نے کفر کیا اس کو بھی میں تھوڑی مدت کے لیے فائدہ اٹھانے کا موقع دوں گا، پھر میں اس (کافر) کو (زبردستی) دوزخ کے عذاب کی طرف (کھینچ کر)

لے جاؤں گا اور وہ (جہنم) رہنے کی بہت بری جگہ ہے۔

یہ دعا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مانگی، اس دعا میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے سامنے بہت ضروری اور بہت اہم چیزیں مانگی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ عرض کرر ہے تھے: اے اللہ! اس جنگل بیابان میں اب میری بیوی اور میری اولاد کو سنبھالنے والا کوئی نہیں ہے، بس ایک آپ کی ذات ہے، اے اللہ! میں اپنی بیوی اور بچے کو آپ کے حوالے کرتا ہوں، آپ میری بیوی اور بچے کی حفاظت فرمایئے۔

بہت اہم اور بہت ہی پیاری اور بہت ہی پاکیزہ دعا ہے، اس دعا کی ایک ایک بات میں آپ کو سمجھاتا ہوں۔

اس سے یہ بھی نصیحت ملی کہ دنیوی اسباب سے زیادہ اسباب بنانے والے اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگنی چاہیے۔

بیوی بچوں کے ساتھ محبت یہ فطری چیز ہے

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جو دعا مانگی، یہ دعا ہم کو سکھا رہی ہے کہ اولاد اور بیوی بچے پر شفقت کرنا اور ان سے محبت کرنا یہ انسان کا فطری اور طبعی تقاضا ہے، جو آدمی اپنی بیوی اور بچوں سے محبت نہ کرے وہ انسان کہلانے کے قابل نہیں ہے، وہ جانوروں جیسا ہے اور اللہ تعالیٰ کا حکم بھی ہے کہ اپنی بیوی اور بچوں کے ساتھ محبت اور شفقت کا برتاؤ کرو۔

دعا میں دین و دنیا دونوں کی بھلائی کا سوال

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو دعا مانگی اس میں اپنی اولاد کے لیے، اپنی

بیوی کے لیے اللہ تعالیٰ سے دین بھی مانگا اور دنیا بھی مانگی، دونوں چیزیں مانگی۔

دوسری جگہ سورۂ ابراہیم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اس طریقے پر ہے:

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ﴿۳۵﴾ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۶﴾ رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْـِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۷﴾ (الابراھیم)

ترجمہ: اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا: اے میرے رب! آپ اس شہر (مکہ) کو امن والا بنا دیجیے اور مجھ کو اور میری اولاد کو بتوں کی عبادت سے بچا کر کے رکھنا۔ اے میرے رب! ان (بتوں) نے تو بہت سارے لوگوں کو گمراہ کر کے رکھ دیا ہے (یعنی بت گمراہی کا سبب بنے ہیں) سو جو آدمی میرے (توحید کے) راستے پر چلے وہ میرا ہے (یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی توحید والی جماعت میں شامل ہونے کا دعوٰی کر سکتا ہے) اور جس آدمی نے میرا کہنا نہیں مانا (اس کا معاملہ آپ پر چھوڑتا ہوں کہ ہدایت دے کر آپ اس کو معاف کر دیں؛ اس لیے کہ) یقیناً آپ ہی تو بہت بڑے معاف کرنے والے اور بہت زیادہ رحم والے ہیں (اس دعا میں ایمان والوں کے لیے سفارش بھی ہے)۔

اے ہمارے رب! میں نے اپنی بعض (ایک) اولاد کو آپ کے محترم گھر (کعبہ) کے پاس ایک ایسی وادی (میدان) میں۔ جہاں کسی قسم کی کوئی کھیتی نہیں ہے۔ لا کر کے بسایا ہے (یہ بسانے کا کام اس لیے کیا) اے ہمارے رب! تاکہ یہ نماز قائم

کریں، لہٰذا بعض لوگوں کے دلوں میں ان کی طرف کشش پیدا کر دیجیے۔

(اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام دعا میں "بعض" کی قید نہ لگاتے تو ساری دنیا آ کر مکہ میں آباد ہو جاتی اور مکہ تنگ پڑ جاتا)

اور ان کو پھلوں کا رزق عطا فرمایئے کہ وہ لوگ شکر کرنے والے بن جائیں۔

(حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا بتلاتی ہے کہ اولاد کے لیے معاشی ضروریات وراحت کا انتظام حسبِ طاقت باپ کے ذمے ہے) یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت کو متوجہ کرنے والے الفاظ

میری دینی بہنو! حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جتنی بھی دعائیں قرآن میں آئی ہیں وہ لفظ "رب" سے شروع ہوتی ہیں: ربنا، ربی۔

اس سے ہمیں یہ ایک بات سیکھنے کو ملی کہ جب ہم اللہ تعالیٰ کے سامنے دعا کریں تو: اے میرے رب! اے میرے رب! اے میرے اللہ! اے میرے اللہ!

بار بار بولیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کو اپنی طرف متوجہ کریں، یہ اللہ تعالیٰ کے لطف وکرم کو متوجہ کرنے والے الفاظ ہیں۔

سورۃ البقرۃ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جو دعا ہے وہ اس زمانے کی ہے جب مکہ جنگل تھا اور سورۂ ابراہیم میں جو دعا ہے وہ اس زمانے کی ہے جب مکہ شہر بن گیا تھا؛ اس لیے دونوں دعاؤں کے الفاظ میں تھوڑا سا فرق ہوا ہے۔

جنگل کو شہر بنا دیجیے

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے کہا: اے اللہ! ابھی تو یہ مکہ جنگل ہے؛

لیکن اس مکہ کو آپ شہر بنا دیجیے؛ تا کہ وہاں میری بیوی اور بچوں کو گھبراہٹ نہ ہو اور ان کی تمام ضروریات آسانی سے پوری ہو سکیں۔

شہر کو امن والا بنا دیجیے

دوسری دعا مانگی: اے اللہ! اس مکہ کو امن اور اطمینان والا شہر بنا دینا۔ یہ دعا بھی پوری ہوئی اور آج تک کعبہ کا کوئی مخالف مکہ شہر پر غالب نہ آ سکا۔

ہاتھی والوں نے مکہ پر حملہ کرنے کی کوشش کی تھی، اللہ تعالیٰ نے تمام ہاتھی والوں کو برباد کر دیا، ختم کر دیا جو سورۂ فیل میں قصہ ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا میں اللہ تعالیٰ سے یہ بھی کہا:

اے اللہ! اس کو امن والا حرم بنا دیجیے، یہاں قتل نہ ہو، لڑائی جھگڑا نہ ہو، جانوروں کو بھی امن واطمینان ملے اور ہری ہری گھاس اور درختوں کو بھی امن ملے۔

اسی لیے حرم میں جا کر ہم جانوروں کا شکار نہیں کر سکتے، ہرے ہرے پتے نہیں توڑ سکتے، یہ سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی برکت ہے۔

پھلوں کا رزق عطا ہونے کی دعا

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دعا میں اللہ تعالیٰ سے کہا کہ: اے اللہ! میری بیوی اور بچوں کو پھلوں کا رزق عطا فرمائیے، فروٹ اور میوے کھلائیے۔

ملکِ شام کا ایک شہر مکہ میں

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اس طرح قبول فرمائی کہ پورا ملکِ

شام۔ جو بہت برکت والا ہے، وہاں پھل بھی بہت ہوتے ہیں، پانی بھی بہت ہوتا ہے، کھیتی بھی بہت ہوتی ہے وہاں۔ سے ایک پورا شہر اٹھا کر کے مکہ کے پاس اللہ تعالیٰ نے پہنچادیا، اسی کا نام طائف ہے۔

طائف کا مطلب

طائف کا مطلب: طواف کرنے والا۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ملکِ شام سے ایک شہر اٹھایا اور کعبہ کا طواف کروایا اور طواف کرواکے مکہ کے پاس لاکر رکھ دیا؛ اس لیے اس کو طائف کہا جاتا ہے۔

آپ دیکھیں گے کہ عرب کے صحرا میں طائف ایک ایسا شہر ہے جس کی زمین اور آب وہوا بالکل ملکِ شام کی طرح ہے۔

طائف کی کچھ یادیں

طائف میں مفسرِ امت حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما آرام فرمارہے ہیں اور طائف میں وہ یادگار مقامات بھی ہیں جہاں حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے باغ میں تھوڑی دیر آرام فرمایا تھا، لہولہان قدم کے ساتھ جس پتھر پر بیٹھ کر دعا کی تھی اور عداس رضی اللہ عنہ نے جہاں انگور کا خوشہ پیش کیا تھا، یہ سب یادگاریں موجود ہیں۔

اور طائف سے ہوتے ہوئے قبیلۂ بنی سعد کے علاقے میں بھی جاتے ہیں جہاں حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا رہتی تھیں، جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بچپن میں قیام فرمایا تھا۔

الحمد للہ! ان تمام مقامات کی زیارت نصیب ہوئی ہے، ان شاء اللہ! کبھی اس کی تفصیلات عرض کروں گا۔

طائف میں پھل فروٹ بہت ہوتے ہیں اور آج بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی برکت سے پوری دنیا کے اعلیٰ قسم (Qualety) کے پھل فروٹ ماشاء اللہ مکۂ مکرمہ میں آتے ہیں۔

مکہ میں آج بھی کھیتی نہیں ہوتی

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا میں یہ نہیں کہا کہ: اے اللہ! مکہ میں کھیتی ہو؛ اس لیے کہ مکہ میں کھیتی ہوگی تو کہیں میری اولاد کھیتی میں لگ کر دین نہ چھوڑ دی، دنیا دار نہ بن جائے، اسی لیے مکہ کو کھیتی کی جگہ نہیں بنایا؛ بلکہ دعا کی کہ پھل ملے۔

اسی لیے آج بھی مکہ میں کھیتی نہیں ہوتی ہے، مدینہ میں کھیتی ہوتی ہے اور مکہ میں تو اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی برکت سے دنیا بھر کے پھل فروٹ پہنچاتے ہیں۔

ایک خاص اور اہم دعا

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا میں ایک خاص بات یہ بھی کہی کہ:

اے اللہ! میں نے میری جوان بیوی اور دودھ پیتے بچے کو اس جنگل میں اس لیے چھوڑا ہے تاکہ کعبہ کی حفاظت ہو اور نماز کا ماحول قائم ہو جائے، فرمایا:

رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلٰوةَ: تاکہ نماز کا ماحول قائم ہو جائے۔

اور ساتھ میں یہ دعا مانگی:

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ۔

ترجمہ: اے ہمارے رب! آپ ہم کو آپ کا پورا فرماں بردار بنا دیجیے اور

ہماری اولاد میں سے بھی ایک ایسی جماعت (امت) پیدا کردیجیے جو آپ کی پوری فرماں بردار ہو۔

اس دعا میں اسلام پر بقا، استقامت اور ترقی کی دعا بھی شامل ہے، ایک جلیل القدر نبی اللہ تعالیٰ سے یہ دعا اپنی ذات کے لیے اور اپنی اولاد کے لیے مانگے تو دوسروں کو بھی اس دعا کا خاص اہتمام کرنا چاہیے، خصوصاً اس دور میں ہر ایمان والا ہمیشہ اس دعا کے مانگنے کا اہتمام کرے۔ یہ دعا مانگ کر کے حضرت ابراہیم علیہ السلام چلے گئے۔

توشے کا ختم ہونا اور دودھ کا سوکھ جانا

حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا دونوں وہاں رہ رہے ہیں، جو پانی تھا وہ ختم ہو گیا اور جو کھجوریں تھیں وہ بھی ختم ہو گئیں۔

اس تنہائی میں حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا برابر اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول رہتی تھیں، یہ بھی ہماری دینی بہنوں کے سمجھنے کی بات ہے کہ تنہائی میں حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول تھیں، ذرہ برابر بھی اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں رہتی تھیں اور آج کل اگر تنہائی میں وقت ملتا ہے تو ہم موبائل، انٹرنیٹ پر اپنا وقت ضائع کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم کو وقت کی قدر نصیب فرمائے، آمین۔

خیر! تو ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا اپنے بچے کو دودھ پلاتی؛ لیکن آہستہ آہستہ ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو بھی بھوک لگی، پیاس لگی، اتنی بھوک اور پیاس لگی کہ ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا دودھ اترنا بند ہو گیا اور جب دودھ نہیں آتا تو بچے کو بھی بھوک لگی اور معصوم بچہ زمین پر تڑپ رہا ہے، بے چین ہے، ایسی حالت ہو گئی کہ ابھی مر جائے گا۔

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی بے چینی

ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا دور، دور نظر دوڑاتی کہ کوئی انسان نظر آئے تو اس کے پاس کھانا، پانی مانگوں؛ لیکن دور دور تک کوئی انسان نظر نہیں آتا تو ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے سوچا کہ سامنے ''صفا'' پہاڑ ہے اس پر جاؤں، پہاڑ پر چڑھ کر کے دور دور تک دیکھوں، کوئی انسان نظر آجائے تو اس سے کچھ معلومات حاصل ہو اور کھانے پینے کا کوئی ذریعہ ہو جائے۔

کبھی صفا پر کبھی مروہ پر

ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا کبھی صفا پہاڑ تو کبھی مروہ پہاڑ پر چڑھی، دور دور تک کوئی انسان نظر نہیں آیا، پہاڑ پر جاتی پھر بچہ یاد آتا تو نیچے اتر کر بچے کو دیکھنے آتی کہ میرے بچے کا کیا حال ہے؟ دیکھتی کہ بچہ تڑپ رہا ہے، پھر جاتی، پھر بچہ یاد آتا تو بھاگ کر واپس آتی، بس اس طرح سات مرتبہ چکر پورے ہوئے اور حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا امتحان بھی پورا ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے ماں کا دل عجیب بنایا ہے

دینی بہنو! ایک ماں کے لیے اپنی ذات سے زیادہ پیاری بچے کی زندگی ہوتی ہے، ماں کا دل اللہ تعالیٰ نے عجیب بنایا ہے کہ ماں اپنی بھوک برداشت کر لیتی ہے؛ لیکن بچے کی بھوک ماں سے نہیں دیکھی جاتی۔ ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو اپنی بھوک سے زیادہ اپنے معصوم بچے کی بھوک کی فکر تھی، بے چین ہو کر تڑپ رہی ہے، دوڑ رہی ہے۔

حج و عمرہ میں حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی نقل

ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے جیسے چکر لگائے بعینہ یہی طریقہ صفا و مروہ کے چکر میں

ہوتا ہے، عمرہ میں اور حج میں سات چکر لگاتے ہیں۔ جب صفا یا مروہ سے اتر کر نیچے آتے ہیں تو کعبہ کی طرف منہ کر کے دیکھنا بھی مستحب ہے۔

اب تو وہاں ایسی ایسی عمارتیں بن گئیں کہ کعبہ کم نظر آتا ہے، ورنہ مستحب یہی ہے۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام کی آمد اور زمزم کے چشمہ کا جاری ہونا

جب حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا مروہ پہاڑ پر تھی تو انھوں نے ایک آواز سنی کہ کوئی انسان بول رہا ہے؛ لیکن کوئی نظر نہیں آتا کہ کون ہے۔

ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا چپ ہوگئی اور دھیان سے سننے لگی، پھر آواز آئی؛ لیکن نظر نہیں آرہا تھا۔ ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے زور سے کہا کہ: اے بولنے والے! تو کون ہے؟ اگر تیرے پاس مدد کا کچھ سامان ہے تو میری مدد کر، مجھے ضرورت ہے، میں پریشان ہوں۔

تھوڑی دیر میں دیکھا تو ایک فرشتہ سامنے کھڑا ہے، یہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اپنی ایڑی لگائی اور اپنا باز و لگایا تو اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے وہاں پر پانی جاری کر دیا۔

زم زم (یعنی رک جا)

جب یہ پانی نکلا تو ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا خوش ہوگئی اور پانی کو ہاتھ میں لیا اور اپنے مٹکے میں بھرنے لگی، خود پینے لگی؛ لیکن پانی بہت زور سے آرہا تھا تو جلدی جلدی ریت، مٹی اور پتھر سے چہار دیواری کا احاطہ کرنے لگی کہ یہ پانی بہہ نہ جائے اور کہنے لگی:

زم زم؛ یعنی رک جا، رک جا، ایک جگہ ٹھہر جا۔

اے کاش کہ!

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:۔یہ بخاری شریف کی حدیث میں آپ کو سنا رہا ہوں۔کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اسماعیل علیہ السلام کی ماں یعنی حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا پر رحم فرمائے! اگر ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا زمزم کو نہ روکتی تو زمزم بہتا ہوا ایک پانی کا چشمہ ہوجاتا، پانی کی ندی بن جاتی۔(بخاری:۳۳۶۴)

ایک عورت ذات کی قربانی کی برکت

میری دینی بہنو! یہ زمزم ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی قربانی کی برکت ہے، قیامت تک آنے والے انسان جو زمزم کا پانی جو پی رہے ہیں اور پئیں گے یہ ایک عورت ذات کی قربانی ہے، ایک جوان عورت اپنے دودھ پیتے بچے کو لے کر جنگل میں رہی، اللہ تعالیٰ نے اس کی برکت سے زمزم کا پانی انسانوں کو عطا فرمایا۔

جبرئیل علیہ السلام نے کہا: ہاجرہ! گھبراؤ مت، اللہ تعالیٰ تمھیں برباد نہیں کریں گے، یہاں خدا کا گھر کعبہ ہے، یہ جو تمھارا چھوٹا بچہ ہے وہ اور اس کے ابا ابراہیم علیہ السلام دونوں مل کر کے خدا کا گھر کعبہ بنائیں گے اور یہاں خدا کا گھر آباد ہوگا، شہر بن جائے گا۔

زمزم کے پانی کی برکتیں

چنانچہ زمزم کے پانی کی برکت سے ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو دودھ اترنا شروع ہوگیا، ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا تو کام بن گیا، پانی پیتی اور اپنے بچے کو دودھ پلاتی۔

اور اللہ تعالیٰ نے زمزم میں یہ طاقت رکھی ہے کہ جس نیت سے پیو اللہ تعالیٰ وہ

نیت پوری فرماتے ہیں۔حدیث میں آتا ہے:

ماءُ زمزمَ لِمَا شُرِبَ لَهُ. (ابن ماجہ: ۳۰۶۲، عن جابر)

زمزم کا پانی جس نیت سے پیو اللہ تعالیٰ اس نیت کو پوری فرمائیں گے۔
کسی کو بھوک لگی ہو وہ زمزم پیے اللہ تعالیٰ بھوک دور فرمائیں گے۔
بیمار یقین کے ساتھ پیے تو اللہ تعالیٰ شفا عطا فرمائیں گے۔

زمزم کی برکت سے شفا

متعدد حضرات نے زمزم کو شفا کے لیے بھی استعمال کیا اور بہت سوں کو فائدہ بھی ہوا، ضرورت ہے یقین کی۔

میرے بڑے بھائی صاحب کو ہاتھ میں ہتھیلی کے پیچھے چمڑی پر ایک خاص قسم کا مرض ہوتا تھا جس میں بڑے پریشان رہتے تھے، بہت علاج معالجے ہوئے، چمڑی کے ماہر ڈاکٹروں سے بھی علاج کا سلسلہ رہا؛ لیکن خاطر خواہ افاقہ نہیں ہوتا تھا، بس عارضی طور پر کچھ فائدہ ہو جاتا، جب حج کا سفر ہوا تو کئی روز تک خاکِ مکہ اور زمزم دونوں کو ملا کر اس کو ہاتھ پر لگایا، الحمد للہ! زمزم اور خاکِ مکہ کی برکت سے وہ مرض بالکل ہی ختم ہو گیا۔

دنیا کے بڑے بڑے ڈاکٹر اس پانی کی مختلف لیبارٹری میں جانچ کر چکے ہیں، وہ اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ: اس وقت دنیا میں سب سے عمدہ پانی ''زمزم'' ہے۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس کی قدر نصیب فرمائے، آمین۔

آگے والا قصہ ان شاء اللہ آئندہ مجلس میں سنائیں گے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجۂ محترمہ

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ

(دوسری قسط)

اقتباس

ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا ایک ماں، اس کا ایک ہی بچہ، جس کو جنگل میں اکیلے رہ کر کے بڑی قربانیوں سے پالا، اس ماں کو بچے سے کتنی محبت ہوگی؟

لیکن اس ماں نے جواب دیا کہ: اگر اللہ تعالیٰ کا حکم ہے تو ضرور میرے بیٹے کو ذبح کریں، مجھے کوئی فکر نہیں ہے۔

شیطان یہ سوچتا تھا کہ ہاجرہ روئے گی، چلّائے گی، جنگل کی طرف اپنے بیٹے کو بچانے دوڑے گی؛ لیکن جب اس نے حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا یہ جواب سنا تو وہ ناامید ہوگیا۔

آج ہمیں اپنے بچوں کو چالیس دن، چار مہینے جماعت میں بھیجنا بھاری پڑتا ہے، سات سال، پانچ سال عالم اور حافظ بننے کے لیے مدرسے میں بھیجنا بھاری پڑتا ہے اور وہ ماں تھی جو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے اپنے بیٹے کو کٹوانے خوشی خوشی تیار ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی توفیق دے کہ ہم اپنے بچوں کو دین کے لیے، حافظ اور عالم بننے کے لیے مدرسوں میں بھیجیں، یہ بچے جماعت میں جائیں گے، حافظ بنیں گے، عالم بنیں گے تو ان شاء اللہ آپ کو آخرت میں کام آئیں گے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہ وَنَسْتَعِیْنُہ وَنَسْتَغْفِرُہ وَنُؤْمِنُ بِہ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِاَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا،مَنْ یَّھدِہِ اللّٰہُ فَلَامُضِلَّ لَہ وَمَنْ یُّضْلِلْہ فَلَاھادِیَ لَہ وَنَشْھدُ اَنْ لَّااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہ لَاشَرِیْکَ لَہ وَنَشْھدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ شَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہ وَرَسُوْلُہ،صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہ وَاَصْحَابِہ وَذُرِّیَّاتِہ وَ اَھلِ بَیْتِہ وَاَھلِ طَاعَتِہ، وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً

اَمَّا بَعْدُ!فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رَبَّنَآ اِنِّیۡۤ اَسۡکَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ بِوَادٍ غَیۡرِ ذِیۡ زَرۡعٍ عِنۡدَ بَیۡتِکَ الۡمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجۡعَلۡ اَفۡـِٕدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَہۡوِیۡۤ اِلَیۡہِمۡ وَارۡزُقۡہُمۡ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّہُمۡ یَشۡکُرُوۡنَ﴿۳۷﴾ (الابراھیم)

ترجمہ:اے ہمارے رب!میں نے اپنی بعض (ایک)اولاد کو آپ کے محترم گھر (کعبہ) کے پاس ایک ایسی وادی (میدان) میں۔جہاں کسی قسم کی کوئی کھیتی نہیں ہے۔لاکر کے بسایا ہے (یہ بسانے کا کام اس لیے کیا) اے ہمارے رب! تاکہ یہ نماز قائم کریں،لہذا بعض لوگوں کے دلوں میں ان کی طرف کشش پیدا کردیجیے۔

(اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام دعا میں ''بعض'' کی قید نہ لگاتے تو ساری دنیا آکر مکہ میں آباد ہوجاتی اور مکہ کی وسعت کیسے ہوتی؟)

اور ان کو پھلوں کا رزق عطا فرمایئے؛تاکہ وہ لوگ شکر کرنے والے بن جائیں۔

(حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا بتلاتی ہے کہ اولاد کے لیے معاشی ضروریات

وراحت کا انتظام حسبِ طاقت باپ کے ذمّے ہے)۔

گذشتہ سے پیوستہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نیک بیوی ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا قصہ چل رہا تھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنی بیوی کو لے کر مکۂ مکرمہ ہجرت کر گئے، اپنی جوان بیوی اور دودھ پیتے بچے کو ایک جنگل میں لے جا کر کے رکھ دیا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتلائے ہوئے مبارک نام

آپ کو کل ایک بات بتلائی گئی تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پہلے بیٹے کا ’’اسماعیل‘‘ نام فرشتے کے بتلانے سے رکھا گیا تھا۔

تو کچھ مبارک نام ایسے ہیں جو خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے رکھے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ کے بتلائے ہوئے مبارک نام ہیں، جیسے: اسحاق، یعقوب، یحیٰ، عیسیٰ، احمد۔

یہ سب نام ہیں جو خود اللہ تعالیٰ کے رکھے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے بتلائے ہوئے ہیں؛ اس لیے ہم کو اپنے بچوں کے، اپنی اولاد کے ایسے نام رکھنے چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت پیارے نام

حدیث میں آتا ہے کہ: ’’عبداللہ، عبید اللہ، عبدالرحمن، محمد‘‘ یہ سب نام بھی اللہ تعالیٰ کو بہت پیارے ہیں؛ لہذا ایسے اچھے اچھے نام ہمیں رکھنے چاہیے۔

باقی قصہ

کل قصہ یہاں تک پہنچا تھا کہ زمزم کا پانی نکل آیا اور ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے اس

کو احاطے میں کرلیا۔

خانۂ کعبہ کی بنیاد کی حفاظت کا عجیب وغریب خدائی نظام

اس وقت کعبہ ایک ٹیلے کی شکل میں تھا اور اللہ تعالیٰ کی عجیب قدرت کہ بارش ہوتی، پانی آتا، سیلاب آتا تو آس پاس سے بہہ کر کے چلا جاتا اور جس ٹیلے میں کعبہ شریف تھا اس کے اوپر پانی نہیں آتا تھا۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی عجیب قدرت تھی، اللہ تعالیٰ نے اس طرح کعبہ کی بنیاد کی حفاظت فرمائی تھی۔

ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا یہاں رہنے لگی، اپنے بچے کی پرورش کرتی رہی۔

قبیلۂ جُرہم کی آمد

اتنے میں ایک قبیلہ، ایک خاندان جس کا نام ''جُرہم'' ہے اس کے کچھ لوگ ''کُدیٰ'' کے راستے سے مکہ آئے۔

یہ کدی ایک محلے کا نام ہے، آج بھی مکہ میں کدی نام کا ایک محلہ ہے۔

وہ لوگ کدی کے راستے سے مکہ آئے اور مکہ میں جو نشیبی یعنی نیچان والا علاقہ ہے وہاں اترے، یہ جرہم قبیلہ کے لوگ پہلے بھی بہت سی مرتبہ مکہ آئے تھے؛ لیکن کبھی مکہ کے آس پاس کوئی پرندہ نظر نہیں آیا تھا، اس مرتبہ جو جرہم کے لوگ آئے تو ان کو ایک پرندہ اڑتا ہوا نظر آیا، یہ لوگ آپس میں بات چیت کرنے لگے کہ کبھی یہاں کوئی پرندہ نظر نہیں آتا ہے، اس مرتبہ یہ پرندہ نظر آرہا ہے تو یہاں آس پاس پانی ہونا چاہیے۔

انھوں نے اپنے ایک یا دو آدمی کو ڈھونڈنے کے لیے بھیجا کہ جاؤ اور جا کر

جنگل میں آس پاس دیکھو کہ کہیں پر پانی ہے؟

یہ دونوں آدمی ڈھونڈنے کے لیے نکلے، انھوں نے آکر کہ دیکھا کہ ماشاء اللہ! زمزم کا پانی ہے اور ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام ان کے پاس ہے۔

ان دو آدمیوں نے جاکر اپنے قبیلے کے دوسرے لوگوں کو خبر کی کہ اب تو یہاں جنگل میں پانی ہے اور کوئی عورت اور بچہ بھی ہے۔

قبیلۂ جرہم کا ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا سے وہاں رہنے کی اجازت لینا

سب لوگ دیکھنے کے لیے آئے، ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا پانی کے پاس بیٹھی ہوئی تھی، جرہم قبیلے کے لوگوں نے آکر کہا کہ: اگر آپ اجازت دو تو ہم آپ کے پاس یہاں جنگل میں رہنے لگیں اور یہاں اپنا مکان بنالیویں۔

وہ سمجھتے تھے کہ یہ عفت مآب عورت کوئی معمولی نہیں ہے؛ بلکہ اللہ تعالیٰ کی پیاری کوئی مقبول بندی ہے جس کی خاطر ریتیلی زمین میں پانی کا یہ چشمہ جاری ہوا ہے۔

اجازت ہے؛ لیکن پانی پر حق میرا رہے گا

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ہاں! تم بھی آکر رہو، تمھارے لیے اجازت ہے؛ لیکن یہ جو زمزم کا پانی ہے اس پر تمھارا کوئی حق نہیں ہوگا، تم پی سکتے ہو، استعمال کر سکتے ہو؛ لیکن تم اس کے مالک نہیں بنو گے۔

ان لوگوں نے کہا کہ: ہاں! ہم پکا وعدہ کرتے ہیں کہ آپ کی یہ شرط پوری کریں گے اور آپ کا بچہ بڑا ہو کر اگر ہم کو نکالنا چاہے تو ہم فوراً نکل جاویں گے۔

جنگل میں آبادی

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے سوچا کہ یہ لوگ یہاں آ کر رہیں تو جنگل میں کچھ ساتھ دینے والے مل جائیں اور یہ جنگل میں شہر بن جاوے، آبادی ہو جاوے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی اسی کی دعا مانگی تھی۔

چنانچہ یہ قبیلۂ جرہم کے لوگ گئے اور اپنے پورے قبیلے کو بلا کر یہاں لے آئے اور انھوں نے اپنے چھوٹے چھوٹے مکان بنا لیے، اس کی وجہ سے مکہ شہر بن گیا۔

سب سے پہلے مکہ شہر کی بنیاد رکھنے والے

تو مکہ شہر کی نئی شروعات ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ہوئی اور پھر جرہم قبیلے کے لوگ یہاں آ کر رہے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کا عربی زبان سیکھنا

حضرت اسماعیل علیہ السلام آہستہ آہستہ بڑے ہو گئے، حضرت اسماعیل علیہ السلام نے جرہم قبیلے کے لوگوں سے عربی زبان سیکھی، ان کی زبان عربی نہیں تھی ؛ کیوں کہ وہ تو فلسطین سے آئے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام تو عراق کے رہنے والے تھے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کا نکاح

حضرت اسماعیل علیہ السلام بہت خوب صورت بھی تھے تو جیسے جیسے بڑے ہونے لگے تو پورے جرہم قبیلے کے لوگ ان سے محبت کرنے لگے، ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتے۔ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام بالغ ہو گئے تو جرہم قبیلے کے لوگوں نے اپنے قبیلے

کی ایک لڑکی کے ساتھ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شادی کروادی۔

ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا انتقال اور ان کی قبر

تھوڑے دنوں میں ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوگیا، ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی قبر کہتے ہیں کہ: جو حطیم والا حصہ ہے اس میں ہے۔

ایک بہت ہی اہم سبق

ابھی آگے والی حدیث بھی بخاری شریف کی حدیث ہے، اس میں ایک بہت اہم سبق ہے، اسی لیے یہ حدیث میں آپ کو سنا رہا ہوں: حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی اس دوسری بیوی حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اور بیٹے اسماعیل علیہ السلام کے پاس براق پر بیٹھ کر کبھی کبھی تشریف لاتے تھے، پھر چلے جاتے تھے۔

حلال روزی تلاش کرنا یہ انبیا کا طریقہ رہا ہے

بہت دنوں کے بعد ایک مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا آنا ہوا تو پتہ چلا کہ ان کی بیوی حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا تو انتقال ہوگیا ہے اور بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شادی ہوگئی ہے، حضرت اسماعیل علیہ السلام اس وقت گھر میں نہیں تھے، وہ روزی روٹی کے لیے باہر گئے ہوئے تھے؛ چوں کہ اب بیوی ہوگئی؛ لہٰذا اب خرچے کی فکر ہوئی۔

دروازے کی چوکھٹ بدل ڈالے

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آکر دیکھا کہ گھر میں تو بہو ہے، اس کو سوال کیا کہ: بیٹی! تمھارا شوہر اسماعیل کہاں گیا؟ اور تمھاری زندگی کیسی چل رہی ہے؟

وہ پہچانتی نہیں تھی کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں، میرے شوہر کے ابا ہیں۔

اس نے کہا کہ: میرے شوہر تو کہیں روزی کی فکر میں گئے ہیں پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے شکایت کرنے لگی کہ ہم تو بہت بری حالت میں رہتے ہیں، بہت تنگی ہے، کھانے پینے کی بھی بہت تکلیف ہے، بہت فریادیں کیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام سب شکایتیں سنتے رہے، سب فریادیں سنتے رہے، پھر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واپسی کا ارادہ ہوا تو فرمایا کہ: میں جا رہا ہوں، جب تمھارے شوہر گھر پر آوے تو ان کو سلام کہہ دینا اور یوں کہنا کہ: دروازے کی چوکھٹ بدل ڈالے۔ یہ کہہ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام چلے گئے۔

نبی کی نورانیت اور خوشبو کا احساس

جب حضرت اسماعیل علیہ السلام آئے تو انھوں نے محسوس کیا کہ گھر میں کوئی آ کر گیا ہے، حقیقت میں وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خوشبو تھی؛ چوں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی تھے اور نبی گھر میں آ کر گئے تو نبی کی برکت، نبی کی نورانیت، نبی کی خوشبو ان کو گھر میں محسوس ہوئی۔

اسماعیل علیہ السلام اور ان کی پہلی بیوی کے درمیان سوال وجواب

اس لیے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فوراً اپنی بیوی سے پوچھا کہ: کوئی گھر میں آیا تھا؟

بیوی نے جواب دیا کہ: ہاں! ایک بزرگ آئے تھے، ایسی ایسی شکل اور ایسی ایسی صورت تھی، ایسا ان کا جسم تھا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے پوچھا کہ: اس بزرگ نے آکر کچھ پوچھا تھا؟
بیوی نے جواب دیا کہ: تمھارے متعلق پوچھا تھا کہ اسماعیل کہاں ہیں؟
اسماعیل: تم نے کیا جواب دیا تھا؟ بیوی: میں نے کہا کہ وہ تو باہر گئے ہیں۔
اسماعیل: پھر کیا پوچھا؟ بیوی: تمھاری زندگی کیسی گذر رہی ہے؟
اسماعیل: تو نے کیا جواب دیا؟
بیوی: میں نے جواب دیا کہ ہم پر بہت تکلیف ہیں، بہت تنگی ہیں۔
اسماعیل: کوئی پیغام دیا ہے؟
بیوی: انھوں نے مجھے یوں کہا تھا کہ ''اسماعیل کو سلام کہہ دینا'' اور ساتھ میں یوں کہہ دینا کہ ''دروازے کی چوکھٹ بدل ڈالے''۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کا اپنی بیوی کو طلاق دینا

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا کہ: وہ آنے والے بزرگ کوئی اور نہیں تھے، وہ میرے ابا جان، اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے اور انھوں نے مجھے جو یہ ''چوکھٹ بدلنے کا'' حکم دیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں تجھ کو طلاق دے دوں؛ لہٰذا اب تجھ کو طلاق ہے، تو اپنے گھر پر چلی جا، مجھے اب تیرے ساتھ نہیں رہنا ہے۔

ناشکری کی وجہ سے طلاق

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی بہو کو طلاق دینے کے لیے کہہ کر کے گئے: اس لیے کہ اس کی زبان پر ناشکری آئی تھی، اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناقدری آئی تھی، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ چیز پسند نہ آئی کہ ایک نبی کے گھر میں رہتے ہوئے کوئی عورت ناشکری

کرے۔ایسے تو ناشکری کوئی بھی کرے اچھی چیز نہیں ہے۔

ناشکری بڑی خطرناک چیز ہے

میری دینی بہنو! سوچنے کا مقام ہے کہ یہ ناشکری کتنی خطرناک بری عادت ہے؛ اس لیے کبھی اپنی زبان پر ناشکری مت لاؤ، اللہ تعالیٰ جو نعمت دیوے خدا کا شکر ادا کر کے کھاؤ، خدا کا شکر ادا کر کے پہنو، خدا کا شکر ادا کر کے استعمال کرو۔

آج دنیا میں بہت سارے لوگ خیموں (کیمپوں) میں زندگی گزار رہے ہیں

اللہ تعالیٰ نے ہمیں بہت ساری نعمتوں سے نوازا ہے، اس وقت دنیا میں ہزاروں مسلمان بہنیں بے چاری کیمپوں میں زندگی گزار رہی ہیں، ان کے مکان اجاڑ دیے گئے، بہت مصیبت میں وہ زندگی گزار رہے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ہم کو بڑی راحت میں رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی نورانیت و برکت

دوسری بات یہ کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو معلوم بھی نہیں تھا کہ ابا آ کر گئے؛ لیکن ابا جان کے آنے کی خوشبو، نورانیت اور برکت ان کو اپنے گھر میں معلوم ہوئی، لہٰذا انھوں نے فوراً اپنی بیوی سے پوچھا کہ کوئی گھر میں آیا تھا؟

اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ کوئی اللہ کا نیک بندہ یا بندی کسی جگہ پر ہو اور آ کر چلے بھی جاویں تو اس کی نورانیت، اس کی برکت گھر میں باقی رہتی ہے۔

ہمارا سلسلہ

ہم جو بیعت کرتے ہیں وہ چشتیہ سلسلہ ہے: میرے پیر حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ۔ان کے پیر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فضائل اعمال والے۔ان کے پیر حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ۔ان کے پیر قطبِ عالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ۔ان کے پیر حضرت حاجی امداد اللہ مہاجرِ مکی رحمۃ اللہ علیہ۔ اوران کے پیر حضرت میاں جی نور محمد جھنجانوی رحمۃ اللہ علیہ، یہ ہمارا سلسلہ ہے۔

چھتیس سال تک ایک جگہ بیٹھ کر قرآن سکھانا

حضرت میاں جی نور محمد جھنجانوی رحمۃ اللہ علیہ اتنے بڑے اللہ کے ولی تھے کہ وہاں سہارنپور تھانہ بھون کے قریب لوہاری نام کا ایک چھوٹا سا گاؤں ہے، وہاں حضرت میاں جی نور محمد جھنجانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً چھتیس (۳۶) سال ایک جگہ بیٹھ کر بچوں کو قرآن پڑھایا اور وہاں بیٹھ کر کے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا۔

ڈیڑھ سو (۱۵۰) سال گذرنے کے باوجود کمرے میں نورانیت

جس کمرے میں بیٹھ کر کے حضرت ذکر کرتے تھے۔ان کے انتقال کے ایک سو پچاس (۱۵۰) سال سے زیادہ زمانہ گذرنے کے باوجود، آج بھی اس کمرے میں قدرتی خوشبو نکلتی ہے۔

میں خود وہاں حضرت کے کمرے میں گیا ہوں اور وہاں بیٹھ کر میں نے ذکر بھی

کیا ہے، عجیب قدرتی نورانیت اور خوشبو وہاں محسوس ہوتی ہے۔

جہاں بھی کوئی اللہ تعالیٰ کا نیک بندہ صرف آ کر گذر بھی جاتا ہے وہاں قدرتی طور پر نورانیت کا احساس ہوتا ہے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کا دوسرا نکاح

خیر! تو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور اس کے بعد اسی قبیلۂ جرہم کی ایک دوسری عورت سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کا نکاح ہو گیا، نکاح کے بعد دونوں میاں بیوی اطمینان سے رہنے لگے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دوبارہ مکہ آنا

ایک دن پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کی خبر لینے کے لیے آئے تو اس مرتبہ بھی حضرت اسماعیل علیہ السلام گھر میں موجود نہیں تھے اور گھر میں نئی بہو تھی۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نئی بیوی کے حسن اخلاق

پہلی بہو نے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعظیم اور مہمان نوازی نہیں کی تھی؛ لیکن اس نئی بہو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ: آپ سواری سے اتریئے، اندر تشریف لایئے اور کھانا تناول فرمالیجیے، یہاں رہیے۔ وہ بھی پہچانتی نہیں تھی کہ یہ ہمارے خسر ہیں؛ لیکن اس نے ایک بزرگ کو دیکھا، نورانی شکل دیکھی تو اس نے خود اکرام کیا۔

شکر گزار عورت

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس نئی بہو سے پوچھا کہ: اسماعیل کہاں ہے؟

اس نے کہا کہ: وہ تو روزی روٹی کی تلاش میں گئے ہوئے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا کہ: تمھاری زندگی کیسی گذر رہی ہے؟

تو وہ کہنے لگی کہ: الحمدللہ! بہت اچھی طرح ہماری زندگی گذر رہی ہے، اس نے اللہ تعالیٰ کی تعریف کی، اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

گوشت اور پانی میں برکت کی دعا

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا کہ: تم کیا کھاتے ہو؟

اس نے کہا کہ: ہم گوشت کھاتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا کہ: کیا پیتے ہو؟

تو کہا: یہی پانی پیتے ہیں، وہاں زمزم کا پانی تھا۔

تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وہاں کھڑے کھڑے دعا کی کہ: اے اللہ! ان کے گوشت اور ان کے پانی میں برکت عطا فرمایئے۔

خسر کو اپنی بہو اور بیٹے کے حالات معلوم کرتے رہنا چاہیے

اس سوال اور جواب سے ایک بات یہ سیکھنے کو ملی کہ خسر کو اپنے بیٹے اور بہو کی خیر خبر لینی چاہیے، ان کی خیر خبر پوچھتے رہنا چاہیے کہ کیسی ان کی زندگی گذر رہی ہے۔ اور ان کے لیے برکت کی دعا بھی کرنی چاہیے۔

مکہ کے کھانے پینے میں برکت کی وجہ

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا پر ارشاد فرمایا: مکہ میں

کھانے، پینے میں کی جو بہتات ہے یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی برکت سے ہے۔

حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کے گھر آئے تھے اس وقت ان کے گھر میں اناج نہیں تھا، اگر اس وقت ان کے گھر میں اناج ہوتا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اس میں بھی برکت کی دعا فرماتے۔

(ابن کثیر: ۱/۴۲۹، سورۃ البقرۃ)

روٹی اور چاول کے بغیر صرف گوشت کھالینا

ایک اور حدیث میں نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: صرف گوشت کھا کر اور پانی پی کر رہنا یہ مکہ والوں کے مزاج کی بات ہے، یعنی یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی برکت ہے۔ باقی دنیا میں کوئی آدمی ایسا کرے کہ صرف گوشت کھائے اور پانی پیوے، ساتھ میں روٹی یا چاول نہ کھاوے تو وہ بیمار ہو جائے گا، یہ صرف مکہ والوں کی خوبی ہے کہ صرف گوشت اور پانی ان کی طبیعت کو موافق آسکتا ہے۔

دروازے کی چوکھٹ باقی رکھنا

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام جانے لگے تو جاتے جاتے کہا کہ: بیٹی! تمھارے شوہر اسماعیل آئے تو ان کو میرا سلام کہہ دینا اور یہ کہنا کہ: اپنے دروازے کی چوکھٹ کو باقی رکھے، یہ بات کہہ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام روانہ ہو گئے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے اپنی دوسری بیوی سے سوالات

جب حضرت اسماعیل علیہ السلام گھر پر آئے تو اپنی بیوی سے پوچھا کہ: کیا گھر میں

کوئی آیا تھا؟

بیوی نے کہا کہ: ایک بزرگ تشریف لائے تھے، پھر بیوی نے اس بزرگ کی بہت تعریف کی۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے پوچھا کہ: اس آنے والے بزرگ نے میرے متعلق کچھ پوچھا تھا؟

بیوی: پوچھا تھا تو میں نے کہا کہ: وہ تو روزی روٹی ڈھونڈنے گئے ہیں۔

اسماعیل: اور کچھ پوچھا تھا؟

بیوی: ہاں! یوں پوچھا تھا کہ: تمھاری زندگی کیسی چل رہی ہے؟

تو میں نے جواب میں کہا کہ: ہم بہت اچھی حالت میں ہیں، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے ہم بہت خوش ہیں۔

اسماعیل: اس بزرگ نے کوئی وصیت، کوئی نصیحت کی ہے؟

بیوی: ہاں! وہ آپ کو سلام کہہ گئے ہیں اور ساتھ میں یہ حکم دے گئے ہیں کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ باقی رکھنا۔

اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا کہ: وہ آنے والے بزرگ میرے ابا جان تھے اور چوکھٹ تو ہے، انھوں نے مجھے حکم دیا کہ میں تیرے ساتھ رہوں، تجھے طلاق نہ دوں۔

شکر کی وجہ سے طلاق دینے سے منع فرمایا

میری دینی بہنو! دوسری بیوی کو جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے طلاق دینے سے منع کیا اور باقی رکھنے کے لیے فرمایا؛ اس لیے کہ اس دوسری بیوی کی زبان پر اللہ تعالیٰ کا

شکر تھا، نعمت کی شکر گزاری تھی۔

شکر گزاری بہت بڑی نعمت ہے

میری دینی بہنو! یہ شکر گزاری کتنی بڑی نعمت ہوگی، آپ اندازہ لگاؤ، یہی دوسری بیوی حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ پوری زندگی رہی اور نسل چلتے چلتے آگے اسی نسل سے میرے اور آپ کے آقا، تاجدارِ مدینہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور اسماعیل علیہ السلام ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے ہیں اور ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا مصر کے بادشاہ کی بیٹی تھی، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے ساتھ دوسری شادی کی تھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تیسری مرتبہ مکہ کی حاضری

چند دنوں کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام پھر آئے تو دیکھا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام گھر پر ہے اور ایک بڑے درخت کے نیچے زمزم کے قریب تیر درست کر رہے تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آتے دیکھا تو حضرت اسماعیل علیہ السلام بہت خوش ہو گئے کہ میرے ابا جان آئے اور کھڑے ہو کر اپنے ابا جان کی ملاقات کی، گلے لگے، باپ بیٹے بڑی محبت سے ملے۔

خانۂ کعبہ کی تعمیر

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آکر کہا کہ: بیٹا! میں ایک کام لے کر آیا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ہم دونوں باپ بیٹے کو مل کر اللہ تعالیٰ کا گھر کعبہ بنانا ہے، چنانچہ ابا جان حضرت

ابراہیم علیہ السلام کے کہنے پر حضرت اسماعیل علیہ السلام تیار ہو گئے اور باپ بیٹے دونوں نے مل کر پورا کعبہ شریف نیا تعمیر فرمایا، تیسرے سفر کے موقع پر یہ کام ہوا ہے۔

نیک کام کر کے فخر اور تکبر نہیں کرنا چاہیے

کعبہ شریف کی تعمیر ہوئی تو اس کی وجہ سے دل میں بڑائی کا خیال آ سکتا تھا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے دین کا بہت بڑا کام کیا؛ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل میں کچھ بڑائی کا خیال نہیں آیا اور بڑے لوگوں میں بڑائی ان کو متواضع بنا دیتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے حکم سے کعبۃ اللہ کی تعمیر اس کے باوجود اس کی قبولیت کی دعا

بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے دعا کر رہے ہیں:

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۲۷﴾ (البقرۃ)

ترجمہ: (اور دونوں حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام دعا کر رہے تھے) اے ہمارے رب! آپ ہم سے (کعبہ کی تعمیر کی خدمت کو) قبول کر لیجیے، یقیناً آپ ہی (ہر ایک کی دعا) سننے والے (اور ہر ایک کی دلی نیت کو) اچھی طرح جاننے والے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگی: اے اللہ! میری نیکیوں کو، میرے اچھے کاموں کو قبول فرما لیجیے، میں نے تو اپنی جوان بیوی اور دودھ پیتے بچے کو ہجرت کرائی ہے۔ جنگل میں لا کر رکھا۔ کعبہ شریف بنایا۔ میری اِن سب نیکیوں کو قبول فرما لیجیے۔

ہر نیک عمل کی قبولیت کی دعا کرتے رہنا چاہیے

میری دینی بہنو! میں آپ سب کو کہتا ہوں کہ: ہم نماز پڑھتے ہیں، تراویح

پڑھتے ہیں، تہجد پڑھتے ہیں، صدقہ وخیرات کرتے ہیں، تسبیح پڑھتے ہیں، قرآن پڑھتے ہیں، تو ساتھ ساتھ میں اللہ تعالیٰ سے یہ دعا بھی کرو کہ: اے اللہ! ہماری نیکیوں کو قبول فرمالیجیے۔ اس کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا بہت پیاری ہے جو قرآن میں آئی کہ: رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۖ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۲۷﴾ (البقرۃ)

اے اللہ! ہماری تمام نیکیوں کو، ہمارے تمام اچھے کاموں کو آپ قبول فرمالیجیے، آپ دعا کو قبول کرنے والے ہیں، آپ ہماری دعاؤں کو سنتے ہیں، ہمارے دل کی نیتوں کو جانتے ہیں۔

ذبح والا واقعہ

ایک مشہور قصہ ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں بھی ایک مرتبہ ہوا تھا، ابھی تو حضرت اسماعیل علیہ السلام بچے تھے، بڑے نہیں ہوئے تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام آتے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام آئے اور اپنے بیٹے کو کہا: بیٹا میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کررہا ہوں۔

چھوٹے سے بچے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کہا: ابا جان! اللہ تعالیٰ نے آپ کو مجھے ذبح کرنے کا حکم دیا ہے تو آپ مجھ کو ذبح کردیجیے، میں صبر کروں گا۔

یہ بات بھی قرآن مین موجود ہے:

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ۭ قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۡ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَاۗءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾

ترجمہ: پھر جب وہ لڑکا (یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام) ان (حضرت ابراہیم

علیہ السلام) کے ساتھ چلنے پھرنے کے لائق ہوگیا تو انھوں نے (یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے) کہا: اے میرے بیٹے! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں تو تمھاری کیا رائے ہے؟

اس (بیٹے) نے کہا: اے میرے ابا! آپ کو جو حکم دیا جا رہا ہے اس کو کر ڈالیے، ان شاء اللہ! آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔ (الصافات)

عجیب خواب

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب دیکھا تھا کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے کہ:

اے ابراہیم! اللہ تعالیٰ کے نام پر اپنے بیٹے اسماعیل کو ذبح کرو۔

یہ ذی الحجہ کی آٹھ (۸) تاریخ تھی، صبح سے شام تک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل میں الگ الگ خیالات آتے رہے، کبھی وسوسہ آتا کہ یہ کوئی شیطانی خواب ہے اور کبھی یہ خیال آتا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی سچا خواب ہے جس پر مجھے عمل کرنا چاہیے، پورا دن شک میں گذر گیا؛ اس لیے آٹھ تاریخ کو ''یَوْمُ التَّرْوِیَۃِ'' یعنی شک کا دن کہتے ہیں، یہ ایک وجہ تسمیہ ہے۔

پھر نو (۹) ذی الحجہ کو وہی خواب نظر آیا اور آپ نے پہچان لیا کہ یہ خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے؛ اس لیے اس کو ''یَوْمُ الْعَرَفَۃ'' کا نام دیا جاتا ہے اور کس طرح عمل کرنا ہے اس کی فکر میں یہ پورا دن گذرا۔

پھر دسویں (۱۰) کو یہ خواب تیسری مرتبہ نظر آیا اور اسی روز حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کا واقعہ ہوا؛ اس لیے اس کو ''یَوْمُ النَّحر'' قربانی کا دن کہتے ہیں۔

بڑے کی ملاقات کے لیے

روایتوں میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نہیں چاہتے تھے کہ ماں کے سامنے بیٹے کو ذبح کریں، ماں کا دل کیسے برداشت کرے گا؟

لہذا حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس سے ہٹا کر دور کہیں جنگل میں لے جا کر ذبح کا پروگرام بنایا، حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ: اپنے بیٹے اسماعیل کو تیار کر دو، میں اس کو کسی بڑے کی ملاقات کے لیے لے جاتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ سے بڑا کون ہوسکتا ہے؟

دینی بہنو! اللہ تعالیٰ سے بڑا کون ہوسکتا ہے؟

ماں نے جلدی جلدی اپنے بیٹے کو غسل کرایا، نئے کپڑے پہنائے اور ابا جان کے ساتھ بھیج دیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے لے کر چلے۔

بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے یہ فرمایا کہ: بیٹا! چھری اور رسّی لے لو، چلو جنگل کی طرف، ظاہر ہے کہ رسی اور چھری لے کر جنگل کی طرف جانا اس لیے ہوتا ہے کہ لکڑی کاٹنے کا ارادہ ہوگا، حضرت اسماعیل علیہ السلام نے گھر میں سے لمبی رسی اور تیز چھری لے لی اور چل دیے۔

منیٰ میں مسجد الکبش تک لے گئے

اللہ تعالی مجھے اور آپ کو زندگی میں بار بار مکہ مدینہ لے جاوے، آمین۔

دیکھو! حضرت اسماعیل علیہ السلام جہاں کعبہ ہے وہاں پر رہتے تھے اور کعبہ کے

پاس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام لے کر کے چلے اور منیٰ لے گئے۔

منیٰ میں جب ہم داخل ہوتے ہیں تو جہاں شیطان کو تین جگہ کنکر مارتے ہیں وہاں مسجدِ خیف ہے، اس کے قریب ایک دوسری مسجد تھی، وہ مسجد اب ٹوٹ گئی جس کا نام ''مسجد الکبش'' تھا۔ ''کبش'' ایک جانور کو کہتے ہیں۔ وہاں تک جنگل میں لے گئے اور وہاں لے جا کر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کی کوشش کی تھی۔

شیطان مردود کا ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو بہکانے کی کوشش کرنا

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لے کر چلے گئے تو شیطان مردود گھر پر ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا اور آ کر کہنے لگا کہ: تمھارا بچہ اسماعیل کہاں ہے؟

ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ: وہ تو اپنے ابا کے ساتھ کسی بڑے کی ملاقات کے لیے گیا ہے۔

شیطان مردود ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو کہنے لگا کہ: نہیں! کسی بڑے کی ملاقات کے لیے نہیں گئے ہیں ؛ بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تو تمھارے بیٹے کو کاٹنے کے لیے، ذبح کرنے کے لیے لے گئے ہیں۔

ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا کہنے لگی کہ: کبھی کوئی باپ اپنے بیٹے کو کاٹتا ہے؟

شیطان کہنے لگا کہ: ابراہیم کو ان کے اللہ نے خواب میں بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا ہے؛ اس لیے وہ ذبح کرنے کے لیے لے کر گئے ہیں۔

ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا ایمان افروز جواب

ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا ایک ماں، اس کا ایک ہی بچہ، جس کو جنگل میں اکیلے رہ کر کے

بڑی قربانیوں سے پالا، اس ماں کو بچے سے کتنی محبت ہوگی؟

لیکن اس ماں نے جواب دیا کہ: اگر اللہ تعالیٰ کا حکم ہے تو ضرور میرے بیٹے کو ذبح کریں، مجھے کوئی فکر نہیں ہے۔

شیطان یہ سوچتا تھا کہ ہاجرہ روئے گی، چلّائے گی، جنگل کی طرف اپنے بیٹے کو بچانے دوڑے گی؛ لیکن جب اس نے حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا یہ جواب سنا تو وہ ناامید ہوگیا۔

کیسے جذبے والی وہ مائیں ہوا کرتی تھیں!

آج ہمیں اپنے بچوں کو چالیس دن، چار مہینے جماعت میں بھیجنا بھاری پڑتا ہے، سات سال، پانچ سال عالم اور حافظ بننے کے لیے مدرسے میں بھیجنا بھاری پڑتا ہے اور وہ ماں تھی جو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے اپنے بیٹے کو کٹوانے خوشی خوشی تیار ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی توفیق دے کہ ہم اپنے بچوں کو دین کے لیے، حافظ اور عالم بننے کے لیے مدرسوں میں بھیجیں، یہ بچے جماعت میں جائیں گے، حافظ بنیں گے، عالم بنیں گے تو ان شاء اللہ! آپ کو آخرت میں کام آئیں گے۔

شیطان حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاس

شیطان حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے مایوس ہوکر حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاس پہنچا، اس وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے ابا جان حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پیچھے چل رہے تھے، شیطان نے جا کر کہا کہ: اے لڑکے! کیا تم جانتے ہو کہ تمھارے ابا تم کو کہاں لے کر جا رہے ہیں؟

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ: گھاٹی میں گھر کے ایندھن کی لکڑی لینے جا رہے ہیں۔

شیطان نے کہا کہ: نہیں، خدا کی قسم! تمھارے ابا کا ارادہ لکڑی جمع کرنے کا نہیں ہے؛ بلکہ وہ تو تم کو ذبح کرنا چاہتے ہیں۔

لڑکے نے کہا: کیوں؟ شیطان نے کہا: تمھارے ابا کا خیال ہے کہ ان کے رب نے ان کو حکم دیا ہے کہ وہ تم کو ذبح کر ڈالیں۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کہا: اگر ایسا ہے تو ابا جان کو رب کا حکم ضرور ماننا ہی چاہیے۔

شیطان حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے پاس

جب حضرت اسماعیل علیہ السلام نے شیطان کی بات نہیں مانی تو شیطان حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آیا اور کہنے لگا: شیخ! کہاں جا رہے ہو؟

ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ایک کام سے سامنے والی گھاٹی میں جا رہا ہوں۔

وہ ابلیس بولا: میں جانتا ہوں کہ شیطان نے خواب میں تمھیں بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام سمجھ گئے کہ یہ شیطان ہے، ارشاد فرمایا: او دشمن! میرے پاس سے ہٹ جا، میں ضرور اپنے رب کا حکم پورا کروں گا۔

شیطان کو بہت غصہ آیا؛ اس لیے کہ اس کی تمام تدابیر ناکام ہو گئیں اور واپس چلا گیا۔

کنکریوں کا مارنا

کہتے ہیں کہ: آج جہاں تین جمرات بنے ہیں، جہاں حج کے وقت میں شیطان کو کنکری مارنے جاتے ہیں، ان ہی جگہوں پر شیطان حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے رکاوٹ ڈالنے آیا تھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان تینوں جگہوں پر شیطان کو سات سات کنکری ماری تھی۔

پھر قصہ بہت بڑا ہے، صرف ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا سے متعلق جو باتیں ہیں وہ میں آپ سے کہہ دوں، جب جنگل پہنچ گئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنا ارادہ پورے طور پر ظاہر فرمایا، حضرت اسماعیل علیہ السلام فوری طور پر تیار ہو گئے، خود اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں:

فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ﴿١٠٣﴾ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ﴿١٠٤﴾ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٠٥﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ﴿١٠٦﴾ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ﴿١٠٧﴾ (الصافات)

ترجمہ: سوجس وقت (اللہ تعالیٰ کا) حکم پورا کرنے کے لیے دونوں (باپ بیٹے) تیار ہو گئے اور انھوں نے (ابراہیم علیہ السلام نے) اپنے بیٹے کو (ذبح کرنے کے لیے) پیشانی کے بل پچھاڑ دیا اور ہم نے ان کو آواز لگائی: اے ابراہیم! (شاباش) تم نے تو خواب پوری طرح سچا کر کے دکھا دیا، ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔ یقیناً وہ تو ایک کھلا ہوا امتحان تھا اور ہم نے ایک بڑا جانور ذبح کرنے کے واسطے دے کر اس (بچے) کو بچا لیا۔

عظیم باپ کے عظیم بیٹے

جنگل میں جب لے کر چلے گئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کی تیاری کی اور زمین پر سلایا تو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کہا کہ:

ابا جان! مجھے رسی سے باندھ دو اور چھری تیز کر کے جلدی سے گردن پر چلا دو؛ تا کہ جان کا نکلنا آسان ہو جائے اور اپنے کپڑوں کو سنبھالو، اس کو لپیٹ دو؛ اس لیے کہ میرا خون اڑے گا تو آپ کے کپڑوں پر لگ جائے گا اور خون والے کپڑے جب میری ماں دیکھے گی تو اس کا کیا حال ہوگا؟

اور زمین پر لیٹے لیٹے کہا کہ: ابا جان! آپ مجھے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ذبح تو کر رہے ہو؛ لیکن آپ جب گھر پر جاؤ تو میری ماں کو میرا سلام کہہ دینا اور میرے بدن کا کرتہ میری ماں کو دے دینا؛ تا کہ یہ کرتہ ماں کے لیے بیٹے کی جدائی پر سکون کا ذریعہ بنے اور کرتہ ان کے پاس یادگار رہے۔

یہ باتیں سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کے چہرے پر بوسہ دیا اور فرمایا: بیٹا! الحمد للہ! حق تعالیٰ کا حکم پورا کرنے میں تم میری کیسی مدد کر رہے ہو!!

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چھری چلا دی؛ لیکن چھری نے کاٹا نہیں، پھر دو تین بار تیز کرنے پر بھی چھری نے کام نہیں کیا تب بیٹے نے درخواست کی کہ: ابا جان! مجھے منہ کے بل لٹا کر ذبح کیجیے؛ تا کہ آپ مجھے ذبح ہوتے ہوئے نہ دیکھ سکیں اور میری نظر چھری پر نہ پڑے؛ تا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو پورا کرنے میں رکاوٹ کا ذریعہ نہ بن

سکے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایسا ہی کیا اور بیٹے کے دوشانے کے درمیان کمر پر بیٹھ گئے اور زور سے بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر چھری چلائی؛ لیکن چھری نے گردن کاٹنا تو دور کی بات ان کی چمڑی پر ذرہ برابر نشان بھی نہیں ہونے دیا۔

ہر چیز اللہ تعالیٰ کے حکم کی پابند ہے

چھری کاٹنے میں، آگ جلانے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی محتاج ہے، دنیا یہ سمجھتی ہے کہ ان اسباب میں ذاتی طور پر قوت ہے، یہ بات غلط ہے، اسباب میں طاقت اللہ تعالیٰ پیدا فرماتے ہیں۔

چھری اسی وقت کاٹنے کا کام کرے گی جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا۔

آگ اسی وقت جلائے گی جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ میں ہم نے دیکھ لیا کہ بڑی آگ اور تیز چھری اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کچھ نہیں کر سکی۔

تکبیرِ تشریق

اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت جبرئیل علیہ السلام جنت سے ایک مینڈھا۔ جو سینگ والا تھا۔ لے کر تشریف لائے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام سب نے تکبیر کہی، خود مینڈھے نے بھی تکبیر کہی اور اب یہ تکبیرِ تشریق سب کے لیے ہوگئی، خاص کر ذی الحجہ کی نو (۹) تاریخ کی فجر کی نماز سے تیرہ (۱۳) تاریخ کی عصر تک تیئیس (۲۳) نمازوں کے بعد تکبیرِ تشریق پڑھنی ہے۔

عورتیں آہستہ آواز سے پڑھیں، مرد زور سے پڑھیں، چاہے اکیلے نماز پڑھیں

چاہے جماعت سے پڑھیں، اگر رکعت چھوٹ گئی ہوتو سلام پھیرنے کے بعد پڑھیں۔

خلاصہ یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جو حکم ہوا تھا انھوں نے پورا کر کے دکھایا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بجائے جنتی جانور کی قربانی ہوئی ،حضرت ابراہیم علیہ السلام کا امتحان پورا ہوا اور وہ کامیاب ہو گئے۔

جنتی جانور

بعض تفسیر کی کتابوں میں لکھا ہے کہ: حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے حضرت ہابیل رحمہ اللہ نے جس جانور کی قربانی کی تھی وہ جانور جنت میں اتنی صدیوں سے چر رہا تھا اور چر کر فربہ (موٹا) ہو گیا تھا، وہی جانور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے پیش کیا گیا اور اس کی قربانی کی گئی۔

اب یہ قربانی امتِ محمدیہ کے لیے بھی واجب ہو گئی۔

خیر! وہ تو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جگہ پر جنت کا ایک جانور ذبح ہوا؛ لیکن ایک بیٹے کے دل میں اپنی ماں کے بارے میں بھی کیسے کیسے جذبات ہوا کرتے تھے؟ یہ پاکیزہ قصہ صحیح بخاری شریف کی حدیث میں آیا ہے۔

کمر پر پٹہ باندھنے کی شروعات

اس قصے کی اور ایک بات بتلاؤں، بخاری ہی کی حدیث میں آئی ہوئی بات ہے کہ عورتیں اپنی کمر پر پٹہ باندھتی ہیں، اس کی الگ الگ شکل ہے: بیلٹ کی شکل میں یا کوئی اور شکل میں تو کمر پر پٹہ، کمر بند باندھنے کی شروعات حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی ہے۔

کمر پر پٹہ باندھنے کی ایک وجہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پرانی بیوی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نئی بیوی حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی جب اَن بَن ہونے لگی تو حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا ماں سارہ رضی اللہ عنہا کے غصے سے بچنے کے لیے تیز تیز چل کر کہیں چلی جاتی تھی، اس وقت انھوں نے اپنی کمر پر پٹہ باندھا؛ تاکہ اس کی وجہ سے تیز چل سکے۔

کمر پر پٹہ باندھنے کی دوسری وجہ

بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اپنی کمر پر لمبا کپڑا باندھتی تھی، ایک طرف کا حصہ کمر کے ساتھ اور دوسری طرف والا حصہ زمین پر لٹکتا رہتا۔ اس زمانے میں چوں کہ پکے راستے نہیں ہوا کرتے تھے، ریت ہوتی تھی، جب آدمی ریت اور مٹی میں چلتا ہے تو قدم کے نشان پڑ جاتے ہیں اور قدم کے نشان کے ذریعے کسی کو دھونڈنا اور پہچاننا بہت آسان ہوجاتا ہے۔ ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا بہت ہوشیار تھی؛ چوں کہ وہ ایک بادشاہ کی بیٹی تھی؛ اس لیے انھوں نے یہ ترکیب کی؛ تاکہ کپڑے کے دوسرے حصے سے قدم کے نشانات مٹ جائیں اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا ان کو تلاش نہ کر سکے۔

یہ پورا قصہ قرآن میں بھی ہے اور حدیث شریف میں بھی ہے وہ آپ کی خدمت میں سنایا۔

گناہ سے بچنے کی برکت

میری دینی بہنو! آپ سب جانتی ہو یہی ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا ہیں جن کی نسل سے

ہمارے آقا تاجدارِ مدینہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے ہیں، کتنی بڑی اللہ کی نعمت، کتنی بڑی اللہ کی مدد کہ ایک عورت نے اپنے آپ کو گناہ سے بچا کر رکھا، حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو معلوم نہیں تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سب کچھ دیکھ رہے ہیں؛ لیکن وہ اتنی نیک عورت، اتنی پاک عورت کہ اس نے اپنے آپ کو گناہ سے بچایا، اللہ تعالیٰ سے دعائیں کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت فرمائی اور انعام میں ہاجرہ رضی اللہ عنہا مل گئیں۔

جس ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی برکت سے زمزم کا پانی قیامت تک آنے والے انسانوں کو نصیب ہوا۔ جس ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے پیٹ سے حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے۔

جس ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی نسل سے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی پیدائش ہوئی۔

میری دینی بہنو! یہ اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا انعام، اکرام، احسان ہوا!

میں آپ کو یہی نکتہ سمجھانا چاہتا ہوں، ہم لوگ اپنی ذات کی حفاظت کریں، آج کے گندے اور ناپاک ماحول میں اپنے آپ کو گناہوں سے بچائیں اور اللہ سے نماز پڑھ پڑھ کر مانگنے والیاں بنیں، دعا کرنے والیاں بنیں، دیکھو! اس خطرے کے موقع پر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا دونوں مسلسل دعا میں مشغول رہے اور اس کا فائدہ بھی آنکھوں سے دیکھ لیا۔

اس لیے ہم بھی دعائیں مانگنے والے بنیں، ان شاء اللہ! اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہم سب کی حفاظت بھی فرمائیں گے اور ہم سب کی مدد بھی فرمائیں گے۔

اسی پاک مقصد سے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کا یہ عجیب واقعہ میں نے آپ کی خدمت میں سنایا، اللہ تعالیٰ اس میں جو نصیحت کی باتیں ہیں اس پر ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اس کے بعد میں اس مجلس میں آپ کو دو چار اہم حدیثیں سنانا چاہتا ہوں:

ایک حدیث جو خاص طور پر سنانی ہے حضرت نبیٔ کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

وعن ابن عمر رضی اللّٰہ عنہما قال صعد رسول اللّٰہ ﷺ علی المنبر فنادیٰ بصوت رفیع فقال: یا معشر من اسلم بلسانہ ولم یفض الایمان الی قلبہ! لا توذوا المسلمین ولا تعیروھم ولا تتبعوا عوراتھم فانہ من یتبع عورۃ اخیہ المسلم یتبع اللّٰہ عورتہ ومن یتبع اللّٰہ عورتہ یفضحہ ولو فی جوف رحلہ، رواہ الترمذی

(مشکوۃ شریف ص ۴۲۸ باب ما ینھی عنہ من التھاجر والتقاطع واتباع العورات)

اے لوگوں! جنھوں نے زبان سے ایمان کا کلمہ پڑھا، مسلمان ہوئے؛ لیکن آج تک ان کے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا، تم مسلمانوں کو مت ستاؤ، ایمان والوں کو تکلیف مت دو۔ یہ پہلی نصیحت رسول اللہ ﷺ نے فرمائی۔

میری بہنو! بہت ضروری ہے کہ ہم اپنی زبان سے، اپنے عمل سے، اپنے کام سے کسی دوسرے کو، کسی دوسری بہن کو تکلیف نہ دیں، پریشان نہ کریں۔

کسی کو گناہ سے عار نہ دلاؤ

دوسری نصیحت آپ ﷺ نے یہ فرمائی: کسی دوسرے کو عار مت دلاؤ۔

کسی سے کوئی گناہ ہو گیا ہو، کوئی برا کام ہو گیا ہو تو اس پر شرم مت دلاؤ۔

میں نے پہلے بھی آپ کو یہ حدیث سنائی تھی:

عن خالد بن معدان عن معاذ رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ من عیر أخاہ بذنب لم یمت حتی یعملہ یعنی عن ذنب قد تاب منہ (مشکوۃ)

ایک مسلمان مرد یا عورت کوئی گناہ کرے، گناہ کرنے کے بعد توبہ کرلے، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لے اور دوسرا آدمی یا دوسری عورت اس کو عار دلائے تو اس کی موت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک وہ خود اس گناہ میں مبتلا نہ ہو جائے۔

اس لیے کسی کو عار مت دلاؤ، شرم مت دلاؤ، طعنہ مت مارو۔

کسی مسلمان کے عیب کے پیچھے نہیں پڑنا چاہیے

تیسری نصیحت نبیٔ کریم ﷺ نے یہ فرمائی: کسی مسلمان کے عیب کے پیچھے مت پڑو۔ یعنی کسی مسلمان کی چھپی ہوئی باتوں کے پیچھے مت پڑو، کون کیا کرتا ہے؟ کس میں کیا عیب ہے؟ کسی کی خانگی زندگی کیسی ہے؟ اس کے پیچھے مت پڑو۔

نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم کسی کے پیچھے پڑو گے تو اللہ تعالیٰ تمھاری چھپی ہوئی برائیوں کو ظاہر فرما دیں گے اور اللہ تعالیٰ تم کو ذلیل اور رسوا کر دیں گے۔

اس لیے کسی کی خانگی بات، چھپی ہوئی بات کے پیچھے مت پڑو، اگر ہم نے کسی کے پیچھے پڑ کر کسی کی برائی کو ظاہر کرنے کی کوشش کی تو یاد رکھو! اللہ تعالیٰ ہماری برائی کو ظاہر کر کے ہمیں سب کے سامنے ذلیل اور رسوا کر دیں گے۔

شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی نصیحت

حضرت شیخ سعدی شیرازیؒ۔ بہت بڑے اللہ والے گذرے ہیں۔ فرماتے ہیں: میں ایک مرتبہ اپنے ایک بہت بڑے بزرگ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے ساتھ سفر کر رہا تھا۔ ہمارا جو یہ بیعت کا سلسلہ ہے اس میں چشتیہ کے ساتھ ساتھ سہروردیہ سلسلہ بھی ہے، اس کے بہت بڑے بزرگ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ گذرے ہیں۔

حضرت سعدیؒ فرماتے ہیں کہ: میں کشتی میں بیٹھ کر حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے ساتھ سفر کر رہا تھا تو انھوں نے کشتی میں بیٹھ کر مجھ کو دو باتوں کی نصیحت فرمائی: (۱) اپنی خوبی اور اپنے کمال کو مت دیکھنا۔ میرے اندر کیا کیا کمالات ہیں؟ میرے میں کیا کیا خوبیاں ہیں؟ میں کتنی نماز پڑھتی ہوں؟ میں کتنی تلاوت کرتی ہوں؟

میرے پاس بہت مال ہے، بہت کپڑے ہیں، بہت زیورات ہیں۔

اس لیے کہ تم اپنے کمال اور خوبیوں کو دیکھو گے تو دوسروں کو حقیر اور چھوٹا سمجھو گے اور نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: انسان کے برا ہونے کے لیے کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی یا بہن کو حقیر یا برا سمجھے۔

کبھی کسی کو حقیر اور نیچا مت سمجھو، اللہ نے جو کچھ ہم کو دیا اس پر شکر ادا کرو اور دوسروں کو حقیر اور نیچا مت سمجھو۔

(۲) شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں: مجھے دوسری نصیحت یہ فرمائی کہ: تم دوسروں کی برائی کو مت دیکھنا، دوسروں کی برائی کے پیچھے مت پڑنا۔

دوسروں کو دھوکہ دینے سے بچو

ایک حدیث میں آتا ہے: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یہ حدیث نقل فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اس مسلمان پر لعنت ہے۔ سوچو! میری دینی بہنو! حضور ﷺ لعنت فرما رہے ہیں۔ جو دوسرے مسلمان کو تکلیف پہنچائے اور دوسرے مسلمان کے ساتھ دھوکہ اور فریب کا معاملہ کرے۔

اس لیے کسی مسلمان بھائی، مسلمان بہن کو تکلیف مت دو، دھوکہ مت دو، اللہ

تعالیٰ اس سے ہماری حفاظت فرمائے۔

اپنے بھائی کی تکلیف پر خوش نہیں ہونا چاہیے

ایک اور حدیث میں اللہ کے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: اپنے بھائی کی تکلیف پر خوش مت ہوؤ۔

ہم بہت سی مرتبہ اپنے مسلمان بھائی یا بہن کی تکلیف پر خوش ہوتے ہیں، کوئی بیمار ہوگیا، کسی کو کوئی تکلیف آ گئی، پریشانی آ گئی، ہمارے دل میں خوشی ہوتی ہے، خاص کر جن کے ساتھ ہماری دشمنی اور ناراضگی ہوتی ہے جب ان کو کوئی تکلف پہنچتی ہے تو ہم دل دل میں خوش ہوتے ہیں اور یوں سوچتے ہیں بہت اچھا ہوا ایسا ہوا۔

نبیٔ کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: کسی مسلمان کی تکلیف پر خوشی ظاہر مت کرو، ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی اس تکلیف کو دور کر دے، اس پر رحم فرما دے اور تم کو اس تکلیف میں مبتلا کر دے۔

اس لیے کبھی کسی کی تکلیف پر خوش مت ہونا، ہم سب بھائی بھائی ہیں، بہن بہن ہیں، دوسروں کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھو اور کبھی کسی کی تکلیف پر خوشی کا اظہار مت کرو، مسلمان کبھی کسی دوسرے مسلمان کا دشمن نہیں ہوسکتا، مسلمان کبھی مسلمان سے ناراض نہیں ہوسکتا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان حدیثوں پر ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور مومنین کا حق ادا کرنے کی ہم کو توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

حضرت لوط علیہ السلام

کی بیوی کا

عبرت ناک واقعہ

مختصر تعارف

نام: واعلہ۔
بعض مفسرین نے ''واھلہ'' نام بتلایا ہے۔
نبی کے نکاح میں ہونے کے باوجود ایمان نہیں لائی۔
بعض تفسیروں میں اس کا نام ''ہیشفع'' لکھا ہوا ہے۔
اولاد: دو بیٹیاں تھیں: ایک کا نام ریثا تھا اور دوسری کا نام ذعرتا تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لِلّٰه نَحْمَدُه وَنَسْتَعِيْنُه وَنَسْتَغْفِرُه وَنُؤْمِنُ بِه وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْه وَنَعُوْذُ بِاللّٰه مِنْ شُرُوْرِاَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا،مَنْ يَّهدِهِ اللّٰهُ فَلَامُضِلَّ لَه وَمَنْ يُّضْلِلْه فَلَاهادِيَ لَه وَنَشْهدُ اَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَحْدَه لَاشَرِيْكَ لَه وَنَشْهدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَ شَفِيْعَنَا وَحَبِيْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُه وَرَسُوْلُه،صَلَوَاتُ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَلَيْه وَ عَلٰى اٰلِه وَاَصْحَابِه وَذُرِّيَّاتِه وَ اَهلِ بَيْتِه وَاَهلِ طَاعَتِه، وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْراً كَثِيْراً

اَمَّا بَعْدُ!فَاَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ۝۸۰ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ۝۸۱ وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ۝۸۲ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۖ ؗ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ۝۸۳ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ؕ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ۝۸۴ (الأعراف)

ترجمہ: اور (ہم نے) لوط (علیہ السلام) کو (رسول بنا کر بھیجا) جب لوط (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے کہا: کیا تم ایسی بے حیائی کا کام کرتے ہو جو تم سے پہلے (تمام) عالم والوں میں سے کسی نے نہیں کیا؟﴿۸۰﴾ یقیناً تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس شہوت پوری کرنے کے لیے آتے ہو؛ بلکہ تم تو (حد سے) آگے نکل چکے ہو﴿۸۱﴾ اور ان (لوط علیہ السلام) کی قوم کے پاس کوئی جواب نہیں تھا، بس وہ (آپس میں) یوں کہنے لگے کہ: تم ان کو اپنی بستی سے نکال دو، یقیناً یہ لوگ تو بہت ہی پاک رہنا چاہتے ہیں﴿۸۲﴾

(یہ ایک اور بھیانک بیماری ہے کہ نیک اوران کو پاک رہنے والوں کوان کی نیکی پر طنز کیا جائے اوران کو تنگ کر کے نیکی سے روکنے کی خطرناک سازش کی جائے، قومِ لوط والا یہ طرز تو آج بھی عام ہورہا ہے)

سوہم نے ان (لوط) کواوران کے متعلقین کو (عذاب سے) بچالیا؛مگران کی بیوی وہ تو (عذاب میں) پیچھے رہنے والوں میں سے تھی ﴿۸۳﴾ اورہم نے ان پر ایک زوردار (پتھروں کی) بارش برسائی،سوتم دیکھو کہ جرم کرنے والوں کی سزا کیسی رہی!!

وقال تعالیٰ: قَالُوْا يٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَّصِلُوْٓا اِلَيْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ؕ اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَآ اَصَابَهُمْ ؕ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ؕ اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ﴿۸۱﴾ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ۙ مَّنْضُوْدٍ﴿۸۲﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ؕ وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ﴿۸۳﴾ (الھود)

ترجمہ:ان آنے والوں (یعنی فرشتوں) نے کہا:اے لوط! یقیناً ہم تو تمھارے رب کے بھیجے ہوئے (فرشتے) ہیں،وہ تم تک ہرگز نہیں پہنچ سکتے؛لہذا تو اپنے اہل (یہاں اہل سے تمام ایمان والے مراد ہیں) کولے کررات کے کسی حصے میں (بستی سے) نکل جااورتم میں سے کوئی بھی پیچھے مڑکر نہ دیکھے؛مگرتمھاری بیوی ان (قوم کے لوگوں) پر جوعذاب آنے والا ہے یقیناً وہ عذاب اس پر بھی آکرہی رہے گا،یقیناً ان پر عذاب اترنے کے لیے صبح کا وقت مقرر ہے،کیا صبح بالکل نزدیک نہیں ہے﴿۸۱﴾ پھر جب ہمارے (عذاب کا) حکم آگیاتو ہم نے اس (زمین کو پلٹ کر)اس کے اوپر والے حصے کو نیچے والا حصہ کردیا اورہم نے اس (بستی) پر پکی ہوئی مٹی کے پتھر مسلسل

برسائے ﴿۸۲﴾ تمھارے رب کی طرف سے اس پر (خاص) نشان لگے ہوئے تھے (عذاب والے پتھر دوسرے عام پتھروں سے بالکل الگ تھے اوراس پر ہر مجرم کا نام لکھا ہوا تھا، جس پتھر پر جس کا نام تھا وہ اس کو آکر لگتا تھا) اور وہ (بستیاں مکہ کے) ظالموں سے کچھ دور بھی نہیں ہیں ﴿۸۳﴾

وقال تعالیٰ: رَبِّ نَجِّنِیْ وَاَهْلِیْ مِمَّا یَعْمَلُوْنَ﴿۱۶۹﴾ فَنَجَّیْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اَجْمَعِیْنَ﴿۱۷۰﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِی الْغٰبِرِیْنَ﴿۱۷۱﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِیْنَ﴿۱۷۲﴾ وَاَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِیْنَ﴿۱۷۳﴾ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ﴿۱۷۴﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ﴿۱۷۵﴾ (الشعراء)

ترجمہ: اے میرے رب! مجھ کو اور میرے گھر والوں کو جو (برے) کام وہ کر رہے ہیں اس سے نجات عطا فرمایئے ﴿۱۶۹﴾ سو ہم نے ان (لوط علیہ السلام) کو اور ان کے سب گھر والوں کو نجات دی ﴿۱۷۰﴾ مگر ایک بوڑھیا جو پیچھے رہ جانے والوں میں شامل رہی (یعنی حضرت لوطؑ کی بیوی جو ایمان نہیں لائی) ﴿۱۷۱﴾ پھر ہم نے دوسرے لوگوں کو ہلاک کر دیا ﴿۱۷۲﴾ اور ہم نے ان پر (عجیب قسم کے پتھر کی) بارش برسائی، سو جن لوگوں کو ڈرایا گیا تھا (ان پر) بہت بری بارش تھی ﴿۱۷۳﴾ یقیناً اس میں بڑی (عبرت کی) نشانی ہے اور ان میں کے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں ﴿۱۷۴﴾ اور یقیناً آپ کے رب وہی بڑے زبردست، بڑے رحم کرنے والے ہیں ﴿۱۷۵﴾

یہ واقعہ قرآن میں آٹھ (۸) جگہ آیا ہے

اللہ تعالیٰ کے ایک نبی ہیں جن کا نام حضرت ''لوط علیہ السلام'' ہیں، ان کی بیوی کا

قصہ قرآن میں تقریباً آٹھ جگہ پر آیا ہے، آپ اندازہ لگاؤ کہ اس عورت کا واقعہ کتنا اہم اور کیسا نصیحت کا ہوگا!!!

کاش یہ عورت اپنی خوش نصیبی سے فائدہ اٹھا لیتی!

یہ عورت اللہ کے نبی حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی ہوتی ہے، نبی اللہ کے بڑے نیک و صالح بندے ہوتے ہیں، بہت اونچے درجے کے تقویٰ والے بندے ہوتے ہیں؛ لیکن ان کی بیوی اللہ کے نبی کی دشمن تھی؛ حالاں کہ یہ بڑی خوش نصیب تھی کہ نبی کے ساتھ نکاح کیا، نبی کے گھر میں رہ کر اس کو اچھی زندگی گذارنی تھی، نبی سے اللہ کا دین سیکھ کر عمل کر کے جنتی بننے کا اس کے لیے موقع تھا اور جنت میں بھی نبی کے ساتھ رہ سکتی تھی؛ لیکن اس عورت نے اتنا اچھا موقع اپنے ہاتھ سے کھو دیا، نبی کے گھر میں رہتے ہوئے وہ اللہ اور اس کے نبی پر ایمان نہیں لائی اور دنیا میں بھی اس کو عذاب ہوا اور آخرت میں بھی جہنم میں جائے گی۔

کاش کہ یہ عورت اس خوش نصیبی سے فائدہ اٹھا لیتی!

حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کا نام

ایک روایت میں اس عورت کا نام ''والہہ'' آیا ہے۔ بعض تفسیروں میں ''واہلہ'' آیا ہے۔ بعض تفسیروں میں اس کا نام ''ہیشفع'' لکھا ہوا ہے۔

حضرت لوط علیہ السلام کا کچھ تعارف

حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے ہوتے ہیں، حضرت ابراہیم

علیہ السلام کو تو ہم سب جانتے ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک بھائی تھے، ان کا نام ''حاران'' تھا، حضرت لوط علیہ السلام حاران کے بیٹے ہوتے ہیں۔

عراق میں ''بابل'' شہر میں یہ رہتے تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب لوگوں کو دین کی دعوت دی اور عراق والے ایمان نہیں لائے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہجرت کی، ہجرت کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ان کی بیوی حضرت سارہ تھی اور تیسرے ان کے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام تھے، یہ تینوں ہجرت کر کے فلسطین چلے گئے اور فلسطین اور اس کے اطراف میں لوگوں کو دین کی دعوت دینے کا کام شروع کیا۔

کچھ وقت گذرنے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام کو فرمایا کہ: تم اردن کے علاقے میں چلے جاؤ، وہاں ایک قوم ہے جو اللہ کی نافرمانی کرتی ہے، کھلم کھلا بے حیائی، بے شرمی کا کام کرتی ہے، وہاں جا کر لوگوں کو ایمان کی دعوت دو، اللہ کا دین سمجھاؤ، حیا اور شرم سمجھاؤ اور ان کو گناہوں سے بچانے کی محنت کرو۔

حضرت لوط علیہ السلام سدوم شہر میں

اللہ کے حکم اور اسی طرح اپنے چچا جان کے مشورے کی وجہ سے حضرت لوط علیہ السلام چلے گئے اور جورڈن میں ایک شہر تھا، اس شہر کا نام ''سدوم'' تھا اور اس کے قریب میں ایک دوسرا شہر ''عامورہ'' تھا، ایسے پانچ سات چھوٹے بڑے شہر تھے، حضرت لوط علیہ السلام وہاں چلے گئے اور وہاں جا کر لوگوں کو ایمان کی دعوت دینا شروع کیا۔

سدوم والوں کی بعض بری عادتیں

سدوم شہر کے لوگ بڑے خطرناک گناہوں میں پڑے ہوئے تھے، ایک اللہ

پر ایمان نہیں رکھتے تھے اور بے حیائی، بے شرمی بہت خطرناک ان کے اندر تھی، خود اللہ نے قرآن میں یہ لفظ استعمال فرمایا:

اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ ۫ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۞۲۸ (العنکبوت)

ترجمہ: جب لوط (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے کہا کہ: حقیقت میں تم ایسی بے حیائی کا کام کرتے ہو جو تم سے پہلے تمام دنیا والوں میں کسی نے نہیں کیا۔

حضرت لوط علیہ السلام نے جا کر ان کو ایمان کی دعوت دی، ایک اللہ کی عبادت کی دعوت دی، حیا و شرم، عفت و پاک دامنی والی زندگی گذارنے کی دعوت دی۔

وہاں کے لوگ راستے پر بیٹھے رہتے اور راستے پر سے گذرنے والوں کو ستاتے تھے، لوٹ لیتے تھے، کنکر مارتے تھے، حضرت لوط علیہ السلام نے سمجھایا کہ: تم راستے پر سے گذرنے والوں کو کیوں پریشان کرتے ہو؟ کیوں لوٹتے ہو؟ جو راستے سے گذریں ان کی مدد کرو، ان کو راستہ بتاؤ، جو پریشان ہوں ان کی مدد کرو، خدمت کرو، حضرت لوط علیہ السلام نے ان کو سمجھایا، سمجھاتے سمجھاتے کئی سال گذر گئے۔

بعض بیوی بچے دشمن ہوتے ہیں

حضرت لوط علیہ السلام جب اس علاقے میں دین کی دعوت دینے کے لیے آئے تو کنوارے تھے، وہاں اسی والہہ نامی عورت سے آکر آپ نے نکاح کیا، ہر بیوی کو اپنے شوہر کے ساتھ وفادار بن کر رہنا چاہیے؛ لیکن یہ عورت بڑی بے وفا نکلی، قرآن میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ.

ترجمہ: اے ایمان والو! تمھاری بیویاں اور تمھاری اولاد میں سے کچھ تمھارے دشمن ہیں، سو تم ان کی (شریعت کے خلاف) بات ماننے سے بچتے رہو۔ (التغابن:۱۴)

اللہ ہمارے تمام مسلمان بھائی اور بہنوں کو اِس آیت میں بیان فرمائی گئی دشمنی سے ہمیشہ حفاظت میں رکھے، آمین۔

جو عورت خود گناہ کے کاموں پر چلے۔

جو عورت خود اپنے شوہر کو دین کا کام نہ کرنے دے۔

جو عورت خود اپنے شوہر کو نیکی کے راستے سے ہٹا دے۔

جو عورت اپنے شوہر کو شریعت کے خلاف کام کرنے کے لیے اصرار کرے۔

جو عورت شوہر کی دین داری میں رکاوٹ بنے۔

وہ عورت حقیقت میں دشمن ہے۔

بیوی کو شوہر کے دینی کاموں میں رکاوٹ نہیں بننا چاہیے

اس لیے آپ کبھی بھی اپنے شوہر، اپنی اولاد کے لیے اچھے کاموں میں رکاوٹ مت بننا، شوہر نماز پڑھنا چاہے، دین دار بننا چاہے، شریعت پر عمل کرنا چاہے، صدقہ و خیرات کرنا چاہے، اللہ کے راستے میں جماعت میں جانا چاہے، مدرسے میں جانا چاہے تو ہمیشہ اس کا ساتھ دینا، ان کی مدد کرنا۔

بہر حال! سدوم کے لوگوں نے حضرت لوط علیہ السلام پر ظلم کرنا شروع کیا، اللہ کے نبی ان کو اچھی باتیں سکھاتے تو وہ اللہ کے نبی کی مخالفت کرتے اور اللہ کے نبی کو

پریشان کرتے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کے گھر میں دو بیٹیاں عطا فرمائی تھیں: ایک بیٹی کا نام ریثا تھا اور دوسری بیٹی کا نام ذعرتا تھا۔

قوم کا حضرت لوط علیہ السلام پر زبردستی ایک قانون

انھوں نے حضرت لوط علیہ السلام پر زبردستی ایک قانون یہ جاری کیا تھا کہ کسی کو اپنے گھر پر مہمان نہ رکھے، کیسی ظالم قوم تھی؟

جب کوئی مہمان آتا تو حضرت لوط علیہ السلام اس کو گھر میں چھپا کر رکھتے تھے؛ لیکن ان کی بیوی بڑی ظالمہ تھی، دشمن تھی، وہ قوم کے لوگوں کو خبر کر دیتی تھی۔

حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کی جاسوسی کا عجیب طریقہ

اس زمانے میں ٹیلیفون نہیں تھے؛ اس لیے اس نے خبر کرنے کا عجیب طریقہ اپنا رکھا تھا کہ اگر رات میں کوئی مہمان آتا تو یہ گھر کے باڑے میں آگ جلاتی تھی، اس نے قوم کے ظالموں کو بتا رکھا تھا کہ میں آگ جلاؤں تو تم سمجھ جانا کہ ہمارے گھر کوئی مہمان آیا ہے۔

جب آگ جلتی تو لوگ دور دور سے دیکھ لیتے اور سمجھ جاتے کہ حضرت لوط علیہ السلام کے گھر مہمان آئے ہیں، پھر ظالم لوگ دوڑتے ہوئے آتے اور حضرت لوط علیہ السلام کو ستاتے اور مہمان کو بھی ستاتے تھے۔

اگر دن میں کوئی مہمان آتا اور حضرت لوط علیہ السلام اس کو چھپا کر رکھتے تو آپ کی یہ بیوی گیلی اور تازی کچھ لکڑیاں اس طرح جلاتی تھی کہ دھواں نکلتا، دھواں اوپر اٹھتا تھا تو

اس کی وجہ سے ظالم لوگ سمجھ جاتے تھے کہ حضرت لوط علیہ السلام کے گھر مہمان آئے ہیں۔

مہمانوں کا اکرام کرنا چاہیے

حالاں کہ حدیث میں حضرت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عن أبي هريرة أنَّ رسولَ اللّٰهِ ﷺ قال: وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ. (متفق عليه)

جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھے اس کو چاہیے کہ آنے والے مہمان کا اکرام کرے۔

گھر پر کوئی مہمان آوے تو ان کا اکرام کرنا سنت ہے۔

مسلمانوں کی ایک خوبی

دینی بہنو! اللہ نے مسلمان عورتوں کو یہ خوبی عطا فرمائی ہے کہ ماشاء اللہ! وہ خوشی خوشی مہمانوں کی خدمت کرتی ہیں، یہ بھی جنت میں جانے اور ثواب کمانے کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔

ایک صحابی کی مہمان نوازی کا عجیب واقعہ

ہمارے پاس سیرت میں ایسے ایسے واقعات ہیں کہ صحابہ اور صحابی عورتوں کے گھر کوئی مہمان آتا تھا اور ان کے گھر میں جو تھوڑا سا کھانا ہوتا تھا تو وہ میاں بیوی آپس میں مشورہ کرتے تھے اور شوہر بیوی کو کہتا کہ: جب کھانا پک کر تیار ہو جاوے اور میں مہمان کے ساتھ کھانے کے لیے دسترخوان پر بیٹھ جاؤں تو تو چراغ کو ٹھیک کرنے

کے بہانے سے بجھا دینا، جب اندھیرا ہو جائے گا تو میں بیٹھا رہوں گا اور مہمان پیٹ بھر کر کھانا کھالے گا۔ ایسے صحابہ کے جذبات تھے!!!

بہر حال! قوم کے ظالم لوگ آکر مہمانوں کو ستاتے تھے اور حضرت لوط علیہ السلام کو بھی گالیاں دیتے تھے، کہتے تھے کہ: ہم نے آپ کو منع کیا تھا کہ کسی کو مہمان مت رکھو، پھر کیوں آپ مہمان رکھتے ہو؟

حضرت لوط علیہ السلام ان کو بہت سمجھاتے؛ لیکن یہ ماننے کے لیے تیار نہ ہوتے۔

حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کی چند بری عادتیں

بہر حال! حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی میں چند بری عادتیں تھیں:

① اپنے شوہر کی دشمن اور بے وفا تھی۔ ② اپنے شوہر اللہ کے نبی پر ایمان نہیں لائی۔ ③ مہمان کی خبر قوم کو دے دیتی تھی۔

بوڑھاپے کے باوجود گناہ نہیں چھوڑے

شادی سے لے کر بوڑھی ہوگئی وہاں تک یہ بری عادات اس میں رہیں۔

بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ جوانی میں آدمی کسی برے کام میں مشغول ہوتا ہے؛ لیکن آہستہ آہستہ عمر زیادہ ہوجاتی ہے اور بچے ہوجاتے ہیں تو گناہ چھوٹ جاتے ہیں، توبہ کر لیتے ہیں، زندگی بدل جاتی ہے؛ لیکن حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی عجیب تھی کہ بوڑھاپے کی عمر آگئی؛ لیکن اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئی، نبی کے گھر میں رہ کر بھی نہیں بدلی، برابر کفر، جاسوسی، غداری اور نافرمانی کرنے میں اس نے پوری زندگی گذار دی۔

گناہ کے کام میں مدد کرنا بھی گناہ ہے

حضرت لوط علیہ السلام کیا کر سکتے تھے؟ لوگوں کو سمجھاتے تو بیوی کو بھی سمجھاتے؛ لیکن یہ بیوی بالکل سمجھنے کے لیے تیار نہیں؛ بلکہ یہ تو ظالموں کی مدد کرتی تھی، کافروں کی مدد کرتی تھی، دشمنوں کی مدد کرتی تھی؛ حالاں کہ قرآن میں اللہ نے فرمایا:

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (المائدۃ:۲)

ترجمہ: اور نیکی کے کام میں مدد کرو اور گناہ کے کام میں مدد بالکل مت کرو۔

میری دینی بہنو! یاد رکھنا کوئی غلط کام کرتا ہو اس کو سمجھاؤ، نصیحت کرو؛ مگر غلط کام کرنے میں کبھی کسی کی مددمت کرو، گناہ کے کام میں کبھی مددمت کرو، اس بات کو سن لو! گناہ کے کام میں اگر تم نے مدد کی تو جب گناہ کرنے والے پر عذاب آئے گا تو مدد کرنے والے پر بھی اللہ کا عذاب آتا ہے، میں بہت ساری تفصیلات آپ کو مجمع عام میں بیان نہیں کر سکتا؛ لیکن ایسا ہوتا ہے کہ کوئی عورت گناہ کے کام میں ہے اور دوسری بہن اس کی مدد کرتی ہے یہ تو بہت ہی برا ہے، کبھی ایسا کام مت کرو، اللہ سے توبہ کرو، اللہ ایسی بری عادت سے بچنے کی توفیق عطا فرماوے، آمین۔

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی ایک خطرناک عادت جو آج عام ہو رہی ہے

حضرت لوط علیہ السلام سمجھانے جاتے تو قوم کے لوگ کیا کہتے:

وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ

اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ۝۸۲ (الأعراف)

ترجمہ: اوران (لوط علیہ السلام) کی قوم کے پاس کوئی جواب نہیں تھا، بس وہ (آپس میں) یوں کہنے لگے کہ: تم ان کو اپنی بستی سے نکال دو، یقیناً یہ لوگ تو بہت ہی پاک رہنا چاہتے ہیں۔

یہ بھی ایک بہت خطرناک عادت ہے جو اللہ نے قرآن میں بیان فرمائی کہ نیک اور پاک رہنے والوں کو ان کی نیکی پر طنز کیا جائے اور ان کو تنگ کر کے نیکی سے روکنے کی خطرناک سازش کی جائے، قومِ لوط والا یہ طرز تو آج بھی عام ہو رہا ہے۔

دیکھو! آج بھی ہماری سوسائٹی، شہر میں ایسی بات دیکھنے کو ملتی ہے کہ کسی کو سمجھاؤ، نصیحت کرو تو سامنے والا بعض مرتبہ کیا جواب دیتا ہے کہ یہ تو بڑا نیک بن کر رہنا چاہتا ہے، بہت ولی بننا چاہتا ہے، ایسے جواب لوگ دے دیتے ہیں۔

نیکی کرنے والے کی مذاق اڑانے سے ایمان کے خطرے میں پڑ جانے کا اندیشہ

دینی بہنو! یاد رکھو! ایک ہے گناہ کرنا، دوسرا ہے گناہ کو ہلکا اور معمولی سمجھنا، اگر غلطی سے گناہ ہو جائے تو اللہ معاف فرما دیتے ہیں؛ لیکن کوئی گناہ کو ہلکا اور معمولی سمجھے اور نیکی کا راستہ سمجھانے والوں کی مذاق اڑاوے تو یہ ایسی خطرناک چیز ہے کہ اس کی وجہ سے ایمان ختم ہو جانے کا خطرہ رہتا ہے۔

بہت سی مرتبہ بعض سہیلیاں جو بچپن میں ساتھ رہی، ساتھ بڑی ہوئی، ساتھ میں پڑھی اور ساتھ میں اسکول گئی، پھر اس میں سے کسی سہیلی کو ہدایت مل گئی، وہ نیک ہو

گئی، صحیح راستے پر آ گئی، اب وہ اپنی سہیلی کو سمجھائے تو دوسری سہیلیاں ٹون مار کر ایسا جواب دیتی ہیں کہ ہاں! تو تو بہت نیک بنتی ہے، تو تو بہت اپنے زمانے کی رابعہ بصریہ بنتی ہے، اس طرح کی باتیں جواب میں کہتی ہیں، بہنو! کبھی ایسا جواب مت دینا، یہ دین کا مذاق ہے، یہ نیک دعوت کا مذاق ہے اور ایسی مذاق سے ایمان خطرے میں پڑ جاتا ہے۔

کوئی تم کو نصیحت کرے تو دل و جان سے سن لینا اور عمل کرنا اور اگر عمل کرنے کی توفیق نہیں ہوئی تو کم سے کم مذاق مت اڑانا۔

بعض مرتبہ چند سہیلیاں ملتی ہیں اور بات چیت کرتی ہیں تو اپنی دوسری نیک سہیلیوں کے بارے میں ایسی بات کرتی ہیں: اس کی بات چھوڑو، وہ تو بہت نیک بن کر رہنا چاہتی ہے۔ یہ بہت خطرناک جملے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ بہت ناراض ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر اس کا ذکر فرمایا ہے۔

ایسی باتوں سے اللہ کے نبی کو کتنی تکلیف ہوتی ہوگی؟

میرا ایسے غلط کاموں سے کوئی تعلق نہیں ہے

حضرت لوط علیہ السلام سمجھاتے رہے اور سمجھانے کے بعد اللہ سے دعا کی:

قَالَ اِنِّیْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِیْنَ ﴿۱۶۸﴾ رَبِّ نَجِّنِیْ وَاَهْلِیْ مِمَّا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾

ترجمہ: لوط (علیہ السلام) نے فرمایا: یقیناً میں تمھارے اس (برے) کام سے سخت نفرت کرتا ہوں۔ اے میرے رب! مجھ کو اور میرے گھر والوں کو جو (برے) کام وہ کر رہے ہیں اس سے نجات عطا فرما۔

پہلی بات تو یہ کہی: اے لوگو! کان کھول کر سن لو! تم بے شرمی کرتے ہو،

بے حیائی کے کام کرتے ہو۔ لوگوں کو لوٹتے ہو۔ مجلس میں بیٹھ کر غلط کام کرتے ہو۔ میرا ایسے غلط کاموں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

ایک اہم نصیحت

اِس آیت کے توسط سے میں آپ کو ایک نصیحت کرتا ہوں کہ: آپ کہیں بیٹھے ہوں اور کسی کی غیبت، کسی پر تہمت اور الزام لگانا شروع ہوجائے تو فوراً کہہ دو کہ: غیبت بند کرو، تہمت لگانا بند کرو، میرا ایسی غلط بات سے تعلق نہیں، اچھی بات کرو، ایسی غیبت اور تہمت کی بات ہم نہ سنتے ہیں، نہ بولتے ہیں، یہ شریعت کا قانون ہے، دین کا قانون ہے، دوسرے کو برا لگے کوئی بات نہیں۔

بہت سی مرتبہ آدمی سوچتا ہے کہ میں ایسا کہوں گا تو برا لگ جائے گا۔

اسی طرح نعوذ باللہ! تم بیٹھے ہو اور گھر میں کسی نے فلم شروع کردی، موبائل پر میوزک (Music) چالو کردیا، واٹس ایپ (Whatsapp) پر غلط غلط باتیں دکھانا شروع کردیا، حرام چیزیں دکھانا شروع کردیا تو فوراً کہہ دو: اِنِّیْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِیْنَ.

یہ غلط بات ہے، میرا اس سے کوئی تعلق نہیں، بند کرو۔

گناہ سے توبہ کی دعا

دوسری دعا حضرت لوط علیہ السلام نے اللہ سے یہ کی کہ: اے اللہ مجھے اور میرے گھر والوں کو ایسے غلط کام سے نجات دیجیے، اس کی سزا سے بچا کر رکھیے۔

یہ دعا بھی کرنے کی ضرورت ہے کہ جب شہر میں کوئی گناہ کا کام ہوتا ہو تو ہم بیٹھ کر اللہ سے دعا کریں: اے اللہ! وہاں پر یہ کام ہو رہا ہے، آپ میری اور میرے گھر

والوں کی حفاظت کیجیے۔

آج ہمارا حال کیا ہوگیا ہے کہ کسی جگہ کوئی غلط کام ہو رہا ہے، کسی کے یہاں شادی میں میوزک بج رہا ہے، شادی میں بے پردگی ہو رہی ہے، شادی میں ناچنا کودنا ہو رہا ہے یا کوئی بھی غلط کام ہوتا ہے تو ہم اس کا چرچا کرتے ہیں کہ اس کے یہاں یہ ہو رہا ہے، وہ ہو رہا ہے، اس کے گھر کے پاس جب بھی جاؤ تو زور زور سے میوزک کی آواز آتی ہے، ان کے گھر میں سے تو ٹی وی کی آواز آتی ہے۔

میری دینی بہنو! ایسی باتیں مت کرو؛ بلکہ اللہ سے دعا کرو کہ: اے اللہ! جو غلط کام وہ لوگ کرتے ہیں، اس غلط اور گناہ کے کام سے میری اور میرے گھر والوں کی حفاظت فرما۔ حضرت لوط علیہ السلام نے اللہ کی بارگاہ میں یہی دعا مانگی۔

قومِ لوط پر خطرناک عذاب

بہر حال! حضرت لوط علیہ السلام نے بہت سمجھایا، سالہا سال سمجھایا؛ لیکن کوئی ماننے کے لیے تیار نہیں، اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہوگیا کہ اب اس قوم پر عذاب بھیجنا ہے۔

میری دینی بہنو! ایسا خطرناک عذاب اللہ نے بھیجا کہ اللہ کے فرشتے حضرت جبرئیل علیہ السلام رات کے وقت آئے، قومِ لوط کے پانچ یا سات گاؤں تھے، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ان کے پورے علاقے کو زمین کے نیچے سے اٹھایا اور اتنے نیچے سے اٹھایا کہ نیچے سے پانی نکل آیا، میں اس علاقے میں گیا ہوں اور میں نے وہاں خود جا کر اس کو دیکھا ہے، سمندر کے 'سی' لیول سے ۴۲۰ میٹر ڈاؤن وہ پورا علاقہ ہے، اندازہ لگاؤ کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اس کو کتنا نیچے سے اٹھایا ہوگا، حضرت جبرئیل علیہ السلام کیسے

طاقت والے تھے، قرآن میں ہے:

عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝۵ ذُوْ مِرَّةٍ ؕ فَاسْتَوٰى ۝۶ (النجم)

ترجمہ: ایک مضبوط طاقت والے (فرشتے) نے ان کو سکھلایا تھا، جو زور والا ہے، پھر وہ سامنے آ گیا۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پورے علاقے کو اپنی ایک انگلی کے پورے پر اٹھایا اور اٹھا کر اوپر آسمان کے قریب لے گئے، روایتوں میں آتا ہے کہ رات کے آخری حصے میں صبح صادق کے وقت مرغے اذان دیتے ہیں:

عن زيد بن خالد الجهني رضی اللہ عنہ قال: قال رسولُ اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم: لَا تَسُبُّوا الدِّيْكَ فَإِنَّهٗ يُوْقِظُ لِلصَّلٰوةِ. (ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مرغ کو برا بھلا مت کہو؛ اس لیے کہ وہ نماز کے لیے اٹھاتا ہے۔

افادات: عام طور پر تہجد کا وقت جب شروع ہوتا ہے اس وقت وہ بولتا ہے، پھر جب صبح صادق ہوتی ہے اس وقت بھی بولتا ہے، مطلب یہ ہے کہ وہ تو اچھائی کے لیے بولتا ہے؛ اس لیے اس کو برا بھلا نہیں کہنا چاہیے۔

اور حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ: مرغ فرشتے کو دیکھ کر بولتا ہے اور گدھا یا کتا شیاطین کو دیکھ کر چلاتے ہیں؛ اس لیے جب گدھا یا کتا چلّائے تو ''أعوذ بالله من الشيطان الرجيم'' پڑھنا چاہیے اور جب مرغ کی آواز سنو تو اللہ تعالیٰ سے خیر مانگنی چاہیے۔ (حدیث کے اصلاحی مضامین: ۱۴/۲۹۴)

بہر حال! مرغ کی اس اذان کی آواز پہلے آسمان کے فرشتوں نے سنی اور وہاں

لے جا کر پانچوں شہروں کو الٹا کر دیا اور زمین پر پھینک مارا۔

مجرموں کے نام لکھے ہوئے پتھر

پھر اللہ نے ان پر آسمان سے پتھر برسائے، ان پتھروں پر مجرمین کے نام لکھے ہوئے تھے: وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ۙ مَّنْضُوْدٍ ﴿٨٢﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ؕ وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ ﴿٨٣﴾ (الھود)

ترجمہ: اور ہم نے اس (بستی) پر پکی ہوئی مٹی کے پتھر مسلسل برسائے، اس پر تمھارے رب کی طرف سے (خاص) نشان لگے ہوئے تھے اور وہ (بستیاں مکہ کے) ظالموں سے کچھ دور بھی نہیں ہیں۔

ان پتھروں پر نام بھی لکھا رہتا تھا کہ فلاں پتھر فلاں ظالم کو اور فلاں پتھر فلاں نافرمان کو لگے گا۔

آج تک وہ پتھر وہاں بتائے جاتے ہیں جو عذاب کے طور پر اللہ تعالیٰ نے برسائے تھے اور پورے علاقے میں کالا کالا پانی ہو گیا، کالے پانی کا سمندر بن گیا، پورا علاقہ، پورا ملک، پانچ شہر اللہ نے قیامت تک ختم کر دیے۔

جب میں وہاں گیا تو جمعہ کا دن تھا، موتہ میں جہاں صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے تھے ان کی قبر کے نزدیک ایک مسجد ہے، وہاں ہم نے جمعہ کی نماز پڑھی۔

عذاب کی وجہ سے آج بھی خوف کا ماحول

نماز کے بعد اس عذاب والے علاقے میں گیا، روزے کے ساتھ ہوں، قسم کھا کر کہتا ہوں میری دینی بہنو! جب ہماری گاڑی اس علاقے میں داخل ہو رہی تھی تو

آج بھی عذاب کا اور گھبراہٹ کا ماحول وہاں کھلم کھلا نظر آتا ہے؛ حالاں کہ ہزاروں سال ہو گئے۔

نوٹ: سفر کے مفصل حالات دیکھی ہوئی دنیا کی تیسری جلد میں ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ نے ایمان والوں کو بچالیا

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے نبی! ہم ایمان والوں کو اور آپ کے خاندان میں سے جو ایمان لائے ان کو عذاب سے بچائیں گے؛ لیکن آپ کی بیوی جو نافرمان ہے اس پر اللہ کا عذاب آئے گا۔

فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۷۰﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ (الشعراء)

ترجمہ: سو ہم نے ان (لوط علیہ السلام) کو اور ان کے سب گھر والوں کو نجات دی؛ سوائے ایک بڑھیا جو پیچھے رہ جانے والوں میں شامل رہی (یعنی حضرت لوط کی بیوی جو ایمان نہیں لائی)۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کو فرمایا جس کا حاصل ہے: اے نبی! جب آدھی رات ہو جائے تو آپ اپنی لڑکیوں کو اپنی فیملی والوں کو اور ایمان والوں کو لے کر نکل جانا، ہم صبح صبح ان پر عذاب بھیجنے والے ہیں۔

نافرمان بیوی کو ہلاک کر دیا

حضرت لوط علیہ السلام آدھی رات کو نکلے، بعض روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی نے ساتھ چلنے سے ہی انکار کر دیا تھا کہ میں تو یہی رہوں گی:

اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ ﴿۱۷۱﴾

قرآن کی اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ اس نے جانے سے ہی انکار کر دیا، اللہ، اللہ! کیسی بیوی کہ اپنے شوہر کے ساتھ نہیں گئی، ظالموں کے ساتھ رہی تو اللہ نے اس بیوی کو بھی عذاب سے ہلاک کر کے ختم کر دیا۔

بعض روایتوں میں ہے کہ اللہ کے نبی کو دکھانے کے لیے تھوڑا سا ساتھ چلی؛ لیکن اللہ نے حکم دیا تھا کہ سب آگے دیکھ کر چلیں، کوئی پیچھے مڑ کر نہ دیکھیں؛ لیکن جب رات کے آخری حصے میں اللہ کا عذاب شروع ہوا اور عذاب کی وجہ سے بھیانک، ڈراؤنی، خطرناک آواز نکلنے لگی تو اس بیوی نے اپنی قوم کی محبت میں پیچھے مڑ کر دیکھا، اس نے کہا: ہائے میری قوم! اس نے اللہ کے حکم پر دھیان نہیں دیا، اس نے اپنی قوم اور ظالموں سے محبت کا اظہار کیا۔

میری دینی بہنو! اسی وقت آسمان سے ایک پتھر آیا اور اس کے سر پر لگا اور وہیں پر اللہ نے اس کو ہلاک کر دیا، آج بھی جہاں اس قوم پر عذاب آیا تھا اس سے کچھ پہلے ایک جگہ عورت کی شکل میں پتھر کا پتلا بنا ہوا ہے، جب ہم وہاں پہنچے تو ایک عرب گائڈ ہمارے ساتھ تھا، میں نے اس کو پوچھا تو اس نے وہاں پر گاڑی رکوائی اور کہنے لگا: دیکھو! یہ پتھر کا جو مجسمہ بنا ہوا ہے یہ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کا بتلاتے ہیں کہ وہ نافرمان بیوی جس نے نبی کے ساتھ غداری کی، نبی کے ساتھ چلی؛ لیکن اللہ کی نافرمانی کر کے پیچھے دیکھنے لگی تو اللہ نے یہاں اس پر پتھر بھیجا اور اس کو ہلاک کر کے ختم کر دیا۔

میری دینی بہنو! ہمیشہ نیک کام میں مدد کرو، کبھی برے کام میں مدد مت کرو؛ ورنہ ظالموں پر جو عذاب آتا ہے وہ عذاب مدد کرنے والوں پر بھی آتا ہے۔

نبی کے ساتھ رہنے کی قدر نہ کی تو عذاب نے آ پکڑا

قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ؕ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ﴿۱۰﴾ (التحریم)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے نوح (علیہ السلام) کی بیوی اور لوط (علیہ السلام) کی بیوی کی حالت بیان فرمائی ہے، یہ دونوں (بیویاں) ہمارے دو خاص نیک بندوں کے نکاح میں تھیں، پھر ان دونوں نے ان دونوں (شوہروں) کے ساتھ بے وفائی کی تو وہ دونوں (نیک بندے) اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مقابلے میں ان دونوں (بیویوں) کو کچھ بھی کام نہیں آسکے اور ان عورتوں کو حکم دیا گیا کہ دوسرے (آگ میں) داخل ہوئے لوگوں کے ساتھ تم دونوں بھی آگ میں داخل ہو جاؤ۔

حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی اور حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی دونوں نے اللہ کے نبی کے ساتھ نکاح کی قدر نہیں کی اور نبی کے گھر میں رہ کر کفر کیا اور گناہ پر مدد کی تو اللہ نے دنیا میں بھی ان کو عذاب دیا اور قیامت کے دن بھی اللہ تعالیٰ ان کو جہنم میں داخل کریں گے؛ حالاں کہ نبی کی بیوی تھی، پھر بھی جہنم میں جائے گی۔

دوسری بات آیت میں خاص لفظ استعمال ہوا ''فخانتاھما'' دونوں نبی کی بیویوں نے خیانت کی؛ یعنی نبی کی خفیہ باتیں لوگوں کے سامنے ظاہر کر دی۔

اِس جگہ رُک کر میں آپ کو مسئلہ سمجھا دوں کہ میاں بیوی کے بیچ میں جو خفیہ

باتیں ہوتی ہیں اس کو دوسروں کے سامنے بتلانا حرام ہے، کبھی اس گناہ میں مت پڑنا، بیڈروم کی باتیں باہر بتائی نہیں جاتی۔

جو نصیحت نہیں مانتا اس کے دل پر زنگ لگ جاتا ہے

یہ بات بھی یاد رہے کہ انسان جب گناہ کرتا ہے تو لوگ اس کو سمجھائیں، نصیحت کریں تو توبہ کر لیوے، اللہ گناہ کو معاف کر دیتے ہیں؛ لیکن نہ سمجھے اور گناہ نہ چھوڑے تو گناہ کی عادت پڑ جاتی ہے اور گناہ کی عادت ایسی ہو جاتی ہے کہ ایک وقت ایسا آتا ہے کہ دل پر زنگ لگ جاتا ہے اور پھر کوئی نصیحت اس کے دل میں اترتی نہیں ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿١٤﴾ (المطففین)

ترجمہ: ہرگز نہیں؛ بلکہ ان کے دلوں پر جو اعمال وہ کرتے ہیں اس نے زنگ چڑھا دیا ہے۔ یعنی گناہ کرتے کرتے ان کے دل پر ایسا زنگ لگ گیا کہ کوئی نصیحت دل میں نہیں اترتی، اللہ ایسی بری حالت سے حفاظت فرمائے، آمین۔

نصیحت مان لیا کرو؛ اس لیے کہ نہیں مانوگے تو گناہ کرتے کرتے بعض مرتبہ دل پتھر جیسا بن جاتا ہے، پھر توبہ کی توفیق نہیں ہوتی ہے، اللہ ایسی بری حالت سے حفاظت فرمائے، آمین۔

ایک خاص حدیث

ایک خاص بات اس مضمون کے ختم پر آپ کو عرض کر دوں، حدیث میں آتا ہے، مسلم شریف میں یہ روایت موجود ہے، حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: تین طرح کے انسان ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے ساتھ بات بھی نہیں

کریں گے، اللہ ان کو سزا دے کر گناہوں سے پاک بھی نہیں کریں گے اور اللہ ان کی طرف رحمت کی نظر سے نہیں دیکھیں گے، یہ تین لوگ یہ ہیں:

① جو بوڑھا مرد یا بوڑھی عورت گناہ کے کام کرے، خاص طور پر حدیث میں زنا کا لفظ آیا ہے۔

بعض مرتبہ ایسا ہوجاتا ہے کہ بوڑھاپے کی عمر میں بھی گناہ نہیں چھوٹتے ہیں، یہ چیز بڑی خطرناک بات ہے، بعض ہماری دینی بہنیں بڑی عمر کی ہوگئیں؛ لیکن غیبت، حسد، طعنہ وتشنیع کرنا ہے اور اسی طرح دوسروں کو ستانا، پریشان کرنا، چاہے بہو کو پریشان کرنا ہو یا دوسرے کسی اپنے رشتے دار کو پریشان کرنا ہو، بوڑھاپا آنے کے بعد بھی عادت نہیں چھوٹتی ہے۔ یاد رکھو! بڑھاپے میں تو بڑے سے بڑے گناہ چھوڑ کر آخرت کی تیاری کرنی ہوتی ہے، بوڑھاپا اور گناہ یہ بڑی خطرناک چیز ہے۔

② بادشاہ ہوکر جھوٹ بولے۔ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جو بڑے لیڈر ہوکر جھوٹ بولیں، آج بڑے بڑے دین دار کہلانے والے خاندان کے ذمے دار مرد، دین دار کہلانے والی عورت بھی جھوٹ بولتی ہے۔

③ ایسا فقیر جو تکبر کرے۔ فقیری ہے، غریبی ہے پھر بھی تکبر کرے، ان تین لوگوں کے بارے میں حدیث میں آیا ہے کہ اللہ ان کو معاف نہیں کریں گے، رحمت کی نظر سے نہیں دیکھیں گے، سزا دے کر ان کو پاک نہیں کریں گے۔

اللہ ہم سب کی دنیا اور آخرت میں عذاب سے حفاظت فرمائے، آمین۔

وأخر دعوان ان الحمد لله رب العالمين

حضرت یوسف علیہ السلام کی والدۂ محترمہ کا پاکیزہ قصہ

مختصر تعارف

نام: راحیل ذکر کیا گیا ہے۔

آپ کو پوری دنیا کا ایک تہائی حسن دیا گیا تھا۔

یہ بات بھی کہی جاتی ہے کہ: مصر میں داخلہ کے وقت سیدنا یعقوب علیہ السلام کے ساتھ جو عورت تھیں وہ حضرت یوسف علیہ السلام کی خالہ تھیں، ان کا نام ''لیّا'' تھا، اور حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ کا انتقال ''بنیامین'' کی ولادت کے وقت ہو گیا تھا۔

لیکن قرآن کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عورت جناب یوسف علیہ السلام کی سگی ماں ہی تھیں؛ یعنی اس وقت وہ زندہ ہی تھیں۔

تفسیرِ ثعلبی میں ہے کہ: حضرت یعقوب علیہ السلام جب خاندان کے ساتھ مصر تشریف لے گئے تب اللہ تعالیٰ نے حضرت راحیل کو ان کی قبر سے اٹھا کر زندہ کیا، پھر انھوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے سجدہ کیا؛ تاکہ حضرت یوسف علیہ السلام کا دیکھا ہوا خواب پورا سچا ہو جائے۔

مصر کے داخلہ کے وقت حضرت یوسف علیہ السلام کے والدین کے ساتھ ساتھ پوتے پوتیاں، نواسے نواسیاں بھی مصر میں داخل ہوئے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لله الَّذِيْ هَدَانَا لِلْإِسْلَامِ وَ مَاكُنَّالِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللهُ وَ أَكْمَلَ لَنَا دِيْنَنَا وَ أَتَمَّ عَلَيْنَانِعَمَهُ وَ رَضِيَ لَنَا الْإِسْلَامَ دِيْناً،وَ أَشْهدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَحْدَه لَاشَرِيْكَ لَه وَ أَشْهدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَ شَفِيْعَنَا وَحَبِيْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُه وَرَسُوْلُه،صَلَوَاتُ اللهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَلَيْه وَ عَلٰى اٰلِه وَاَصْحَابِه وَذُرِّيَّاتِه وَ اَهلِ بَيْتِه وَاَهلِ طَاعَتِه، وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْراً كَثِيْراً اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ، بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ اِنِّىْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِىْ سٰجِدِيْنَ﴿۴﴾

ترجمہ: (وہ واقعہ سنو) جب کہ یوسف (علیہ السلام) نے اپنے ابا سے کہا کہ: اے میرے ابا! یقیناً میں نے گیارہ ستارے اور سورج اور چاند کو (خواب میں) دیکھا ہے، میں نے ان کو دیکھا کہ وہ میرے سامنے سجدہ کر رہے ہیں۔

وقال تعالیٰ: **فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰۤى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ﴿۹۹﴾وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا**۔

ترجمہ: پھر جب وہ سب یوسف (علیہ السلام) کے پاس پہنچے، تو یوسف (علیہ السلام) نے اپنے والدین کو اپنے پاس جگہ دی اور (یوسف علیہ السلام نے) کہا کہ: تم سب مصر میں داخل ہو جاؤ، ان شاء اللہ! ہر طرح امن وامان (یعنی چین واطمینان) کے ساتھ رہو گے ﴿۹۹﴾ اور یوسف (علیہ السلام) نے اپنے والدین کو (اونچے) تخت پر بٹھا دیا اور وہ سب

(یعنی والدین اور گیارہ بھائی) یوسف (علیہ السلام) کے سامنے سجدے میں گرے۔

یہ قرآنِ کریم کی سورۂ یوسف کی آیتیں ہیں، ان میں اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے والد حضرت یعقوب علیہ السلام اور آپ کی والدہ کا تذکرہ فرمایا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے تقریباً سات سال کی عمر میں ایک خواب دیکھا تھا کہ آسمان سے سورج، چاند اور گیارہ ستارے زمین پر اترے اور انھوں نے آپ کے سامنے سجدہ کیا۔

زیادہ اولاد یہ نبیوں کا طریقہ ہے

حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ کل بارہ بھائی تھے، معلوم ہوا کہ گھر میں زیادہ اولاد ہونا یہ اللہ کے نبیوں کا طریقہ رہا ہے، حضرت یعقوب علیہ السلام کے گھر میں پورے بارہ بیٹے تھے، آج کل تو لوگ بارہ اولاد سن کر ہی سہم جاتے ہیں۔

زیادہ اولاد کی ترغیب

خود ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ اولاد کی ترغیب دی، ارشاد فرمایا:

تَزَوَّجُوْا الوَدُوْدَ الوَلُوْدَ فَاِنِّي مُكاثِرٌ بكم الأُمَمَ يومَ القيامة. (ابن حبان انس رضی اللہ عنہ)

ترجمہ: حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: تم بہت زیادہ محبت کرنے والی اور بہت زیادہ بچے جننے والی عورت سے نکاح کرو، اس لیے کہ میں قیامت کے دن تمھاری کثرت کی بنا پر دوسری امّتوں پر فخر کروں گا۔

اس کو ایک مثال سے سمجھیے! جیسے الیکشن کا زمانہ ہوتا ہے، ہر امیدوار یہ چاہتا ہے کہ اس کے جلسے اور ریلی میں زیادہ سے زیادہ افراد ہوں، روڈ شو (Road show)

کیے جاتے ہیں، یہ سب چیزیں فخر کی ہوتی ہیں، قیامت کے دن تمام انبیا میدانِ محشر میں ہوں گے، اوران کے ساتھ ان کی امت بھی ہوگی، تو ہر نبی کے ساتھ جتنی بڑی امت ہوگی وہ دوسرے نبیوں پر فخر کریں گے، حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: تم نکاح کر کے امّت کی تعداد بڑھاؤ، میری امت کی تعداد زیادہ ہوگی تو میں قیامت کے دن دوسرے نبیوں کے سامنے میری امت کی تعداد زیادہ ہونے پر فخر کروں گا؛ اس لیے زیادہ اولاد کا ہونا ہمارے دین میں پسندیدہ چیز ہے۔

شیخ المشائخ حضرت مولانا رضا اجمیریؒ کی میرے نکاح کے موقع پر ایک جامع دعا

میرے اکابر کی ایک جماعت جس میں میرے مشفق حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم العالیہ اور دوسرے حضرات موجود تھے، ان اکابرین کی موجودگی میں حضرت شیخ اجمیری صاحبؒ نے میرا نکاح پڑھایا، نکاح کے بعد ایک بہت ہی جامع دعائیہ جملہ ارشاد فرمایا:

جَعَلَنا اللّٰہُ تعالیٰ و ایا کم مِمَن یُبَاھِیِ بہ رسولُ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم یومَ القیامة.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو ان لوگوں میں سے بنائے جن پر رسول اللہ ﷺ قیامت کے دن فخر کریں گے۔ اللہ تعالیٰ اس دعا کا واقعی مصداق بنادے، آمین۔

خود حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے یہاں کثرتِ اولاد

خود ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے یہاں کئی اولاد ہوئیں، حضرت

خدیجہ رضی اللہ عنہا سے آپ کے دو صاحب زادے اور چار صاحب زادیاں پیدا ہوئیں، صاحب زادوں کے نام یہ ہیں:

① حضرت قاسم رضی اللہ عنہ۔ ②(۲) حضرت طاہر رضی اللہ عنہ۔

قاسم کے نام سے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ابوالقاسم مشہور تھی، اور طاہر کے متعلق یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کا نام عبداللہ تھا۔

زادالمعاد میں ہے کہ: آپ رضی اللہ عنہ کا اصلی نام عبداللہ تھا، اور طیب اور طاہر دونوں آپ کے لقب تھے۔ (از سیرتِ خاتم الانبیاء)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ تینوں صاحب زادے بچپن ہی میں وفات پا گئے تھے۔

اور صاحب زادیوں کے نام یہ ہیں: ① حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا۔ ② حضرت زینب رضی اللہ عنہا۔ ③ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا۔ ④ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا۔

اِن کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صاحب زادے اور تھے، جن کا نام حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ تھا، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باندی حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئے تھے۔

سورج اور چاند سے مراد کون؟

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ: اس خواب میں گیارہ ستاروں سے حضرت یوسف علیہ السلام کے گیارہ بھائی مراد ہیں اور سورج سے آپ کے والد حضرت یعقوب علیہ السلام اور چاند سے آپ کی والدہ مراد ہے۔

بعض کے نزدیک: سورج سے والدہ اور چاند سے والد صاحب مراد ہے۔

ایسے بھی اگر انسان غور کرے تو اس دنیا میں سورج کی روشنی سے دن جگمگاتا

ہے اور چاند کی روشنی سے رات جگمگاتی ہے، انسان کی زندگی کے رات اور دن ماں باپ کی نگرانی میں ہونے والی اسلامی تعلیم اور تربیت سے جگمگا اٹھتے ہیں؛ اس لیے والدین کو بھی چاہیے کہ اولاد کے لیے سورج اور چاند کی طرح روشنی دینے والے بنیں۔

بعض تفسیر کی کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ راحیل کو پوری دنیا کے حسن کا ایک تہائی حصہ دیا گیا تھا، ظاہر ہے کہ ماں اتنی حسینہ اور خوب صورت ہو تو اولاد میں بھی حسن کا آنا ایک لازمی چیز تھی۔

گویا خواب میں یہ اشارہ تھا کہ کسی موقع پر حضرت یوسف علیہ السلام کے والد اور والدہ حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ کریں گے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ کے متعلق مختلف اقوال

① حضرت یعقوب علیہ السلام کے ماموں کا نام ''لابان'' تھا، جس زمانے میں حضرت یعقوب علیہ السلام ماموں کے یہاں رہتے تھے اس زمانے میں اپنے ماموں کی بڑی لڑکی لئیہ (لیا) سے پہلے نکاح ہوا، پھر بعد میں ماموں کی دوسری بیٹی راحیل سے نکاح ہوا، اس زمانے میں دو بہنوں سے ایک ساتھ نکاح کرنا جائز تھا، ہماری شریعت میں ایک ساتھ دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے، قرآن میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ.

ترجمہ: اور یہ بھی (حرام ہے) کہ تم دو بہنوں کو ایک ساتھ (نکاح میں) جمع کرو؛ مگر جو کچھ پہلے (یعنی آیت کے اترنے سے پہلے) ہو چکا (وہ معاف ہے)۔

یہاں تک کہ اگر اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو عدت کے زمانے میں بھی اس

کی بہن کے ساتھ نکاح نہیں ہوسکتا۔

② بعض مفسّرین فرماتے ہیں کہ: بنیامین کی ولادت کے زمانے میں حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ کا انتقال ہوگیا تھا؛ اس لیے جس وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب دیکھا اس وقت ان کی والدہ زندہ نہیں تھیں، حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کی خالہ سے بھی نکاح کیا تھا، ان کا نام لیئہ (لیا) تھا اور خالہ بھی ماں کے درجہ میں ہوتی ہے؛ اور عرف اور محاورے میں باپ کی دوسری بیوی کو بھی ''ماں'' ہی کہتے ہیں؛ اس لیے ان کو ''ماں والی'' تعبیر دی گئی۔

③ بعض مفسرین کی رائے یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ حیات تھیں، اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے ساتھ مصر آئی تھیں؛ اس لیے سجدۂ شکر کرنا یہ اپنی حقیقی ماں کے ساتھ ہوا ہے۔

④ تفسیرِ ثعلبی میں ہے کہ: حضرت یعقوب علیہ السلام جب خاندان کے ساتھ مصر تشریف لے گئے اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ زندہ نہیں تھیں؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کی والدہ کو ان کی قبر سے اٹھا کر زندہ کیا، پھر انھوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے سجدہ کیا؛ تاکہ حضرت یوسف علیہ السلام کا دیکھا ہوا خواب پورا سچا ہوجائے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی پیدائش اور وطن

''فدان آرام'' نامی ایک جگہ پر حضرت یوسف علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔

امام طبریؒ نے نقل کیا ہے کہ: حضرت یوسف علیہ السلام کا وطن فلسطین کے جنوب

میں ''وادئ عربہ'' تھا۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ فلسطین کے ایک مقام ''اولاج'' کے رہنے والے تھے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام دیہات کے رہنے والے اور اونٹوں اور بکریوں کے مالک تھے۔

وطن سے دور بھی گھر والوں کی خیر خواہی

حضرت یوسف علیہ السلام تو تقدیرِ الٰہی سے وطن سے دور مصر پہنچ گئے، ظاہری تکلیف تو ہوئی؛ لیکن اسی تکلیف کی برکت سے مصر کی حکومت نصیب ہوئی۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی قحط کے زمانے میں غلّہ لانے کے لیے جب تیسری مرتبہ مصر پہنچے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر سے دوسو اونٹ پر ضروری سامان خاندان والوں کے لیے بھیجا، اور اپنے پورے خاندان کو مصر آنے کی دعوت دی، چنانچہ آپ علیہ السلام کے والدین اور پورا گھرانہ۔جس میں بہتر (۷۲) یا ترانوے (۹۳) افراد تھے۔مصر کے لیے روانہ ہو گیا۔

معلوم ہوا کہ انسان کو اگر کسی وجہ سے وطن سے دور قیام کرنے کا موقع آئے تب بھی والدین بھائی، بہن، رشتے داروں کی خیر خواہی کرنی چاہیے، ان کی خیر خبر رکھنا چاہیے اور ان کے ساتھ تعلق رکھیں، ان کے اخراجات کی فکر رکھیں، وطن سے جسمانی دوری کے باوجود قلبی، اخلاقی اور دینی ربط باقی رہنا چاہیے۔

دیہاتی زندگی سے شہری زندگی

حضرت یوسف علیہ السلام کے والد اور والدہ کنعان کے دیہات میں زندگی گزار

رہے تھے، ایک طرف دیہاتی زندگی کی زحمت اور دوسری طرف بیٹے یوسف کی جدائی کی زحمت، والدین دو طرح کی زحمتوں کی زندگی گزار رہے تھے، اب اپنے یوسف کی دعوت پر مصر جیسے ترقّی یافتہ اور تہذیب والے شہر میں پہنچ گئے، شہری زندگی میں بڑی سہولتیں ہوتی ہیں، پہلے زندگی گزارنے کا سامان بھی بہت تنگ تھا، اب یہاں شہر میں بہت وسعت اور راحت والی زندگی نصیب ہوئی، اسی کو قرآن میں ایک مستقل نعمت کے طور پر بیان کیا گیا:

وَقَدْ اَحْسَنَ بِیْٓ اِذْ اَخْرَجَنِیْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّیْطٰنُ بَیْنِیْ وَبَیْنَ اِخْوَتِیْ ؕ اِنَّ رَبِّیْ لَطِیْفٌ لِّمَا یَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ﴿۱۰۰﴾

ترجمہ: اور میرے رب نے (اس وقت) مجھ پر بڑا احسان کیا کہ مجھ کو جیل سے نکالا اور (یہ بھی احسان ہوا کہ) شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان جھگڑا کروا دیا تھا (اللہ تعالیٰ نے جدائی ختم کردی) پھر میرے رب گاؤں سے تم کو میرے پاس (مصر) لے آئے، میرے رب جو چاہتے ہیں اس کو عمدہ تدبیر سے کرتے ہیں، یقیناً اس (اللہ تعالیٰ) کا علم بھی کامل ہے اور اس کی حکمت بھی کامل ہے۔

ویسے گھریلو زندگی میں تنگی کا احساس عورتوں کو زیادہ ہوتا ہے اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے یہاں ویسے بھی قحط کی وجہ سے بڑی تنگی تھی، مصر آکر جب بڑی راحت والی زندگی ملی تو سب سے زیادہ راحت شاید حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ کو ملی ہوگی۔

گویا والدہ نے بڑی تکلیف اٹھائی تھی، پھر مصر آکر راحت نصیب ہوگئی اور ایسا ہی ہوتا ہے کہ بہت سی مرتبہ والدین کو پہلے بہت تکلیف اٹھانی پڑتی ہے، جس کی

برکت سے اولاد کو بعد میں بڑی راحت نصیب ہوتی ہے، کاش کہ! اولاد والدین کی ان قربانیوں کی قدر کریں اور سوچیں کہ ہمارے والدین نے ہم کو کتنی محنت ومشقت سے بڑا کیا اور والدین کی صحیح قدر وخدمت کریں۔

دیہات کے رہنے والوں کی سخت مزاجی

دیہات کے رہنے والے لوگوں میں بہت سارے لوگ قدرتی طور پر سخت مزاج ہوتے ہیں، حضرت علامہ شبیر صاحب عثمانیؒ حدیث نقل کرتے ہیں:

مَنْ سَکَنَ الْبَادِیَۃَ جَفَا. (رواہ الترمذي وابو داؤد عن ابن عباس رضي اللّٰہ عنھما)

ترجمہ: جس نے دیہات میں رہائش اختیار کی وہ سخت (مزاج) ہوگیا۔

ایک دیہات کے رہنے والے صاحب نے حضرت نبی کریم ﷺ سے عرض کیا: کیا آپ لوگ اپنے بچوں کو پیار کرتے ہو؟ اللہ کی قسم! میں نے کبھی اپنی اولاد کو پیار نہیں کیا، اس پر حضرت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں کیا کروں اگر اللہ تعالیٰ نے تیرے دل سے اپنی رحمت کو نکال لیا ہے۔

جلالین شریف کے حاشیہ میں ایک حدیث نقل کی گئی ہے:

مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا ینقلہ من البادیۃ الی الحاضرۃ.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اس کو دیہات سے شہر کی طرف منتقل کر دیتے ہیں۔

ویسے بھی بہت سی جگہوں پر تجربہ اور مشاہدہ ہوا کہ گاؤں کے رہنے والوں میں گاؤں کی آبادی جس طرح محدود اور کم ہوتی ہے اسی طرح ان کی سوچ بھی محدود اور کم

ہی ہوتی ہے، سوچ اور اخلاق کی تنگی آداب میں محسوس ہوتی ہے، اس کی بہ نسبت بہت سے شہریوں میں بڑی قلبی وسعت دیکھنے کو ملتی ہے، گرچہ یہ قاعدۂ کلیہ نہیں ہے۔

غرض! حضرت یوسف علیہ السلام کے والد اور والدہ کو گاؤں والی زندگی سے چھٹکارا ملا اور شہر والی زندگی ملی، یہ اللہ کی بہت بڑی نعمت تھی۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین کا شاندار استقبال کیا

جب حضرت یوسف علیہ السلام کو اطلاع ہوئی کہ والد اور والدہ پورے قافلے کے ساتھ مصر پہنچ رہے ہیں تو آپ نے ایک بڑا استقبالیہ خیمہ بنوایا، اس کو مزیّن کیا گیا، حضرت یوسف علیہ السلام اور مصر کے لوگ اور چار ہزار سپاہی اسقبالیہ سلامی پیش کرنے کے لیے نکلے، خود مصر کا بادشاہ بھی حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ استقبال کے لیے گیا، حضرت یوسفؑ نے اپنے والد اور والدہ کو اپنے پاس رکوایا اور اپنے شاہی تخت پر بٹھایا۔

اِس میں ایک بہت بڑا سبق یہ ہے کہ بادشاہت جیسا اونچا مقام مل گیا، پھر بھی آپ علیہ السلام نے اپنے والدین کا اکرام نہیں چھوڑا، ایک بیٹا ہونے کے ناطے اپنے اونچے مقام کو بھول کر آپ نے اپنے والدین کا پورا استقبال اور اکرام کیا، اور بیٹا بیٹا ہی بن کر والدین کے ساتھ رہے یہی شرافت کا تقاضا ہے۔

جدائی کی مدّت

حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے والدین کے درمیان کتنے عرصے تک جدائی رہی اس سلسلے میں ۸۰، ۸۳، ۵۰، ۴۰، اور ۱۸ رسال یہ مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔

مصر میں امن وسکون

جب حضرت یوسف علیہ السلام کے والد اور والدہ مصر پہنچ گئے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۝۹۹

ترجمہ: پھر جب وہ سب یوسف (علیہ السلام) کے پاس پہنچے، تو یوسف (علیہ السلام) نے اپنے والدین کو اپنے پاس جگہ دی اور (یوسف علیہ السلام نے) کہا کہ: تم سب مصر میں داخل ہوجاؤ، ان شاءاللہ! ہر طرح امن وامان (یعنی چین واطمینان) کے ساتھ رہو گے۔

یعنی اب یہاں مصر میں راحت واطمینان اور دل جمعی کے ساتھ رہو، ایک پردیسی مسافر کو دوسرے ملک میں جن خطرات وپریشانیوں کا اندیشہ ہوتا ہے ایسا کوئی خطرہ اور تکلیف نہیں ہوگی۔

بچپن کے خواب کی تعبیر پوری ہوئی

اس کے بعد سب نے حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے سجدہ کیا:

وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۔

ترجمہ: اور یوسف (علیہ السلام) نے اپنے والدین کو (اونچے) تخت پر بٹھادیا اور وہ سب (یعنی والدین اور گیارہ بھائی) یوسف (علیہ السلام) کے سامنے سجدے میں گرے۔

یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کی عزّت اور اونچا مرتبہ دیکھ کر والدین اور سب گھر والوں نے اللہ تعالیٰ کے سامنے شکر کا سجدہ ادا کیا۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ کے سامنے شکر کا یہ سجدہ کیا گیا۔ عبادت کا سجدہ تو ہر شریعت میں صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے جائز تھا؛ البتہ کسی کی تعظیم کے لیے سجدہ کرنا پچھلی شریعتوں میں جائز تھا؛ لیکن وہ شرک کا ذریعہ بن سکتا ہے؛ اس لیے اِس امت میں وہ ناجائز قرار دیا گیا۔

اولاد کی ترقّی دیکھ کر والدین کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے

اِس آیت سے یہ بات سیکھنے کو ملی کہ اپنی اولاد کو کوئی دینی اعتبار سے ترقی نصیب ہو یا دنیوی اعتبار سے جائز طریقے سے کوئی مناسب نعمت یا مقام ملے تو والدین کو اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدۂ شکر اور شکرانے کی نماز بھی پڑھنی چاہیے، اور دل و زبان سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہنا چاہیے، کبھی فخر اور غرور نہ کرے، اور دوسروں کی اولاد کو حقیر نہ سمجھے۔

اولاد والدین کی تکلیف دور کرنے کا ذریعہ بنے

حضرت یوسف علیہ السلام کی برکت سے ان کے والدین کی تکلیف دور ہوگئی، غریبی اور تنگی کی زندگی کے بجائے اب راحت والی زندگی نصیب ہوئی، اسی طرح اولاد کو والدین کی تکلیف دور کرنے کا ذریعہ بننا چاہیے۔

پھر حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ کا بھی انتقال ہوگیا اور وہ غالباً فلسطین میں مدفون ہوئیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

عزیزِ مصر کی بیوی زلیخا اور حضرت یوسف علیہ السلام کا حیرت انگیز واقعہ

مختصر تعارف

نام: زلیخا مشہور ہے۔

بعض لوگوں نے اس کا نام ''راحیل'' بھی لکھا ہے۔

اس کا خاوند مصر کے بادشاہ کا وزیر تھا، جس کا لقب ''عزیز'' اور نام ''قطفیر'' تھا، اطفیر بھی بتلایا گیا ہے۔

آیت کے نتیجے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ جوان اور مضبوط عورت تھیں، تب ہی تو حضرت یوسف علیہ السلام کا دامن پھٹ گیا۔

عزیزِ مصر کے انتقال کے بعد شاہِ مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کی شادی زلیخا کے ساتھ کرادی تھی، اس وقت یوسف علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ کیا یہ صورت اس سے بہتر نہیں ہے جو تم چاہتی تھیں؟

زلیخا نے اعترافِ قصور کے ساتھ اپنا عذر بیان کیا۔

اللہ تعالیٰ جل شانہ نے بڑی عزت وشان کے ساتھ ان کی مراد پوری فرمائی، اور عیش ونشاط کے ساتھ زندگی گزری۔

تورات اور اہلِ کتاب کی تاریخ میں ہے کہ ان سے یوسف علیہ السلام کے دو لڑکے ''افرائیم'' اور ''منشا'' اور ایک لڑکی ''رحمت بنت یوسف'' پیدا ہوئیں۔

رحمت کا نکاح حضرت ایوب علیہ السلام کے ساتھ ہوا۔

افرائیم کی اولاد میں سے یوشع بن نون ؑ پیدا ہوئے، جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے رفیق تھے۔ (معارف القرآن، سورۂ یوسف)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِاَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا،مَنْ یَّھدِہِ اللّٰہُ فَلَامُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھدُ اَنْ لَّااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ شَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ،صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَ اَھلِ بَیْتِہٖ وَاَھلِ طَاعَتِہٖ، وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً

اَمَّا بَعْدُ!فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَقَالَ الَّذِی اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖۤ اَكْرِمِیْ مَثْوٰىهُ عَسٰۤى اَنْ یَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ؕ وَ كَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِیُوْسُفَ فِی الْاَرْضِ ۫ وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ ؕ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰۤى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱﴾

ترجمہ: (قافلے والے یوسف علیہ السلام کو مصر لے گئے اور بیچ دیا) اور مصر کے جس آدمی نے اس (یوسف علیہ السلام) کو خریدا اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ: تو اس (غلام یوسف) کو عزت سے رکھنا، شاید یہ (یوسف) ہم کو کام آجائے یا ہم اس (یوسف) کو (اپنا) بیٹا ہی بنالیں اور (جس طرح کنویں سے ہم نے یوسف علیہ السلام کو نکالا) اسی طرح ہم نے یوسف (علیہ السلام) کو (مصر کی) زمین میں عزت کی جگہ دی اور اس واسطے کہ ہم اس (یوسف علیہ السلام) کو باتوں کا صحیح مطلب نکالنا سکھا دیں اور اللہ تعالیٰ کو اپنے کام میں پوری طاقت ہے؛ لیکن اکثر لوگ اس بات کو جانتے نہیں ہیں ﴿۲۱﴾

یہ قرآن مجید کے بارہویں پارے کی سورۂ یوسف کی آیت ہے۔

اِس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام اور زلیخا کے قصے کو بیان کیا ہے۔

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو۔جن کا واقعہ پیچھے تفصیل سے گذر چکا۔اللہ تعالیٰ نے بڑی عمر میں ایک بیٹا عطا فرمایا تھا،جن کا نام اسحاق تھا،پھر حضرت اسحاق علیہ السلام کے یہاں ایک بیٹا پیدا ہوا،ان کا نام یعقوب تھا اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے یہاں جو بیٹا پیدا ہوا ان کا نام یوسف تھا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ ترتیب سے بیان کرنے کی حکمت

قرآنِ مجید کوئی قصہ کہانی کی کتاب نہیں ہے؛لیکن جو واقعات بھی قرآن میں بیان ہوئے وہ عبرت اور نصیحت کے طور پر بیان ہوئے؛اس لیے جہاں جو نصیحت اور عبرت کا مقام ہوتا ہے وہاں اس واقعہ کا وہ حصہ بیان ہوتا ہے؛اس لیے قرآن میں واقعات عام طور پر ترتیب سے بیان نہیں ہوئے۔

لیکن حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ پوری ترتیب سے بیان ہوا،اس کی حکمت یہ سمجھ میں آتی ہے کہ:کس طرح تاریخ مرتّب کرنی ہے اس کا فن بھی سیکھنے کو ملے کہ تاریخ جب جمع کی جائے تو واقعات ترتیب سے آنا چاہیے۔

نیز یہ ہدایت بھی دینی ہے کہ کسی واقعہ کو بیان کرو تو اتنا اختصار نہ ہو کہ بات پوری سمجھ میں نہ آوے،جیسے اعلان ہوتا ہے اس طرح بیان نہ کرو اور اتنا طویل بھی نہ ہو کہ یاد رکھنا مشکل ہو جائے اور اس میں بے فائدہ باتیں شامل نہیں ہونی چاہیے،بہت سے لوگ واقعات کو بیان کرنے میں ایسی غیر ضروری تفصیلات بیان کرتے ہیں جن کا کوئی فائدہ نہیں ہوا کرتا۔

عجیب خواب ! آفتاب و ماہتاب گر پڑے قدموں میں

حضرت یوسف علیہ السلام نے تقریباً سات سال کی عمر میں ایک خواب دیکھا تھا کہ آسمان سے سورج، چاند اور گیارہ ستارے زمین پر اترے اور انھوں نے میرے سامنے سجدہ کیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے ابا جان کو خواب بتلایا تو ابا جان نے فرمایا: بیٹا! اپنا خواب کسی دوسرے کو مت بتلانا، خاص طور پر اپنے بھائیوں کو مت بتلانا، ورنہ وہ تیرے خلاف کوئی سازش کریں گے اور شیطان انسان کا کھلم کھلا دشمن ہے۔

اس خواب کی تعبیر کچھ اس طرح تھی کہ مستقبل میں اللہ تعالیٰ حضرت یوسف علیہ السلام کو عزّت کا ایسا بلند مقام عطا فرمانے والے ہیں کہ والدین اور دوسرے سب بھائی ان کی عزت کریں گے۔

چھوٹے بھائی کو ایسا عالی مقام مل جائے تو بعض مرتبہ بڑے بھائیوں کو یہ بات پسند نہیں آتی۔

حضرت یوسف علیہ السلام ابھی تو بچے ہیں، صرف سات سال کی عمر ہے؛ لیکن مستقبل میں بڑے ہو کر اللہ کے نبی بنائے جانے والے ہیں؛ اسی لیے ماں باپ کو ان سے زیادہ محبت تھی، نیز بھائیوں کو یوسف علیہ السلام کا خواب اور اس کی تعبیر بھی معلوم ہوگئی، اس کی وجہ سے بھائیوں کے دل میں جلن اور حسد پیدا ہوا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے ان کو قتل کرنے کی پلاننگ کی اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے سامنے باتیں بنا کر حضرت یوسف علیہ السلام کو جنگل میں لے گئے،

وہاں ان کا کرتہ نکالا، ایک جانور مارا اور اس جانور کا خون حضرت یوسف علیہ السلام کے کرتے پر لگا دیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں پھینک دیا، اب ابا کے پاس آ کر جھوٹا روتے ہوئے کیسے بہانے بنا رہے ہیں کہ: ہمارے بھائی کو جنگل کا بھیڑیا کھا گیا۔

عقل مند بھیڑیا

ابّا جان حضرت یعقوب علیہ السلام کو اندازہ تو ہو ہی گیا تھا کہ میرے دسوں دس بیٹے جھوٹ بول رہے ہیں؛ اس لیے کہ انھوں نے کہا تھا کہ: یوسف کو بھیڑیا کھا گیا، حضرت یعقوب علیہ السلام نے کرتہ دیکھ کر فرمایا کہ:

بھیڑیا کتنا عقل مند اور ہوشیار تھا کہ اس نے پہلے میرے بیٹے کا کرتہ نکالا، پھر اس کو کھایا؛ اس لیے کہ اس کرتے پر تو صرف خون لگا ہوا تھا، کرتہ کہیں سے بھی پھٹا ہوا نہیں تھا، بالکل صحیح وسالم تھا؛ کیوں کہ وہ خون تو بھائیوں کا لگایا ہوا تھا، اگر بھیڑیا کھاتا تو کرتہ ضرور پھٹ جاتا؛ لیکن نہ بھیڑیے نے کھایا، نہ کرتہ پھٹا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا:

فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿۱۸﴾

ترجمہ: پس میرے لیے تو صبر کرنا ہی بہتر ہے اور جو بات تم ظاہر کرتے ہو (یا جو بات تم بتاتے ہو) اس کے بارے میں، میں اللہ تعالیٰ ہی سے مدد مانگتا ہوں۔

وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے!!!

بہرحال! بھائیوں کے حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں پھینک دینے کے بعد اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کی حفاظت فرمائی اور ان کو مصر پہنچا دیا، وہاں بھی مصر کے وزیرِ

مالیات (Finance Minister) کے گھر میں رہنا نصیب فرمایا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی صحیح قیمت پہچاننے والا

مصر کے وزیرِ مالیات جس کا نام ''قطفیر'' یا ''اطفیر'' تھا جس کو ''عزیزِ مصر'' کہا جاتا تھا اور اس زمانے کا بادشاہ ''ریان بن اسید'' نام کا تھا، وزیرِ خزانہ نے اپنی بیوی کو۔ جس کا نام ''راحیل'' یا ''زلیخا'' تھا۔ کہہ دیا کہ: یوسف کو اچھی طرح رکھنا، عام غلام کی طرح مت رکھنا، اس کی ضروریات کا اچھا انتظام کرنا، رہنے کے لیے اچھا ٹھکانا دینا۔

چونکہ رہنا کھانا وغیرہ گھریلو کام ہے جو عام طور پر زیادہ تر عورتوں سے متعلق ہوتے ہیں، ہماری شریعت نے ہم کو یہ مبارک تعلیم دی ہے کہ ہر خادم، غلام، باندی اور کام کرنے والوں سے ہم اچھا سلوک کریں۔ قرآن میں ارشاد فرمایا:

وَقَالَ الَّذِی اشۡتَرٰىهُ مِنۡ مِّصۡرَ لِامۡرَاَتِهٖۤ اَكۡرِمِیۡ مَثۡوٰىهُ عَسٰۤی اَنۡ یَّنۡفَعَنَاۤ اَوۡ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا .

ترجمہ: اور مصر کے جس آدمی نے یوسف علیہ السلام کو خریدا اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ: تو اس (غلام یوسف) کو عزت سے رکھنا شاید یہ (یوسف) ہم کو کام آجائے یا ہم اس (یوسف) کو اپنا بیٹا بنالیں گے۔

حضرت یوسف علیہ السلام ''عزیزِ مصر'' کے محل میں زندگی گزارنے لگے، جب چالیس برس کی عمر کو پہنچ گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو باقاعدہ نبی بنایا۔

زلیخا کے دل میں یوسف علیہ السلام کی محبت کے کچھ ظاہری اسباب

بعض مفسّرین نے یہ بات لکھی ہے کہ: عزیزِ مصر نامرد اور جسمانی اعتبار سے

کمزور تھے اور بیوی کی ضرورت پوری نہیں کر سکتے تھے، وہ صبح آفس چلے جاتے اور رات کو لوٹ کر آتے تھے، اور یوسف علیہ السلام رات دن گھر میں رہتے تھے۔

اب ایک طرف حضرت یوسف علیہ السلام کا خوب صورت چہرہ، جوانی، آئندہ جو نبوت ملنے والی ہے اس کی نورانیت اور معصومیت، اور دوسری طرف اس عورت زلیخا کا شوہر نامرد، یہ کچھ ظاہری اسباب جمع ہو گئے جس کی وجہ سے زلیخا کے دل میں یوسف علیہ السلام کی محبت بیٹھ گئی۔ یوسف علیہ السلام کو معلوم نہیں ہے کہ یہ مجھ سے محبت کر رہی ہے، وہ اپنے دل ہی دل میں یوسف کے لیے محبت کے خیال پکا رہی ہے، یہ ایک طرف کی محبت تھی اور اس میں زلیخا آگے بڑھ گئی اور جب بہت آگے بڑھ گئی تو اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو پھنسانے کے لیے بہت ناپاک چال چلی، وہ اتنی زوردار چال تھی کہ اگر اللہ کی مدد نہ ہوتی تو حضرت یوسف علیہ السلام پھنس جاتے؛ لیکن اللہ کی مدد نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بچالیا۔

یک طرفہ محبت (One Side Love)

اس دور میں جن فتنوں سے ہمارے نوجوان بھائی بہنوں کو سابقہ پڑتا ہے ان میں ایک خطرناک فتنہ یک طرفہ محبت کا بھی ہے، کوئی لڑکا کسی لڑکی کی ناجائز محبت میں دیوانہ بنا ہوا ہے اور سامنے وہ لڑکی اس کی محبت کو چاہتی ہی نہیں ہے اور بعض مرتبہ اس کو پتہ تک نہیں ہوتا۔

اسی طرح بعض لڑکیاں بعض لڑکوں کی محبت میں دیوانی ہوتی ہیں اور وہ لڑکا اس لڑکی کو چاہتا نہیں ہے، بہت سی مرتبہ اس لڑکے کو پتا تک نہیں ہوتا ہے، پھر اس سلسلے میں

بہت سے عجیب وغریب قتل کے اور جسمانی نقصان پہنچانے کے واقعات بھی پیش آتے رہتے ہیں۔

ایک دل کو ہلا دینے والا واقعہ

ابھی تازہ اس ہفتے ہمارے گجراتی اخبار میں ایک واقعہ شائع ہوا: ایک لڑکا ایک لڑکی کی محبت میں دیوانہ تھا اور وہ لڑکی اس لڑکے کو بالکل نہیں چاہتی تھی، وہ لڑکا یک طرفہ محبت میں مبتلا تھا، اس نے پینتیس (35) مرتبہ اس لڑکی کے سامنے اپنے عشق کی پیش کش کی؛ لیکن اس نے ہر مرتبہ رد کر دیا، بالآخر اس لڑکے نے خنجر کے پینتیس زخم مار کر اس لڑکی کو قتل کر ڈالا۔ یہ ہے یک طرفہ محبت کا جنون اور انجام، جانبین کا ناجائز معاشقہ تو ہے ہی برا؛ لیکن یہ یک طرفہ محبت کا جنون بھی بہت خطرناک ہے، اللہ تعالیٰ نوجوان بھائی بہنوں کی اس سے حفاظت فرماوے، آمین۔

حضرت یوسف علیہ السلام کو پھسلانے کی خطرناک سازش

اب وہ کیا چال تھی؟ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِيْ هُوَ فِيْ بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ.

ترجمہ: اور وہ (یوسف علیہ السلام) جس عورت کے گھر میں رہتے تھے اس نے اس (یوسف) کو اپنی طرف مائل کرنے کے لیے پھسلانے کی کوشش کی اور اس عورت نے (اپنے مکان کے تمام) دروازے بند کر دیے۔

جب زلیخا کا شوہر صبح آفس چلا گیا تو اس نے اپنا بیڈ روم پہلے سے تیار کر رکھا تھا، اس کا روم اس کے محل کے بالکل اندر تھا، اس روم سے پہلے اور بہت سارے

کمرے تھے، اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کسی کام کے بہانے اپنے کمرے میں بھیجا، حضرت یوسف علیہ السلام اندر تشریف لے گئے، زلیخا پیچھے پیچھے ناپاک ارادے سے آئی اور اس نے ایک کام یہ کیا کہ جتنے کمروں سے گذر کر اندر گئی تمام کمروں کے دروازے اندر سے بند کرتے ہوئے گئی، پھر اخیر میں اپنے کمرے میں پہنچی۔

وہاں پہنچنے کے بعد اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنی گندی چال میں پھنسانے کی کوشش شروع کی، ایک دم سے تو ہمت نہیں ہوئی کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو گناہ کی دعوت دے؛ بلکہ اس نے یوسف علیہ السلام کو للچانا شروع کیا، اور کتنے خطرناک طریقے سے للچایا وہ بھی ایک عبرت کی چیز ہے۔

جانور صرف منہ سے موٹا ہوتا ہے اور انسان منہ اور کان دو راستوں سے موٹا ہوتا ہے

ایک نکتے کی بات یہ ہے کہ: جانور صرف منہ کے راستے سے کھا، پی کر موٹا ہوتا ہے، جب کہ انسان جس طرح منہ کے راستے سے کھا، پی کر موٹا ہوتا ہے، اسی طرح کان سے اپنی تعریف سن سن کر اور آنکھ سے اپنی تعریف میں لکھے ہوئے کلمات پڑھ کر بھی موٹا ہوتا ہے، اس کو ہمارے یہاں گجراتی میں ([illegible]) کہتے ہیں: یعنی جو تعریف سن سن کر پھول گیا ہو۔

زلیخا کا یوسف علیہ السلام کی تعریف کرنا اور آپ علیہ السلام کا جواب

زلیخا نے بھی یہی ہتھیار اپنایا اور حضرت یوسف علیہ السلام کی تعریف شروع کی،

کہنے لگی: یوسف! تمھارے بال کتنے خوب صورت ہے!

بال کی تعریف کر کے یوسف علیہ السلام کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کی؛ لیکن یہاں تو اللہ کے نبی تھے، ہمارا تمھارا معاملہ تو تھا نہیں کہ کوئی تعریف کر دے تو ہوا میں اڑنے لگے، یہ تو اللہ کے نبی تھے، ان پر آخرت کی فکر اور اللہ کا ڈر غالب تھا؛ اس لیے حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا کو بہت پیارا جواب دیا کہ: اے زلیخا! تو میرے بالوں کی تعریف کرتی ہے، یاد رکھ! جب میری موت ہوجائے گی اور لوگ مجھے قبر میں رکھ کر اوپر سے مٹی ڈال کر میری قبر کو بند کر دیں گے تو قبر میں سب سے پہلے میرے بال ہی میری کھوپڑی سے جدا ہوں گے۔

اس لیے کہ قبر میں گرمی ہوتی ہے، اس کی وجہ سے جسم پر اثر ہوتا ہے اور سب سے پہلے یہ بال کھوپڑی سے الگ ہوتے ہیں۔

بال رکھنے کا سنت طریقہ

اس لیے ہمیں حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بال رکھنے کا جو طریقہ بتلایا اس کے مطابق بال رکھنے چاہیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح بال رکھتے تھے، کبھی کان کی لو تک ہوتے تھے اور کبھی اَور لمبے ہوتے تھے اور سفر وغیرہ کا موقع ہوا اور کٹوانے کا موقع نہ ملے تو اور زیادہ لمبے ہوجاتے تھے؛ لیکن سب بال برابر ہوتے تھے، ایسا نہیں ہوتا تھا کہ ایک طرف سے بال لمبے اور دوسری طرف سے چھوٹے، یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ نہیں ہے، جیسے آج کل رواج ہے کہ نئ نئ فیشن کے بال، کہیں کچھ حصہ منڈوا دیا، کسی جگہ بڑے رکھے، یہ نامناسب طریقہ ہے، یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے سراسر خلاف ہے، یہ اسلامی طریقہ نہیں

ہے؛ بلکہ یہود و نصاریٰ کا اور اسلام کے دشمنوں کا طریقہ ہے۔

زلیخا نے جب دیکھا کہ میرا پہلا تیر نشانے پر نہیں لگا تو اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو پھنسانے کے لیے دوسرا تیر پھینکا، کہنے لگی:

یوسف! تمھاری آنکھیں کتنی حسین ہیں!

حضرت یوسف علیہ السلام نے جواب میں فرمایا: موت کے بعد یہ سب پانی ہوکر میرے چہرے پر بہہ جائیں گی۔

پھر زلیخا نے کہا: یوسف! تمھارا چہرا کتنا خوب صورت ہے!!!

یوسف علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: مٹی ان سب کو کھا جائے گی۔

گویا اللہ تعالیٰ نے آخرت کی فکر آپ کو ایسی عطا فرمائی تھی کہ اللہ کی توفیق سے جوانی کی حالت میں بھی تمام گناہوں سے اپنے آپ کو بچا رہے تھے، صحیح بات یہ ہے کہ آخرت کا فکر یہی وہ چیز ہے جو انسان کو ہر جگہ ہر شر سے اور ہر گناہ سے بچا سکتی ہے۔

زلیخا کے دل و دماغ میں خواہش کا نشہ چڑھا ہوا تھا

زلیخا پر شہوت کا بھوت سوار تھا، دل و دماغ میں خواہش کا نشہ چڑھا ہوا تھا اور یہ بہت خطرناک چیز ہے، جب یہ شہوت کا بھوت سوار ہوتا ہے تو پھر آدمی ماں باپ کی بات نہیں سنتا، دوستوں کی بات نہیں سنتا، اللہ والوں کی بات نہیں سنتا، بس! اس کے دماغ میں ایک شہوت کا بھوت سوار ہوتا ہے، پھر وہ گناہ میں پڑتا ہے، یہ بہت خطرناک چیز ہے، اللہ بچائے!، آمین۔

تو زلیخا کے دل و دماغ پر شہوت کا نشہ چڑھا ہوا تھا، کوئی بات سمجھتی نہیں، اس

نے حضرت یوسف علیہ السلام کو ہر طرح سے پھنسانے کی کوشش کی؛ لیکن جب کامیاب نہیں ہوئی تو آخر میں صاف لفظوں میں دعوت دے دی، کہا: ﴿وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ﴾

ترجمہ: اور وہ عورت (یوسف علیہ السلام سے) کہنے لگی: جلدی سے آجاؤ۔

یعنی اس نے سامنے سے گناہ کی خود دعوت (Offer) دی۔

گناہ سے بچنے کا مضبوط ذریعہ

حضرت یوسف علیہ السلام نے جب اپنے آپ کو سب طرف سے گھیراؤ میں پایا تو گناہ سے حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی، صرف اپنے عزم وارادہ پر بھروسہ نہیں کیا اور جس کو اللہ کی حفاظت مل جائے اس کو کوئی شیطان گمراہ نہیں کرسکتا اور ساتھ میں اس وقت گناہ کی دعوت دینے والی زلیخا کو نصیحت بھی کرنا شروع کردیا کہ وہ بھی اللہ سے ڈرے اور وہ بھی گناہ کے ارادے کو چھوڑ دے، معلوم ہوا کہ اللہ سے دعا یہ گناہ سے بچنے کا بہت ہی مؤثر ذریعہ ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے جواب دیا: ﴿قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ﴾

ترجمہ: اس (یوسف علیہ السلام) نے کہا: (جس برے کام زنا کے لیے تو مجھے بلاتی ہے اس سے میں) اللہ تعالیٰ کی پناہ (مانگتا ہوں)۔

نفس کا دھوکا خطرناک ہوتا ہے

یہ سیکھنے کی چیز ہے، کوئی بھی انسان اللہ کی مدد کے بغیر گناہ سے بچ نہیں سکتا، صاف بات ہے، آگے آیت آرہی ہے:

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ ؕ اِنَّ

رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۵۳﴾

ترجمہ: اور (یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ) میں یہ دعویٰ نہیں کرتا ہوں کہ میرا نفس بالکل پاک ہے، یقیناً نفس تو بُرائی سکھاتا ہے، ہاں! میرے رب جس (نفس) پر رحم فرما دیویں (تو اس پر نفس کا داؤ نہیں چلتا) یقیناً میرے رب تو بہت معاف کرنے والے، بہت زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔

ہمارے اس نفس کا دھوکا اتنا خطرناک کہ اللہ کی مہربانی کے بغیر کوئی بچ نہیں سکتا، ہمارے چشتیہ سلسلے کے ایک بہت بڑے پیر حضرت خواجہ حسن بصریؒ ہیں، حضرت رابعہ بصریہؒ ان کے زمانے میں ایک بہت نیک عورت تھیں، شیطان نے چیلنج کیا تھا کہ: اگر حسن بصری اور رابعہ بصریہ بھی ایک جگہ تنہائی میں جمع ہو جائیں تو میں ان کو بھی ہلا دوں گا۔ پھر شیطان کے سامنے میرا اور آپ کا تو کیا شمار؟

اس لیے جہاں تنہائی ہو، جہاں گناہ کا موقع ہو وہاں جانے سے اپنے آپ کو بچائیں، اور اللہ سے دعا کرتے رہیں کہ: اللہ گناہ سے بچائے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی احسان شناسی

پھر حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا کو کیا سمجھایا؟ فرمایا:

اِنَّهٗ رَبِّیْٓ اَحْسَنَ مَثْوَایَ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾

ترجمہ: یقیناً وہ (اللہ تعالیٰ یا عزیز مصر) تو میرا مالک ہے جس نے مجھے اچھی طرح رکھا ہے، یقیناً ظلم کرنے والوں کو فلاح حاصل نہیں ہوتی۔

اِس آیت کا ایک مطلب یہ ہے کہ: تیرا شوہر جو میرا مالک ہے میں تو اس کا

غلام ہوں، اس نے میرے ساتھ کتنا اکرام کیا! کتنا احسان کیا! مجھے ایک مارکیٹ سے خرید کر لایا، اچھی طرح گھر میں رکھا، اچھا کھلایا، اچھا پلایا، جو آدمی مجھ پر احسان کرے میں اس کی بیوی کے ساتھ غلط کام کروں یہ نہیں ہوسکتا، جس نے ایسی غداری کی وہ بڑا ظالم ہے اور ایسے ظالم لوگ کبھی کامیاب نہیں ہوں گے۔

آیت کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ: وہ اللہ میرے رب ہیں، میرے مالک ہیں، جس نے اتنے احسانات کیے کہ کنویں سے نکال کر مصر کے محل میں پہنچایا، میں اس مالک کی نافرمانی نہیں کرسکتا، اگر کروں تو میں بڑا ظالم بنوں گا اور ظالم کو اللہ کامیاب نہیں کرتے۔

بہرحال! حضرت یوسف علیہ السلام نے صاف منع کردیا کہ: یہ کام نہیں ہوسکتا۔

قرآن کا ایک بہت نازک مرحلہ

اب آگے والی آیت بہت نازک مرحلہ ہے، قرآن میں دو تین جگہیں بہت نازک ہیں، اس کو سمجھنے سے پہلے ایک بات سمجھ لو! اللہ تعالیٰ میرے لیے سمجھانا اور آپ کے لیے سمجھنا ان شاء اللہ! آسان کردیں گے:

اللہ تعالیٰ کے تمام پیغمبروں کو ہم معصوم مانتے ہیں، یہ ہمارا ایمان ہے۔

دوسری بات: حدیث میں آتا ہے کہ انسان کو غیر اختیاری طور پر کسی گناہ کا وسوسہ اور خیال آجائے تو اس پر اللہ تعالیٰ پکڑ نہیں کریں گے، اس کو معاف کردیں گے۔

جیسے گرمی کے موسم میں رمضان ہو اور دوپہر کی سخت گرمی میں کوئی گھر سے چل کر مسجد میں پہنچے اور دیکھے کہ سامنے ''کُلر'' میں ٹھنڈا پانی ہے اور دل میں خیال آئے کہ

پانی پی لیں؛لیکن وہ اللہ کے ڈر سے نہ پیوے،تو اس خیال پر نہ تو گناہ ہوگا اور نہ روزہ ٹوٹے گا۔

اب دیکھو! یہاں ایک طرف کمرے میں تنہائی، دوسری طرف حضرت یوسف علیہ السلام اور زلیخا دونوں جوان، تیسری طرف حضرت یوسف علیہ السلام بڑے خوب صورت اور زلیخا بھی خوب صورت، یہ سب گناہوں کے اسباب جمع ہوگئے: تنہائی، جوانی، اور خوب صورتی، اِس موقع پر زلیخا کا ارادہ تو بالکل گناہ کا تھا، اس کے لیے تو اس نے یہ ساری چال چلی تھی؛لیکن وسوسے کے طور پر یوسف علیہ السلام کے دل میں بھی ذرا سا خیال آیا،اور وہ گناہ کے درجے کا نہیں تھا، یہ محض ایک غیر اختیاری وسوسہ تھا جو گناہ نہیں کہا جاسکتا، پھر اس گناہ کے وسوسے کے خلاف عمل کرنے سے اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کا درجہ اور زیادہ بلند ہوگیا۔

فرشتے حیرت میں

حدیث میں ہے کہ ایک عجیب واقعہ ہورہا ہے: اِدھر اللہ کے نبی، اُدھر وہ عورت، آسمان پر اللہ کے فرشتے اللہ سے کہہ رہے ہیں کہ: اے اللہ! آپ کا ایک مخلص بندہ یعنی یوسف گناہ کے خیال میں ہے؛ حالاں کہ وہ اس گناہ کے وبال کو خوب جانتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جواب دیا: انتظار کرو! آگے کیا ہوتا ہے؟ اگر میرا بندہ گناہ کرے تو جیسا کیا وہ گناہ لکھنا اور اگر وہ گناہ سے (میرے ڈر سے) دور ہوجائے تو اس کے اعمال نامے میں نیکی لکھ دینا؛ اس لیے کہ گناہ کا موقع ہے، پھر بھی وہ اللہ کے ڈر سے گناہ سے بچ کر دور ہوگیا۔

ثواب کمانا بہت آسان ہے

دیکھو! نیکی کمانا کتنا آسان ہے، اللہ کتنے مہربان ہے، حدیث شریف میں یہ مضمون ہے کہ: آدمی صرف نیکی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے اعمال نامے میں ایک نیکی لکھی جاتی ہے، پھر جب وہ نیک کام کرتا ہے تو ایک نیک عمل پر کم از کم دس نیکی (اور اس کے علاوہ جیسا اخلاص اس کے مطابق سات سو یا اس سے زیادہ نیکی لکھی جاتی ہے) اور گناہ کا معاملہ یہ ہے کہ جب آدمی گناہ کا ارادہ کرتا ہے تو ابھی اس کے اعمال نامے میں گناہ نہیں لکھا جاتا ہے؛ بلکہ جب وہ گناہ کرتا ہے تو صرف ایک گناہ لکھا جاتا ہے؛ لیکن اگر گناہ کا ارادہ کر کے اللہ کے ڈر سے گناہ نہ کرے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو فرماتے ہیں کہ: گناہ کے بجائے نامۂ اعمال میں ایک نیکی لکھ دو؛ گویا گناہ کا ارادہ ہوا اور اللہ تعالیٰ کے ڈر سے چھوڑ دیا اس پر بھی ثواب ملتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا﴾

ترجمہ: اور اس عورت (زلیخا) نے اس (یوسف علیہ السلام) کے ساتھ (برے کام کا) پکا ارادہ کر ہی لیا تھا، اور یوسف کے دل میں بھی عورت کا تھوڑا سا خیال آیا۔

یعنی بشری تقاضے سے جو شانِ نبوت کے منافی نہیں ذرا سا خیال یوسف کے دل میں آیا اور زلیخا نے گناہ کا پکا ارادہ کیا؛ اسی لیے دو الگ الگ فعل آئے ہیں۔ اگر دونوں کا خیال اور ارادہ ایک ہی درجے کا ہوتا تو قرآن میں تثنیہ کا صیغہ ''ہَمَّا'' ہوتا؛ حالاں کہ دونوں کے لیے الگ الگ صیغے استعمال ہوئے۔

حفاظت کا غیبی انتظام

لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ.

ترجمہ: اور اگر وہ (یوسف علیہ السلام) اپنے رب کی دلیل نہ دیکھتے تو اس (یوسف علیہ السلام) کے دل میں بھی عورت کا خیال آتا (یعنی اس عورت کی طرف میلان کے بڑھنے کا اندیشہ تھا)

اس کمرے میں - جہاں کوئی نہیں تھا- اچانک قدرتی طور پر حضرت یوسف علیہ السلام کی نظر چھت پر گئی تو چھت پر انھوں نے اپنے ابا جان حضرت یعقوب علیہ السلام کی تصویر دیکھی جو اپنے منہ میں انگلی دبائے کھڑے ہیں؛ گویا اپنے بیٹے کو نصیحت کر رہے ہیں کہ: بیٹا! گناہ سے خود کو بچاؤ، گناہ کے قریب مت جاؤ، یہ اللہ کی طرف سے آپ کی غیبی حفاظت کا سامان ہوا۔

بعض روایتوں میں آتا ہے کہ: وہاں عزیزِ مصر یعنی زلیخا کا شوہر قدرتی طور پر آپ کو نظر آیا؛ حالاں کہ وہ وہاں نہیں تھا، حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا سے کہا کہ: دیکھ! یہ تیرا شوہر ہے کیا تو اس کے سامنے منہ کالا کروائے گی۔

بعض روایتوں میں ہے کہ: قدرتی طور پر چھت پر ایک آیت نظر آئی؛ حالاں کہ اس زمانے میں قرآن دنیا میں نہیں تھا، وہ آیت یہ تھی:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴿۳۲﴾

ترجمہ: اور تم زنا کے پاس بھی مت جاؤ، یقینی بات ہے کہ وہ (زنا) تو بڑی بے حیائی ہے اور بہت برا راستہ ہے۔

حاصل یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ کی ''دلیل اور برہان'' دیکھنے کی برکت سے غیر اختیاری گناہ کا خیال اور وسوسہ بھی حضرت یوسف علیہ السلام کے دل سے نکل گیا۔

عرش کا سایہ نصیب ہوگا

ایک حدیث میں آتا ہے کہ: جس انسان کو کسی اچھی لڑکی نے سامنے سے گناہ کے لیے بلایا اور وہ بھی تنہائی میں جہاں کوئی نہیں دیکھتا؛ لیکن وہ اللہ کے ڈر سے یوں کہہ دے: انی اخاف اللّٰہ.

میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں، میرے مالک سے ڈرتا ہوں۔

جس نے اللہ کے ڈر کی وجہ سے گناہ چھوڑ دیا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو اپنے عرش کا سایہ عطا فرمائیں گے جہاں اللہ کے عرش کے سائے کے سوا کوئی دوسرا سایہ نہیں ہوگا۔ اس لیے اپنے آپ کو گناہ سے بچاؤ۔

ایسے مواقع پر جب کوئی حسین لڑکی سامنے سے گناہ کے لیے دعوت دے اس کو اپنے لیے سنہرا موقع ہرگز نہ سمجھیں، آج کل ہمارے بعض نوجوان اس کو ''گولڈن چانس'' سمجھتے ہیں اور دوسرے نوجوان بھی اس کو مبارک باد دیتے ہیں کہ تو بہت خوش قسمت ہے کہ تجھے ایسی لڑکی نے سامنے سے دعوت دی؛ لیکن یہ ہرگز گولڈن چانس نہیں ہے؛ بلکہ اپنے آپ کو گناہ میں ڈالنا ہے، ایسے وقت میں اپنے آپ کو گناہ سے بچالو، اللہ تم کو اپنے عرش کا سایہ نصیب فرمائیں گے۔

تین چیزوں کی پابندی ان شاء اللہ! گناہوں سے حفاظت کا ذریعہ

اِس موقع پر ایک بات سمجھ لیجیے! آج کل گناہوں کا ماحول بہت عام ہے،

بہت سے بھائی یہ سمجھتے ہیں کہ گناہ سے بچنا بڑا مشکل ہے؛لیکن صحیح بات یہ ہے کہ: انسان کے لیے گناہ سے بچنا بڑا آسان ہے، اگر ہم نے تین چیزوں کی پابندی کر لی تو اللہ تعالیٰ گناہ سے حفاظت فرمالیں گے:

① ہم گناہ سے بچنے کا پکا ارادہ رکھیں، اگر انسان دل سے پکی نیت اور پکا ارادہ کرتا ہے تو اللہ مدد فرماتے ہیں۔

دیکھو! اس قصے میں حضرت یوسف علیہ السلام اللہ کے نبی تھے اور نبی معصوم ہوتے ہیں، پھر بھی گناہ سے بچنے کا پکّا ارادہ اور پکّی نیت وہ رکھتے تھے۔

② گناہ سے بچنے کے لیے اللہ سے دعا بھی کرنا ہے: اے اللہ! میں تیرا کمزور بندہ ہوں، یہ نفس، شیطان اور برا ماحول میرے دشمن ہیں، آپ اپنی مہربانی سے میری حفاظت فرمالیجیے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے خود اللہ تعالیٰ سے دعا کی: ”معاذ اللہ“ میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔

③ گناہ سے بچنے کی پوری کوشش اور محنت کریں، جب انسان پوری پوری محنت کرتا ہے تو اللہ گناہ سے بچنے میں اس کی مدد کرتے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے گناہ سے بچنے کی جو کوشش کی اس کو اللہ تعالیٰ آگے آیت میں بیان فرمارہے ہیں۔

اخلاص کی برکت سے گناہ سے بچنے میں اللہ کی مدد

كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۲۴﴾

ترجمہ: اسی طرح (یعنی اللہ نے دلیل دکھلا کر اور نبوی عفت کی برکت سے

یوسف کو پاک دامنی پر ثابت رکھا) تا کہ ہم یوسف سے برائی اور بے حیائی کو ہٹا دیویں، یقیناً وہ (یوسف) تو ہمارے چُنے ہوئے بندوں میں سے تھے۔

جن بندوں کو اللہ تعالیٰ مخلوق کی اصلاح کے کام کے لیے چُن لیتے ہیں ان کی گناہوں سے حفاظت فرماتے ہیں۔

اس آیت میں امام ''ابنِ کثیر مکی'' اور ''عبد اللہ ابن عامر شامی'' کی روایت میں مخلصین ۔لام کے کسرہ کے ساتھ۔ ہے۔ ''مُخلِص'' کا معنی یہ ہوتا ہے جو شخص اللہ کی عبادت واطاعت اخلاص کے ساتھ کرے، اس میں کوئی غلط نیت نہ ہو وہ مخلص ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو مرد وعورت اپنے نیک اعمال میں عبادت میں اخلاص والے ہوں گے اللہ تعالیٰ گناہوں سے بچنے میں ان کی مدد فرمائیں گے۔

اسی طرح آیت میں حضرت یوسف علیہ السلام کے اونچے مقام کا بیان ہے کہ: ''ہم (یعنی اللہ تعالیٰ) نے یوسف سے برائی کو ہٹایا''۔ حضرت یوسف علیہ السلام تو خود گناہ سے ہٹے ہوئے ہی تھے، بس برائی اور بے حیائی خود سامنے سے آئی اور اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو گھیر لیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو دور فرما دیا۔

اس کمرے میں ایک بت تھا

جس کمرے میں زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو گناہ کی دعوت دی تھی وہاں ایک بت رکھا ہوا تھا، زلیخا نے پہلے سے اس بت پر پردہ ڈال دیا تھا، یوسف علیہ السلام نے پوچھا: یہاں پردہ کیوں ڈالا؟

جیسے مسلمان رمضان میں ٹی وی پر کپڑا ڈال دیتا ہے؛ تا کہ رمضان میں ٹی وی

ہم کو نہ دیکھے، سال بھر تو ہم اس کو دیکھیں، رمضان میں وہ ہم کو نہ دیکھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ''ٹی وی'' کی برائیوں سے ہماری حفاظت فرمائے۔

ٹی وی یعنی سانپوں کا پٹارہ

ایک مرتبہ محی السنۃ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئیؒ ہمارے جامعہ ڈابھیل تشریف لائے، تو آپ نے بیان میں ارشاد فرمایا کہ: ''ٹی، وی'' یعنی سانپوں کا پٹارہ؛ یعنی اس میں جہنم اور قبر کے عذاب کے سانپ بھرے ہوئے ہیں، اس پر کپڑا ڈالنے سے کام نہیں چلتا، اس کو گھر سے نکالنے ہی میں ایمان واخلاق کی خیریت ہے۔

بہر حال! زلیخا نے کہا: یہ میرا معبود ہے، اس کے سامنے گناہ کرنے کی ہمت نہیں ہے۔ اس پر یوسف علیہ السلام نے فرمایا: میرے معبود اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ حیا کے مستحق ہیں، کسی طرح کا پردہ میرے اللہ کی نظر کو روک نہیں سکتا۔

دینی ودنیوی عزت کا مقام گناہ سے روکنے والا ہونا چاہیے

اگر اللہ تعالیٰ انسان کو کوئی دینی اعتبار سے اونچا مقام عطا فرمائے یا دنیوی اعتبار سے کوئی اونچا مقام عطا فرمائے تو مقام کا یہ تقاضا ہے کہ ہم اس کی خصوصی رعایت کرتے ہوئے اپنے آپ کو گناہوں سے بچانے کا خاص اہتمام کریں۔ گناہ گناہ ہے، برائی برائی ہے، کوئی بھی کرے وہ خطرناک ہے؛ لیکن جس کو اللہ نے کسی مقام ومرتبہ سے نوازا ہو تو وہ خصوصیت کے ساتھ اپنے آپ کو گناہوں سے بچانے کا اہتمام کرے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ نے نبی بنایا، یہ دینی اعتبار سے اللہ کا دیا ہوا بہت اونچا مقام ہے، اللہ نے اپنی محبت ومعرفت عطا فرمائی تو بس! اس دینی اہم مقام کی

برکت سے گناہ سے آپ کی حفاظت ہوگئی۔

آج تو بہت سے لوگوں نے دنیوی مقام و مرتبے کو گناہ کرنے کا ذریعہ ہی بنالیا ہے، اور افسوس تو اس بات پر ہے کہ بہت سے دینی منصب کے حاملین بھی اس منصب کے تقاضے کو پورا نہیں کرتے اور دینی منصب کی آڑ میں گناہوں میں مبتلا ہوتے ہیں۔

گناہ کی جگہ کو چھوڑ دینا چاہیے

وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيصَهُ مِنْ دُبُرٍ وَّأَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ط

ترجمہ: اور وہ دونوں (یوسف علیہ السلام اور زلیخا) آگے پیچھے دروازے کی طرف دوڑے اور (اس دوڑ بھاگ کے دوران) عورت نے اس (یوسف) کا کُرتہ پیچھے سے (کھینچ کر) پھاڑ ڈالا اور (اسی وقت) دونوں نے (زلیخا کے) شوہر کو دروازے کے پاس (کھڑا ہوا) پایا۔

جس کمرے میں زلیخا آپ کو گناہ کی دعوت دے رہی تھی اس پر تالے پڑے ہوئے تھے، اس کے باوجود حضرت یوسف علیہ السلام نے اس جگہ کو چھوڑ دیا، اللہ کی عجیب شان! جب حضرت یوسف علیہ السلام نے گناہ سے بچنے کی پوری کوشش کی اور دروازے کی طرف دوڑے تو اللہ تعالیٰ کی غیبی مدد آئی، جیسے ہی دروازے پر پہنچے قدرتی طور پر تالا ٹوٹ گیا اور دروازہ کُھل گیا، حضرت یوسف علیہ السلام دوڑتے گئے اور قدرتی طور پر تالے بھی ٹوٹتے گئے۔

معلوم ہوا جس جگہ گناہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو اس جگہ ہی کو چھوڑ دینا چاہیے، جب کہ آج کل لوگوں کا معاملہ یہ ہے کہ گناہ کی جگہوں پر جان بوجھ کر جائیں گے اور

جہاں گناہ ہو رہے ہوتے ہیں وہاں ٹھہر جائیں گے، پھر کہتے ہیں کہ: گناہ سے حفاظت نہیں ہوتی؛ اس لیے جس جگہ بھی گناہ کا امکان ہو اور جو گناہ کے اسباب ہوتے ہیں اس سے اپنے آپ کو دور رکھو تو ان شاء اللہ! گناہ سے حفاظت ہوگی۔

جمعہ کی نماز کی کوشش کے متعلق حضرت شیخ الہندؒ کا جیل والا واقعہ

غالباً حضرت شیخ الہندؒ ہی کا واقعہ ہے کہ مالٹا کی قید کے زمانے میں جب جمعہ کا دن آتا تو اپنی طاقت کے مطابق غسل کرتے، اپنے کپڑے دھو لیتے اور پھر جمعہ کے لیے تیار ہو کر جیل خانے کے دروازے تک جاتے، وہاں پہنچ کر دعا کرتے: یا اللہ! میری طاقت میں اتنا ہی تھا کہ میں جیل کے دروازے تک حاضر ہوں، آگے معاملہ آپ کے اختیار میں ہے۔ اگرچہ جیل کا دروازہ نہیں کُھلا؛ مگر اس کے باوجود آپ ہر جمعہ کو مسلسل یہ عمل کرتے رہے۔

معلوم ہوا کہ ہمیں مسلسل کوشش کرنی ہے، نتیجہ ظاہر کرنا اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ اس واقعے پر حضرت مفتی شفیع صاحبؒ نے عجیب جملہ لکھا ہے کہ: ''اللہ تعالیٰ کی رحمتِ عامّہ سے کچھ بعید نہ تھا کہ ان کی کرامت سے جیل کا دروازہ کھل جاتا اور یہ نمازِ جمعہ ادا کرتے؛ لیکن اس نے اپنی حکمت سے اس بزرگ کو وہ مقامِ عالی عطا فرمایا جس پر ہزاروں کرامتیں قربان ہیں''۔

بہر حال! زلیخا نے جب دیکھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام بھاگ رہے ہیں تو وہ بھی یوسف علیہ السلام کے پیچھے دوڑی، دوڑتے دوڑتے زلیخا نے پیچھے سے یوسف علیہ السلام کو ہاتھ مارا تو یوسف علیہ السلام کا کرتہ پیچھے سے پھٹ گیا، جب بھاگتے بھاگتے آخری دروازے

پر پہنچے تو وہاں اچانک زلیخا کا شوہر کھڑا تھا۔

نبی کسی کی برائی ظاہر نہیں کرتے

نبی کی شان یہ ہے کہ کسی کی برائی کو دیکھا تو اس کو لوگوں کے سامنے کھولتے نہیں؛ بلکہ اس کو چھپاتے ہیں، یہ تو ہمارے مزاج بگڑے ہوئے ہیں کہ ذرا سی کوئی بات دیکھی تو پورے محلے میں چرچا کرڈالتے ہیں، یہ گناہِ کبیرہ ہے، اور یاد رکھو میرے بھائیو! آج کسی کا گناہ اور عیب اچھالوگے تو کل کوئی آدمی ایسا نکلے گا جو لوگوں کے سامنے تمھارے عیب کو بھی کھولے گا، یہ اللہ کا غیبی نظام ہے، جیسی کرنی ویسی بھرنی۔

حدیث میں آتا ہے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ سَتَرَ مُسْلِماً سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (البخاري)

ترجمہ: جو شخص کسی مسلمان کا عیب چھپائے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے عیب چھپائیں گے۔

جلالین شریف کے حاشیہ میں ایک عجیب جملہ لکھا ہوا ہے:

قال العارفون: مِنْ أسبابِ سُوءِ الخاتمةِ عند الموتِ "اَلْخَوْضُ فِي أَعْرَاضِ الْمُؤْمِنِيْنَ".

ترجمہ: موت کے وقت سوئے خاتمہ کے اسباب میں سے ایک سبب مؤمنین کی عزتوں سے کھلواڑ کرنا بھی ہے۔

زلیخا کا حضرت یوسف علیہ السلام پر الزام لگانا

حضرت یوسف علیہ السلام اللہ کے نبی تھے، آپ میں نبوی شرافت تھی، شاید آپ

زلیخا کے قصور کو چھپانا چاہتے تھے؛ لیکن شروعات زلیخا نے کی، اس نے دیکھا کہ میرا شوہر مجھ پر ناراض نہ ہو جائے؛ اس لیے اس نے سیدھا الزام یوسف علیہ السلام پر ڈال دیا، کیسی ناپاک چال چلی؟ کہنے لگی:

مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۵﴾

ترجمہ: جو (غلام) تمھاری بیوی سے بُرے کام کرنے کا ارادہ کرے اس کی سزا یہی ہے کہ اس کو جیل میں ڈال دیا جائے یا (اس کو) کوئی دردناک سزا دی جائے۔

غلط تہمت کی صفائی کر دینا نبیوں کا طریقہ ہے

جب حضرت یوسف علیہ السلام پر تہمت آئی تو آپ چپ نہیں رہے، اس سے معلوم ہوا کہ جب غلط تہمت آئے تو اس کی صفائی کر دینی چاہیے، حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: ﴿قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِيْ عَنْ نَّفْسِيْ﴾

ترجمہ: وہ (یوسف علیہ السلام) کہنے لگے کہ: یہ عورت خود اپنی طرف مجھے مائل کرنے کے لیے پھسلاتی تھی۔

معلوم ہوا کہ کسی پر کوئی غلط تہمت لگائی جائے تو اس کی صفائی پیش کر دینا یہ نبیوں کا طریقہ ہے، ایسے موقع پر خاموش رہنا ایسا ہے کہ کوئی آدمی خود اپنے آپ کو مجرم قرار دیوے۔

عزیزِ مصر کی پریشانی اور سنجیدگی

یہاں دو باتیں الگ الگ ہو گئیں کہ یوسف علیہ السلام کہہ رہے ہیں کہ زلیخا مجھے پھنسا رہی تھی اور زلیخا کہہ رہی ہے کہ یوسف مجھے پھنسا رہا تھا، اب زلیخا کا شوہر پریشان

کہ کس کی بات مانے؟

ایسے موقع پر آدمی بھڑک جاتا ہے، یہ آدمی کی بہت بڑی کمزوری ہے، ایک طرفہ بات سن کر بھڑک جانا، یا اپنوں کی بات سن کر بغیر تحقیق اس کو صحیح مان کر کوئی فیصلہ کر دینا یہ ہرگز صحیح نہیں ہے، پوری تحقیق دونوں طرف سے کرو، نہ گرم ہونا ہے نہ بھڑکنا ہے، ٹھنڈے دماغ سے فیصلہ کروگے تو ان شاء اللہ! صحیح فیصلہ کروگے۔

ایسے موقع پر دوسری غلطی آدمی یہ کرتا ہے کہ اپنے گھر والوں کی بات سنتا ہے اور دوسروں کو جھٹلاتا ہے، یہ موقع تھا کہ عزیزِ مصر اپنی بیوی کی بات مان کر غصہ ہو جاتے؛ لیکن اللہ تعالیٰ کے یہاں حضرت یوسف علیہ السلام کو بچانا تھا؛ اس لیے وہ غصہ نہیں ہوئے؛ بلکہ ٹھنڈے دماغ سے انھوں نے بات سوچی کہ: ایک میری بیوی کی بات ہے اور ایک یوسف کی بات ہے اور حضرت یوسفؑ کے بارے میں وہ جانتے تھے کہ یہ کوئی معمولی آدمی نہیں ہے؛ اسی لیے تو اس نے کہا تھا کہ:

''اَكْرِمِىْ مَثْوٰىهُ'' کہ یوسف کو اچھی طرح رکھنا۔

گویا زلیخا کے شوہر کا غصے سے نہ مشتعل ہونا، نہ بھڑکنا، نہ گالی گلوچ کرنا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مدد ہے۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ: یہ اس شوہر کی بے غیرتی کی بات ہے۔

بہت سے لوگ آج کے دور میں بے غیرت ہوتے ہیں کہ بیوی، بیٹی غلط کام کرے، ناجائز تعلق رکھے، پھر بھی وہ چلا لیتے ہیں، یہ بڑی بے غیرتی کی بات ہے، اللہ تعالیٰ ایسی بے غیرتی سے ہماری حفاظت فرمائے، آمین۔

بہر حال! اب اس کے لیے فیصلہ کرنا مشکل تھا کہ یوسف سچے ہیں یا میری

بیوی سچی ہے۔

ایسے مواقع پر اللہ کی اپنے نیک بندوں کی مدد

اللہ تعالیٰ ایسے مشکل مواقع پر اپنے نیک بندوں کی غیب سے مدد فرماتے ہیں اللہ کی ایک غیبی مدد آئی۔

جہاں یہ قصہ ہوا وہاں کوئی نہیں تھا، صرف زلیخا تھی اور حضرت یوسف علیہ السلام تھے؛ لیکن ایک چھوٹا دودھ پیتا بچہ گہوارے میں سویا ہوا تھا۔

چھوٹے بچوں کے سامنے احتیاط کرنا چاہیے

یہاں ایک بات یاد رکھو! ہمارے گھروں میں بھی چھوٹے چھوٹے بچے ہوتے ہیں، ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ تو بہت چھوٹا بچہ ہے یہ کیا سمجھتا ہے؟ یہ کیا سنتا ہے؟ یہ ہماری بہت بڑی غلطی ہے، بچپن میں اس کی آنکھ دیکھنے کا کام کر رہی ہے، جو کچھ وہ دیکھتا اور سنتا ہے وہ اس کے دماغ میں محفوظ ہو جاتا ہے، پھر جب اس کی عمر تین یا چار سال کی ہوتی ہے تب وہ بولنا شروع کرتا ہے اور وہی باتیں بولتا ہے جو اس کے دماغ میں پہلے سے محفوظ ہوتی ہیں، بچوں کی حالت ریکارڈر کی طرح ہے، یہ ٹیپ ریکارڈر جب ریکارڈ کرتا ہے تو کچھ نہیں بولتا، صرف سنتا ہے، پھر جب اس کا ٹائم پورا ہو جاتا ہے تو پھر بولنا شروع کرتا ہے اور وہ وہی بات بولے گا جو اس کے اندر ریکارڈ ہوئی ہے۔

اس لیے کتابوں میں ایک مسئلہ لکھا ہے کہ: ماں باپ کو اپنے چھوٹے بچوں کے سامنے غلط باتیں نہیں بولنی چاہیے، چاہے دودھ پیتا بچہ ہی کیوں نہ ہو، اسی طرح جہاں چھوٹے بچے ہوں وہاں ہمیں اپنی ضروریات: جماع اور جماع سے پہلے کے کام بھی

نہیں کرنے چاہیے، جیسے ہم بیڈروم میں سوتے ہیں اور چھوٹے بچے کو بھی وہیں سلاتے ہیں تو اگر معلوم ہو کہ یہ بچہ جاگ رہا ہے تو ایسی حالت میں صحبت بھی نہیں کرنی چاہیے۔

غرض یہ کہ بچوں کے سامنے اس طرح کے کام ان کے اخلاق پر برے اثرات ڈالتے ہیں۔

دودھ پیتے بچے کی عجیب گواہی

بہر حال! اللہ نے اپنے معصوم نبی کی حفاظت کے لیے معصوم اور دودھ پیتے بچے کو تیار فرمالیا، اللہ نے اس کو زبان عطا فرمائی اور وہ بولنے لگا جس میں دو معجزے ہیں: ایک تو یوسف علیہ السلام کی طرف داری میں معصوم بچے کا بولنا اور دوسری ایسی بات بولنا کہ بڑے بڑے عقلمند لوگ ایسی بات نہیں بول سکتے۔

یہ معصوم بچہ یوں بھی بول دیتا کہ: زلیخا گنہگار ہے، یوسف معصوم ہے تو بھی یوسف علیہ السلام کامیاب ہوجاتے؛ لیکن وہ بچہ ایسی دوٹوک بات بولا کہ دنیا کے بڑے بڑے وکیلوں کی عقلیں حیران رہ جائے اور انصاف کرنے والا بھی انصاف کرنے پر مجبور ہوجائے، فرمایا:

وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۲۶﴾ وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۷﴾

ترجمہ: اور اس (عورت) کے خاندان والوں میں سے ایک (چھوٹے بچے) نے گواہی دی، اگر اس (یوسف) کا کرتہ آگے کی طرف سے پھٹا ہے تو عورت سچی ہے

اور وہ (یوسف) جھوٹوں میں سے ہے ﴿۲۶﴾ اور اگر اس (یوسف) کا کرتہ پیچھے کی طرف سے پھٹا ہے تو عورت جھوٹی ہے اور وہ (یوسف) سچوں میں سے ہے ﴿۲۷﴾

یعنی یوسف کا کرتہ دیکھو کہ کہاں سے وہ پھٹا ہے، اگر یوسف کا کرتہ آگے سے پھٹا ہو تو سمجھ لینا کہ یوسف نے زلیخا پر زبردستی کی ہے، زلیخا بے قصور ہے اور اگر پیچھے سے پھٹا ہوا ہو تو یہ سمجھ لینا کہ زلیخا جھوٹی ہے، یوسف سچے ہیں۔

اس لیے کہ یوسف تو زلیخا سے دور رہنا چاہتے تھے، زلیخا نے ہی زبردستی کی، پیچھے سے کھینچا اور برے کام کی طرف بلایا۔

زلیخا کا شوہر تو منسٹر تھا، ہوشیار آدمی تھا، اس نے کہا کہ: واقعی بات تو صحیح ہے، جب اس نے کرتہ دیکھا: ﴿فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ﴾

ترجمہ: سو جب اس (عزیز) نے (سچائی کا فیصلہ کرنے کے لیے) اس (یوسف) کے کرتے کو دیکھا کہ وہ تو پیچھے سے پھٹا ہے۔

زلیخا کے شوہر نے حضرت یوسف علیہ السلام کا کرتہ دیکھا تو وہ تو پیچھے سے پھٹا ہوا تھا، سو بات ثابت ہوگئی کہ زلیخا جھوٹی ہے، وہی پھنسانا چاہتی ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام بے گناہ اور سچے آدمی ہے۔

آگے سے پھٹا ہوا ہونا (جیسے پینٹ کی چین) یہ مجرموں کی علامت

دیکھو: ایک نکتہ بتاتا ہوں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعے میں جو فیصلے کی بات آئی اس میں یہ کہا گیا کہ: اگر پہنا ہوا کپڑا آگے سے پھٹا ہوا ہو تو یہ اس بات کی نشانی ہے کہ مرد نے قصور کیا ہے، حضرت یوسف علیہ السلام کا کرتہ تو پیچھے سے پھٹا ہوا تھا، اور

آپ حقیقت میں بے قصور تھے؛ لیکن اس سے یہ نکتہ سامنے آتا ہے کہ: آج کل کے نوجوان لڑکے، لڑکیوں میں چین والی پینٹ پہننے کا عام رواج ہے اور یہ چین بے موقع بھی کھلتی رہتی ہے، تو یہ بھی آگے سے پھٹا ہوا ہونے ہی کی ایک شکل ہے، اس پر غور کرنا چاہیے کہ اس سے وہ کہیں خود کو مجرم تو ثابت نہیں کررہے ہیں؟

لہذا اس طرح چین والی پینٹ پہننے کے بجائے اسلامی کامل لباس اختیار کرنے میں پاک دامنی اور حیا ہے؛ اس لیے اسلامی لباس اختیار کرنے چاہیے۔

بچپن میں بولنے والے چار بچے

حدیث میں ہے کہ: بچپن میں چار بچوں کو اللہ نے بولنے کی طاقت عطا فرمائی:

① ایک یہی بچہ جس نے حضرت یوسف علیہ السلام پر زنا کی تہمت لگی تو اس موقع پر گواہی دی۔

② اللہ کی نیک بندی حضرت مریمؓ پر جب لوگوں نے زنا کی تہمت لگائی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام دودھ پینے کی حالت میں بولنے لگے۔

③ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر الزام آیا تو فرعون کی بیوی کو جو عورت کنگی کرتی تھی اس کنگی کرنے والی عورت کے بچے نے بولنا شروع کردیا۔

④ بنی اسرائیل کے زمانے میں ایک اللہ کے ولی حضرت جریج پر جب تہمت لگی تھی تو ایک دودھ پیتا ہوا بچہ بولنے لگا تھا۔

خاموش گواہ

حضرت یوسف علیہ السلام کی عفت کا اعلان اللہ تعالیٰ کی طرف سے گہوارے میں

سوئے ہوئے ایک بے زبان بچے کو زبان عطا فرما کر کروادیا گیا، اس سے ایک بات یہ سیکھنے کو ملی کہ آج بہت ساری چیزوں کو ہم بے زبان اور بے جان سمجھتے ہیں،؛ لیکن وہ تمام کی تمام چیزیں ایک روز اللہ تعالیٰ کے یہاں گواہی دیں گی ،جس جگہ آدمی گناہ کرے تو وہ جگہ، یا کمرے کے درو دیوار اور جو چیزیں گناہ کی جگہ پر رکھی ہوئی ہیں وہ تمام چیزیں گناہ پر گواہ بن سکتی ہیں،خود انسان کا بدن بھی گناہ پر گواہی دے گا، یہ تمام چیزیں اگر چہ خاموش اور بے شعور ہیں؛ لیکن یہ تمام چیزیں گواہ بنیں گی؛ اس لیے کسی جگہ بھی گناہ کرنے سے پہلے اللہ کا ڈر دل میں رہے تو گناہ سے بچنا آسان ہو جائے گا۔

عورتوں کا مکر

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ زلیخا جھوٹی ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام سچے ہیں تو زلیخا کا شوہر کہنے لگا: ﴿اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ﴾

ترجمہ: یقیناً تم عورتوں کی مکاری تو بڑی ہی ہوتی ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ عورتوں کی سازش، حیلے، کسی کو پھسلانے کی پلاننگ بڑی بھاری ہوا کرتی ہے؛ یعنی جو عورتیں مکر کرنے میں حیلوں، بہانوں میں اور گندی سازشوں میں لگی رہتی ہیں ان کے حیلے شیطان سے بھی زیادہ خطرناک ہیں؛ اس لیے کہ عورتوں کا ظاہر نرم و نازک اور پر کشش ہوتا ہے؛ اس لیے دیکھنے والوں اور سننے والوں کو جلدی یقین آجاتا ہے۔

اور شیطان کے حیلے کے متعلق قرآن میں ارشاد ہے:

اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا ۝ (النسا)

ترجمہ: یقیناً شیطان کا مکر کمزور ہوتا ہے۔

حدیث میں بھی آپ ﷺ نے اسی طرح کی بات ارشاد فرمائی ہے کہ: عورتوں کا مکر شیطان کے مکر سے زیادہ ہوتا ہے؛ گویا قرآن وحدیث دونوں میں شیطان کے مکر کو کمزور اور عورتوں کے مکر کو بہت بڑا کہا گیا؛ اگرچہ تمام عورتیں ایسی نہیں ہوتیں۔

شیطان کا جال، عورتوں کی چال

جب ابلیس کو اللہ تعالیٰ کے دربار سے نکالا گیا تو اس نے قسم کھائی:

فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۸۲﴾ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ﴿۸۳﴾ (ص)

اے اللہ! آپ کی عزت اور جلال کی قسم! میں ان تمام انسانوں کو گمراہ کروں گا؛ مگر ان میں سے تیرے چنے ہوئے بندے (وہ محفوظ رہیں گے)

اس کے بعد ابلیس نے اللہ تعالیٰ سے یہ درخواست کی کہ: مجھے انسان کا شکار کرنے اور گناہوں میں پھنسانے کے لیے ایک مضبوط جال کی ضرورت ہے جس میں پھنسنے کے بعد وہ نکل نہ سکے، اللہ نے شیطان کے سامنے مختلف جالیں پیش فرمائیں:

(۱) اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے شیطان کے سامنے سونے، چاندی اور گھوڑوں کی جال پیش فرمائی کہ تو ان چیزوں کے ذریعہ لوگوں کو گمراہ کرسکتا ہے؛ لیکن شیطان کہنے لگا: یہ جال ہے تو اچھا؛ لیکن جیسا چاہیے ویسا نہیں ہے اور اس نے اپنا منہ چڑھالیا۔

(۲) پھر اللہ تعالیٰ نے شیطان کے سامنے کانوں میں سے نکلنے والے قیمتی جواہرات پیش کیے۔

شیطان نے کہا: مجھے اس سے بہتر کوئی جال چاہیے۔

③اللہ نے شیطان کو میٹھے تیل، چربی دار کھانے، مہنگی شراب، قیمتی ریشمی کپڑے دکھائے کہ اس جال کو پسند کر لے۔

شیطان نے کہا: میں اس سے بھی مضبوط جال چاہتا ہوں جس سے انسان کو ایسی مضبوط رسی میں باندھوں کہ وہ توڑ کر تیرے دروازے کی طرف دوڑ نہ سکیں۔

④پھر اللہ نے شیطان کے سامنے شراب اور جنگ کے سامان دکھلائے۔

ان سامان کو دیکھ کر شیطان آدھا خوش ہوا، کچھ مسکرایا اور کچھ سمجھا کہ یہ جال پہلی جالوں سے بہتر ہے؛ یعنی لوگوں کو لڑوا کر جھگڑوا کر ظالموں سے بے قصوروں کا قتل کروا کر میرا کچھ کام چلے گا؛ مگر ان چیزوں سے شیطان آدھا ہی خوش ہوا، پورا خوش نہ ہوا، شیطان اس سے بھی بڑی کوئی بھاری چیز چاہتا تھا۔شیطان کی نئی درخواست یہ تھی کہ: اللہ مجھے کوئی ایسا مضبوط جال دیجیے جس سے لوگوں کا (نیکی کا) معاملہ ختم ہی ہو جائے اور میں لوگوں کے منہ میں ایسی لگام لگا دوں کہ ان کو جدھر چاہوں اُدھر کھینچتا پھروں اور وہ اس سے اپنا سر اِدھر اُدھر پھرا بھی نہ سکیں۔

⑤اخیر میں اللہ نے شیطان کو عورتوں کا حسن و جمال دکھایا جو مردوں کی عقل اور صبر کو ختم کر دیتا ہے۔

جب شیطان کو عورتوں کا حسن و جمال دکھایا گیا تو ناچنے لگا، چٹکیاں بجانے لگا اور شیطان سمجھ گیا کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا، عرض کرنے لگا: اللہ یہ جال مجھے جلدی دے دیجیے؛ اس لیے کہ شیطان نے دیکھ لیا تھا کہ:

عورت کی آنکھیں ایسی خمار سے بھری ہوتی ہیں کہ انسان کی عقل پر خمار کا پردہ پڑھ جاتا ہے، انسان عورت کے نشے میں اندھا ہو جاتا ہے۔

اور عورت کے گالوں کی صفائی اور خوب صورتی دلوں کو جھلس کر رکھ دیتی ہے جس طرح حرمل آگ میں جلائی جاتی ہے (حرمل کو عود کی طرح جلایا جاتا ہے)

اور شیطان نے یہ دیکھا کہ ان کا چہرا، ان کی چمڑی، ان کی بھنویں اور عقیق جیسے لال لال ہونٹ اس طرح چمک رہے ہیں جیسے سورج باریک پردے کے پیچھے سے چمک رہا ہو۔

اور عورت کا جسم ایسا ہے جیسے کہ ''سرو'' کا درخت چمن میں جھوم رہا ہو۔

اور چہرا یاسمین اور نسترن کے پھول کی طرح ہے۔

جب شیطان نے یہ چیز دیکھی تو اچھل پڑا اور کہنے لگا کہ: بس بس! یہ میرے لیے کافی وشافی ہے۔ گویا جب شیطان کو گمراہ کرنے کے لیے عورت ملی تو بہت خوش ہوا۔

یہ واقعہ علامہ رومیؒ نے مثنوی میں اور مثنوی سے حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلویؒ نے ''سیرتِ مصطفیٰ'' میں نقل فرمایا ہے۔

عزیزِ مصر کی یوسف علیہ السلام سے معاف کرنے کی اور زلیخا سے معافی مانگنے کی درخواست

اب اس کا شوہر حضرت یوسف علیہ السلام سے درخواست کرتا ہے کہ:

یُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا.

ترجمہ: (عزیز نے کہا) یوسف! اس بات کا چرچا اب جانے دو (یعنی بند کرو) یوسف! میں منسٹر آدمی ہوں، اگر شہر میں لوگوں کو پتا چل گیا کہ میری بیوی نے ایسا کام کیا تو میری بے عزتی ہوگی؛ اس لیے تو اس بات کو بھول جا اور یہ بات باہر کسی کو

مت کہنا۔ پھر اپنی بیوی سے کہا:

وَاسۡتَغۡفِرِیۡ لِذَنۡۢبِكِ ۚۖ اِنَّكِ كُنۡتِ مِنَ الۡخٰطِـِٕیۡنَ ﴿۲۹﴾

ترجمہ: اور اے عورت! تو اپنے گناہ پر (اللہ تعالیٰ سے اور اپنے شوہر اور یوسف سے) معافی مانگ، یقینی طور پر تو ہی گنہگاروں میں سے ہے ﴿۲۹﴾

یعنی یوسف تو بے گناہ ہے، تو نے اس سے برا کام کرنے کا ارادہ کیا اور اسی پر تہمت لگائی؛ اس لیے تو اس سے معافی مانگ، اگر ان کا دل دکھ گیا تو تیری زندگی برباد ہوجائے گی۔

اِس موقع پر ایک خاص بات بتلا دوں کہ: کبھی کسی اللہ کے نیک بندے کا دل مت دکھانا، اگر تم ان پر الزام لگاؤ گے تو وہ تو صبر کر کے چپ بیٹھ جائیں گے، آپ سے بدلہ نہیں لیں گے؛ لیکن ان کی طرف سے اللہ تعالیٰ بدلہ لیں گے اور اللہ تعالیٰ بدلہ لیں گے تو دنیا بھی برباد ہوجائے گی اور آخرت بھی برباد ہوجائے گی۔

آخر بات پھیل ہی جاتی ہے

یہ پورا قصہ گھر کی چار دیواری میں ہوا؛ لیکن کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ چھپانے سے چھپتی نہیں، پھیل جاتی ہے، جیسے کسی سے محبت ہوجائے تو ظاہر ہو ہی جاتی ہے، اور شادی کا رشتہ بھی ظاہر ہوجاتا ہے، اسی طرح یہ بات بھی آہستہ آہستہ شہر میں پھیل گئی، ان میں خاص طور پر مصر کے بڑے افسروں کی فیملی میں یہ بات زیادہ مشہور ہوگئی اور اونچے خاندان کی پانچ عورتیں خاص طور پر آپس میں چپکے چپکے بات کرنے لگیں کہ:

وَقَالَ نِسۡوَةٌ فِی الۡمَدِیۡنَةِ امۡرَاَتُ الۡعَزِیۡزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنۡ نَّفۡسِهٖ ۚ

قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ؕ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۳۰﴾

ترجمہ: اور شہر میں چند عورتیں (آپس میں) باتیں کرنے لگیں کہ: عزیز کی بیوی (یعنی زلیخا) اپنی خواہش پوری کرنے کے لیے اپنے غلام کو پھسلاتی ہے، اس (غلام یوسف) کی محبت اس عورت (یعنی عزیز کی بیوی) کے دل میں بیٹھ گئی ہے، ہم تو یقینی طور پر یہ مانتے ہیں کہ وہ (عزیز کی بیوی) کھلی ہوئی گمراہی میں ہے ﴿۳۰﴾

یعنی ہمارے وزیر کی بیوی کیسی عجیب عورت ہے کہ اس نے اپنے غلام کے ساتھ خواہش پورا کرنے کا پلان بنایا، اس کے دل میں اس نوکر کی محبت بیٹھ گئی ہے۔

اِس آیت میں ''فتاھا'' کا لفظ ہے؛ یعنی غلام کی نسبت زلیخا کی طرف کی گئی ہے؛ حالاں کہ حضرت یوسف علیہ السلام زلیخا کے شوہر کے غلام تھے؛ لیکن ہمارے عرف و رواج میں شوہر کی چیز بیوی کی چیز کہی جاتی ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے شوہر سے تحفے میں لے لیا ہو۔

چپکے چپکے بات مناسب نہیں

جب کسی کی کوئی برائی سنے تو چپکے چپکے اس کا چرچا نہیں کرنا چاہیے، اگر آپ کے متعلق کوئی معاملہ ہے یا آپ کی ذمے داری میں آنے والی کوئی بات ہے تو جس کے متعلق بھی آپ نے کوئی بات سنی تو اس کے پاس جا کر تحقیق کر لینی چاہیے، ایسے بھی حدیث میں فرمایا گیا ہے:

اَلْمُؤْمِنُ مِرْاٰۃُ الْمُؤْمِنِ. (ابوداود عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ)

ترجمہ: ایک مؤمن دوسرے مؤمن کے لیے آئینہ ہوتا ہے۔

مصری عورتوں کے چرچا کی اصل بنیاد

انداز ہ یہ ہے کہ ان عورتوں کے چرچا کی بنیاد یہ تھی کہ: زلیخا نے اپنے ہی غلام کے ساتھ برا کام کرنے کا پلان کیا، اگر وہ اپنے مرتبے کے کسی آدمی سے ناجائز تعلقات قائم کرتی تو کچھ بات سمجھ میں بھی آتی، یہ کہہ کر ان عورتوں نے زلیخا کو طعنہ مارنا شروع کیا۔

حالاں کہ یہ کام شریعت میں خود اپنی جگہ برا تھا، چاہے نوکر کے ساتھ کرے، چاہے کسی اور آدمی سے کرے، ہماری شریعت نے ہم کو یہ تعلیم دی ہے کہ نکاح اور شادی کے بغیر کوئی عورت کسی مرد سے کوئی غلط تعلق نہ رکھے، اسی طرح کوئی مرد کسی پرائی عورت سے بغیر نکاح کے غلط تعلق نہ رکھے؛ لیکن آگے والی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مصر میں اُس زمانے کے شاہی خاندان میں ایسا ناجائز کام کرنا کوئی برا کام نہیں تھا، بے حیائی اور بے شرمی عام تھی؛ اس لیے ان کو اعتراض اس پر تھا کہ اتنے بڑے وزیر کی بیوی ہو کر ایک غلام کے ساتھ غلط تعلق قائم کرنا چاہتی ہے۔

زلیخا کو چرچے کا پتا چلنا اور اس کی جوابی چال

جب چرچا ہونے لگا تو بات چلتے چلتے زلیخا کے کان میں بھی پہنچی، زلیخا نے سوچا کہ میں ان عورتوں کو بتلاؤں کہ جس غلام کی محبت میرے دل میں آئی ہے وہ کیسا غلام ہے! اس نے ان شہر کی عورتوں کو بتانے کے لیے ایک شاندار پلاننگ کی:

فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّاٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا.

ترجمہ: پھر جب اس (عزیز کی بیوی) نے شہر کی عورتوں کی فریب سے بھری

ہوئی باتوں کو سنا تو ان کو بلا بھیجا اور ان (عورتوں) کے لیے تکیہ لگی ہوئی بیٹھک (یعنی مجلس) تیار کی اور ان (عورتوں) میں سے ہر ایک کو ایک ایک چھُری دی۔

جب اس نے یہ بات سنی کہ سب عورتیں میرے خلاف باتیں کر رہی ہیں تو سب عورتوں کو دعوت نامہ بھیجا اور سب کو بلوایا اور ایک شاندار مجلس سجائی جس میں بہترین تکیے، شاندار ڈیکوریشن کا انتظام کیا، جب شہر کی عورتیں آ گئیں، سب کو اس پارٹی ہال میں بٹھایا اور پھر سب کے سامنے کھانا رکھا اور کھانا رکھنے میں زلیخا نے چالاکی کی کہ کچھ کھانا تو تیار رکھا اور کچھ کھانا ایسا رکھا کہ جو اپنے ہاتھ سے چھری سے کاٹ کر کھانا پڑے، مثال کے طور پر پھل رکھ دیے اور اس کے کاٹنے کے لیے پلیٹوں میں تیز چھریاں رکھ دیں، اب ظاہر میں تو یہ لگ رہا ہے کہ پھل کاٹنے کے لیے زلیخا نے چھریاں رکھی ہیں؛ لیکن اس کا مقصد کچھ اور ہے جو آگے آیت میں آ رہا ہے۔

مہمان کے سامنے پھل رکھنے کا ایک ادب

یہاں مفسرین نے ایک نکتہ لکھا ہے کہ: مہمان کے سامنے پھل کاٹ کر نہیں رکھنے چاہیے؛ بلکہ پورے رکھنا چاہیے اور اس کے ساتھ چھری رکھ دے؛ تاکہ جونسا پھل پسند ہو اس کو کھالے اور جو پسند نہ ہو وہ نہ کھائے؛ چونکہ کاٹنے کے بعد نہ کھائے تو پھل بگڑ جاتے ہیں اور خراب ہو جاتے ہیں؛ اس لیے پھل رکھنے کا ادب یہ بتایا کہ مہمان کے سامنے پھل کاٹے بغیر رکھو اور ساتھ میں چھری رکھ دو۔

زلیخا کا حضرت یوسف علیہ السلام کو کمرے میں آنے کا حکم دینا

کھانا شروع ہوا، اب وہ عورتیں پھل لے کر کاٹنے کی تیاری کر رہی ہیں، عین

اسی موقع پر زلیخا نے ایک زوردار تیر مارا، حضرت یوسف علیہ السلام کسی اور روم میں تھے، زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو حکم کیا: ﴿وَّقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ﴾

ترجمہ: اور اس (عزیز کی بیوی) نے (یوسف علیہ السلام سے جو اس وقت دوسری جگہ تھے) کہا کہ: باہر نکل کر کے اُن (عورتوں) کے سامنے آؤ۔

حضرت یوسف علیہ السلام کو کیا پتہ کہ مقصد کیا ہے؟ یہ سمجھے کہ کوئی برا مقصد نہیں ہوگا؛ لہٰذا تشریف لائے اور جب داخل ہوئے تو اندازہ ہوا کہ زلیخا کی پلاننگ کیا تھی؟ اس لیے ایک دروازے سے داخل ہو کر دوسرے دروازے سے نکل گئے۔

یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر مصری عورتوں کا حال، اگر قرآن بیان نہ کرتا تو ہمیں یقین نہ ہوتا!

جب یوسف علیہ السلام کا نورانی چہرا محفل میں بیٹھی ہوئی عورتوں نے دیکھا تو ان کا جو حال ہوا اگر قرآن میں نہ ہوتا تو ہمیں یقین نہ آتا؛ کیوں کہ اللہ اور رسول کی بات پر ہم کو کامل یقین ہے، اس کے سامنے ہم اپنی عقل کی بات بھی چھوڑ دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿فَلَمَّا رَاَيْنَهٗٓ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ﴾

ترجمہ: سو جب ان عورتوں نے ان (یوسف علیہ السلام) کو دیکھا تو (عجیب حسن دیکھ کر) ان کو بہت بڑا سمجھا، اور ان عورتوں نے اپنے ہاتھوں (کی انگلیوں) کو کاٹ دیا۔

جب حضرت یوسف علیہ السلام اس مجلس میں تشریف لائے اور مصر کی عورتوں نے یوسف علیہ السلام کے حسن اور خوب صورتی کو دیکھا تو حیران رہ گئیں اور ایسی حیران رہ گئیں کہ اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھیں، پھل کاٹ رہی تھیں اس سے ذہن پورا ہٹ کر یوسف

علیہ السلام کے چہرے کو دیکھنے میں لگ گیا اور پھل کاٹنے کے بجائے اپنے ہاتھوں کی انگلیاں کاٹ ڈالیں اور تمام عورتیں اپنی زبان سے کہنے لگیں:

وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ؕ اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ﴿٣١﴾

ترجمہ: اور (آپس میں) کہنے لگیں: حَاشَ لِلّٰه (یہ یوسف تو اللہ واسطے گناہ سے دور ہے)، یہ (یوسف) کوئی انسان نہیں ہے، یہ تو کوئی بڑا بزرگی والا فرشتہ ہے۔

یعنی اتنی چمک اور نورانیت، اتنا حسن اور خوب صورتی کسی انسان میں ہو ہی نہیں سکتی، یہ تو آسمان سے اترا ہوا کوئی معزز فرشتہ ہے۔

ایک اہم نکتہ

یہاں ایک نکتہ یاد رکھو! ایک تو ہے غریب گھر کی عورتیں جنھوں نے کوئی نعمت نہیں دیکھی وہ نعمت دیکھ کر دنگ رہ جائے تو وہ ایک الگ بات ہے؛ لیکن یہ تو شاہی خاندان کی عورتیں تھیں جنھوں نے کیا کچھ نہیں دیکھا ہوگا؟ انھوں نے یوسف علیہ السلام کو دیکھا تو ایسی حیران رہ گئیں کہ پھل کے بجائے اپنی انگلیاں کاٹ ڈالیں۔

اگر میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو مصر کی عورتیں دیکھ لیتیں تو!

اب ایک حدیث سناتا ہوں، ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:
مصر کی عورتوں نے تو حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا اور انگلیاں کاٹ ڈالیں، اگر وہ میرے محبوب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیتیں تو اپنے دل کے ٹکڑے کر کے رکھ دیتیں۔

کتنی عجیب بات ارشاد فرمائی! اس سے اندازہ لگاؤ کہ اللہ نے ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسا خوب صورت بنایا ہوگا! کیسا حسن و جمال دیا ہوگا!

حسنِ یوسف ،دمِ عیسیٰ،یدِ بیضا داری	آنچہ خوباں ہمہ دارند ،تو تنہا داری

زلیخا نے طعنوں کا جواب دیا

جب ان عورتوں نے انگلیاں کاٹ ڈالیں تو اب زلیخا کو بولنے کا موقع ملا، کہنے لگی: ﴿قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ﴾

ترجمہ: وہ عورت (یعنی عزیز کی بیوی) بولی: یہی تو وہ (غلام) ہے جس کے بارے میں تم مجھ کو ملامت کرتی تھیں۔

جس غلام کے بارے میں تم نے مجھے طعنہ دیا تھا، ایک مرتبہ تم نے اس کو دیکھا تو تم نے اپنی انگلیاں کاٹ ڈالی، میں تو رات دن اس کے ساتھ گھر میں رہتی ہوں تو پھر میں نے اس سے محبت کی تو میں نے اس میں کیا قصور کیا؟

سب کے سامنے گناہ کا اقرار اور کھلم کھلی دھمکی

پھر زلیخا نے بھری مجلس میں اپنے گناہ کا اقرار کرلیا، یہ بھی اللہ کی مدد تھی کہ زلیخا نے سب کے سامنے اپنے گناہ کا اقرار کرلیا:

﴿وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ﴾

ترجمہ: اور واقعی میں نے اپنی خواہش پوری کرنے کے لیے اس کو پھسلایا تھا؛ مگر اس نے خود کو (گناہ سے) بچالیا۔

سنو! میں آج اقرار کرتی ہوں کہ میں نے یوسف کو اپنے جال میں پھنسانے کی کوشش کی تھی، میں نے طاقت لگائی تھی کہ یوسف کو اپنی جال میں پھنساؤں؛ لیکن یوسف نے اپنے آپ کو بچالیا؛ مگر اب آئندہ کے لیے میں تمھارے سامنے اس کو دھمکی

دیتی ہوں کہ:

وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿۳۲﴾

ترجمہ: اور جو میں اس کو حکم دیتی ہوں اگر وہ (آئندہ) اس کو پورا نہیں کرے گا تو ضرور وہ قید کیا جائے گا اور ضرور وہ ذلیل لوگوں میں سے ہو جائے گا﴿۳۲﴾

یعنی اگر آئندہ یوسف نے میرے ساتھ گناہ کا کام نہیں کیا، میری خواہش پوری نہیں کی تو میں یوسف کو جیل میں ڈلوادوں گی یا ذلیل کردوں گی۔

زلیخا نے سب کے سامنے یہ دھمکی دی، اِس سے اندازہ لگاؤ کہ وہ معاشرہ کتنا خراب ہوگا کہ کوئی ایک بھی ایسی عورت نہیں جو اس کو کہے کہ: تو اتنی ہمت سے گناہ کی بات کر رہی ہے۔

یوسف علیہ السلام نے گناہ کے مقابلے میں قید خانے کو پسند کیا

حضرت یوسف علیہ السلام نے جب دیکھا اور سوچا کہ: ایسے ماحول میں رہ کر کیا کرے، یہاں تو پورا ماحول بگڑا ہوا ہے، ساری عورتیں بگڑی ہوئی ہیں؛ اس لیے حضرت یوسف علیہ السلام نے گناہ سے بچنے کے لیے اللہ سے دعا مانگی۔

معلوم ہوا کہ گناہ سے بچنے کے لیے سب سے بڑی طاقت دعا ہے، حضرت یوسف علیہ السلام نے عجیب دعا مانگی:

﴿قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ﴾

ترجمہ: یوسف (علیہ السلام) نے دعا کی: اے میرے رب! جس (برے کام) کے لیے یہ عورتیں مجھے دعوت دے رہی ہیں اس سے تو مجھے جیل (جانا) زیادہ پسند ہے۔

یعنی جیل میں پڑا رہوں گا؛ لیکن ان عورتوں کے چکر میں پڑنا نہیں چاہتا، کیوں کہ جیل میں دنیا کی مصیبت ہوگی، اگر ان عورتوں کے جال میں پھنس گیا تو آخرت کی سزا ہے، اور دنیا کی مصیبت آخرت کی سزا کے مقابلہ میں آسان ہے۔

ایک نبی کا عورتوں کے مکر سے ڈر

حضرت یوسف علیہ السلام نبی ہیں اس کے باوجود اقرار کرتے ہیں:

وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ ۳۳

ترجمہ: اور جوان عورتوں کے داؤ کو آپ مجھ سے دور نہ کریں گے تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور میں نادانی کے کام کرنے والوں میں شامل ہو جاؤں گا۔

یعنی اے اللہ! اگر آپ نے مجھے نہیں بچایا تو میں ان عورتوں کے جال میں پھنس کر گناہ کر بیٹھوں گا۔ اللہ اکبر! یہ کون کہہ رہے ہیں؟ ایک نبی کہہ رہے ہیں، اللہ کے نبی ہو کر عورتوں کے فتنے سے ڈر رہے ہیں تو ہم کو تو کتنا ڈرنا چاہیے!

اسی طرح اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مکر میں وہ تمام عورتیں شامل تھیں، شاید ان کا پلان یہ تھا کہ اگر زلیخا کے لیے اپنا مطلب پورا ہونے کا دروازہ کھل جاوے تو پھر ہمارے لیے بھی آسانی ہو جائے؛ اسی لیے بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ: مصری عورتیں بھی زلیخا کی طرف داری میں حضرت یوسف علیہ السلام سے کہنے لگی کہ: زلیخا تمھاری محسن عورت ہے، تم کو اس کی بات مان لینی چاہیے۔

دیکھو! کیسا معاشرہ ہے کہ احسان کے بدلے گناہ کی بات کی جا رہی ہے، جیسے آج کل اس طرح کا معاملہ بہت سی جگہوں پر دیکھنے میں آتا ہے۔

اس لیے دعا میں حضرت یوسف علیہ السلام نے تمام عورتوں کو شامل کیا۔

جہالت سے گناہ

اس موقع پر آپ علیہ السلام نے دعا میں ایک لفظ کہا: ﴿واکن من الجاھلین﴾ معلوم ہوا کہ علم کا تقاضا گناہ سے حفاظت ہے اور جہالت و نادانی میں انسان گناہ کرتا ہے، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ گناہ کرنا جہالت اور نادانی کا کام ہے، چاہے گناہ کرنے والا خود کو عالم سمجھتا ہو یا عالم کہلاتا ہو۔

احسان یا خدمت کے بدلے گناہ بڑی خطرناک بات

ہمارے جامعہ کے ایک فاضل مقیم امریکہ حضرت مولانا یوسف بھولا صاحب ایک سفر میں ہمارے حضرت مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم کی صحبت میں رہنے کے لیے وین کُوَرکینیڈا حاضر ہوئے تھے، انھوں نے ایک افسوس ناک بات سنائی کہ: جب وہ بھارت آئے ہوئے تھے تو ایک بیوہ عورت ان کے پاس آئی اور اپنے فقر و فاقہ کی شکایت کی اور مالی تعاون کی درخواست کی۔

مولانا یوسف صاحب نے ایک ذمے دار کا نام لیا اور کہا کہ: ان کے پاس چلی جاؤ، ہم ان کے پاس ہر سال بیواؤں کے لیے فنڈ بھیجتے ہیں، تو اس عورت نے شرم کے مارے سر جھکا لیا اور سکتے میں پڑ گئی، تھوڑی دیر تک کچھ نہ بول سکی۔

مولانا نے پوچھا کہ: بہن! کیا بات ہے؟

اس عورت نے بھیگی ہوئی آنکھوں کے ساتھ جواب دیا کہ: ان کے پاس جب ہم تعاون لینے جاتے ہیں تو وہ ساتھ سونے (یعنی زنا) کی شرط لگاتے ہیں۔

یہ کتنی خطرناک بات ہے کہ خود کے پیسے نہیں ہے، دوسروں کی طرف سے آئی ہوئی رقوم ہیں، ان کو تو صرف ناظم اور ذمے دار بنایا ہے اور وہ بیواؤں کے ساتھ ایسی گندی حرکت کرتے ہیں، شرم آنی چاہیے اور اللہ کے سامنے توبہ کرنی چاہیے، اور ہماری دینی بہنوں کو بھی چاہیے کہ ایسے انسان نما درندوں سے اپنے آپ کو بچائیں۔

آج ملازمت دلوانے کے عنوان سے، اسکول اور کالج میں داخلہ دلوانے کے عنوان سے، تعاون کے عنوان سے عورتوں کے ساتھ کیسے کیسے زنا کے واقعات ہو رہے ہیں، اللہ ہی صحیح توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔

فتنوں کی جگہوں سے بچنا چاہیے

یاد رکھو! جس جگہ فتنے میں پڑنے کا اندیشہ ہو وہاں نہیں جانا چاہیے، اسی لیے نقل کیا گیا ہے کہ: اِتَّقُوْا مَوَاضِعَ التُّهَمِ.

ترجمہ: تہمت کی جگہوں سے اپنے آپ کو بچاؤ۔

جہاں شراب بکتی ہو وہاں اگر تم دودھ بھی پیوگے تب بھی لوگ کہیں گے کہ: یہ شراب پی رہا ہے، کوئی یہ نہیں دیکھے گا کہ گلاس میں کیا ہے؟ اس لیے جہاں جانے سے تہمت آسکتی ہو وہاں مت جاؤ، یہ بہت ضروری ہے اور اس کے لیے دنیا کا نقصان کرنا پڑے تو کرو؛ لیکن آخرت کا نقصان مت ہونے دو، آخرت کا نقصان بڑا خطرناک ہے۔

دعا کی قبولیت اور یوسف علیہ السلام جیل میں

خیر! جب حضرت یوسف علیہ السلام نے دعا مانگی تو اللہ نے ان کی دعا قبول فرمالی:

فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ.

ترجمہ: سو ان (یوسف علیہ السلام) کے رب نے ان کی دعا کو قبول کرلیا، سو اس (رب) نے عورتوں کی چال کو ان سے دور کر دیا، یقیناً وہ (اللہ تعالیٰ) ہر بات سننے والے، جاننے والے ہیں ﴿۳۴﴾

جب بات پورے شہر میں پھیل گئی اور زلیخا نے مجلس میں سب کے سامنے اقرار بھی کرلیا اور دھمکی بھی دے دی تو اب وزیر صاحب کو شرم آئی؛ اس لیے انھوں نے ایک چال یہ چلی کہ انھوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کہا کہ: یوسف! تم پاک ہو، تم نے گناہ نہیں کیا؛ لیکن اس بات کے چرچے کو ختم کرنے کے لیے ہم آپ کو تھوڑے دنوں کے لیے جیل میں رکھتے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل میں بھیج دیا۔

اللہ سے ہمیشہ عافیت مانگنی چاہیے

جب جیل میں پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ: یوسف! یہ جیل کی مصیبت تم نے خود مانگی ہے۔

اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں فرمایا کہ: اللہ سے ہمیشہ عافیت مانگو۔

ایک صحابی بیٹھ کر دعا مانگ رہے تھے: اے اللہ! مجھے صبر دے۔ صبر بہت اچھی چیز ہے؛ لیکن حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: صبر کی دعا مت مانگو۔

اس لیے کہ صبر کی ضرورت کب پڑتی ہے؟ پہلے مصیبت آتی ہے، اس کے بعد اس مصیبت پر صبر کرے؛ اس لیے اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ عافیت ہی کا سوال کرنا چاہیے، حدیث میں عافیت کے بارے میں ایک بہت جامع دعا آئی ہے:

اللّٰهم اني أَسْئَلُكَ تمامَ العافية و أسئلك دوامَ العافية و أسئلك الشكرَ

علی العافیة.

ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے مکمل تندرستی اور دائمی صحت اور تندرستی پر شکر گزاری کا سوال کرتا ہوں۔

پھر آگے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿٣٥﴾

ترجمہ: پھر (یوسف علیہ السلام کی سچائی و پاکدامنی کی) نشانیاں دیکھنے کے بعد ان کو یہ سمجھ میں آیا کہ اس (یوسف) کو ایک مدت تک جیل میں رکھیں ﴿۳۵﴾

جیل کی مصیبت حقیقت میں رحمت بن گئی

اب آپ جیل میں پہنچ گئے؛ لیکن شروع میں یہ جیل دیکھنے میں مصیبت تھی، بعد میں حقیقت میں رحمت بن گئی؛ اس لیے کہ جیل میں جانے کے بعد آپ کو بادشاہت ملی۔

جس وقت حضرت یوسف علیہ السلام جیل میں داخل ہوئے تو ان کے ساتھ دوسرے دو شاہی خادم قیدی بن کر داخل ہوئے تھے، انھوں نے ایک خواب دیکھا جس کی تعبیر حضرت یوسف علیہ السلام نے بتلائی جو صحیح ثابت ہوئی، ان میں سے ایک شاہی خادم واپس بادشاہ کا خادم بن گیا، ایک دن بادشاہ نے ایک عجیب خواب دیکھا، جس کی تعبیر کوئی بھی نہ بتلا سکا، اس قیدی نے بادشاہ سے اجازت لیکر جیل میں جا کر حضرت یوسف علیہ السلام سے خواب کی تعبیر پوچھی، آپ نے خواب کی تعبیر بھی بتلائی اور تدبیر بھی بتلائی۔

خود بادشاہ کی حضرت یوسف علیہ السلام سے ملنے کی خواہش

جب وہ تعبیر بادشاہ کے پاس پہنچی تو بادشاہ کو بڑا تعجب ہوا کہ ہمارے جیل

خانے میں ایک ایسا قیمتی آدمی ہے، اس کا علم تو بہت اونچا ہے، بادشاہ نے یہ کہلوایا کہ: اس آدمی کو جیل سے نکال کر میرے پاس لاؤ، میں خود اس سے ملنا چاہتا ہوں۔

یہ اللہ کی قدرت تھی، اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل سے نکالنے کے واسطے عزت کا راستہ عنایت فرمایا اور خود بادشاہ نے اپنا آدمی بھیجا اور حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے دربار میں بلایا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی عجیب ہمّت

جب بادشاہ کا آدمی جیل خانے میں حضرت یوسف علیہ السلام کو بلانے آیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ: میری ایک شرط ہے، جب تک وہ شرط پوری نہیں ہوگی وہاں تک میں جیل سے باہر نہیں جاؤں گا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْـَٔلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ.

ترجمہ: اور بادشاہ نے (تعبیر سن کر) فرمایا کہ: اس (یوسف) کو (جیل سے نکال کر) میرے پاس لاؤ، سو جب (بادشاہ کا) قاصد یوسف (علیہ السلام) کے پاس پہنچا، تو یوسف (علیہ السلام) نے (قاصد سے) فرمایا: تو تیرے بادشاہ کے پاس واپس جا اور تو اس (بادشاہ) کو پوچھ: جن عورتوں نے اپنے ہاتھ کاٹ دیے تھے ان کی حقیقت کیا ہے؟

یعنی پہلے اپنے بادشاہ سے پوچھو کہ: مصر کی جن عورتوں نے اپنی انگلیاں کاٹ ڈالی تھیں ان کا کیا حال ہے؟

یہ ایک نبی کی ہمت کی بات ہے کہ خود بادشاہ کا آدمی بلانے آیا تو کہا: میں ایسے

نہیں آؤں گا؛ بلکہ پہلے تحقیق ہونی چاہیے کہ مجھ پر جو تہمت لگی تھی اس کی حقیقت کیا ہے؟

حضرت یوسف علیہ السلام چاہتے تھے کہ اللہ تو جانتے ہیں کہ میں پاک ہوں، زلیخا کو بھی معلوم ہے کہ میں پاک ہوں؛ لیکن بادشاہ سلامت کو بھی معلوم ہو جائے، زلیخا کے شوہر کو بھی معلوم ہو جائے اور مصر کے لوگوں کو بھی معلوم ہو جائے کہ میں بے گناہ ہوں۔

حضرت نبیٔ کریم ﷺ کا امّت کی خیر خواہی میں ارشاد

اِس موقع پر حدیث میں حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے بڑی عجیب بات ارشاد فرمائی، آپ ﷺ ارشاد فرمایا کہ: جتنی مدّت حضرت یوسف علیہ السلام جیل میں رہے اگر اتنی مدّت میں جیل میں رہتا اور پھر مجھے جیل سے بلایا جاتا تو میں فوراً قبول کر لیتا۔

اسی طرح جب بادشاہ کے خواب کی تعبیر کی بات آئی تھی تب بھی میں یوں شرط لگاتا کہ: پہلے مجھے جیل سے نکالو پھر میں تعبیر بتاؤں گا۔

آپ ﷺ کی یہ بات عام انسانوں کی خیر خواہی کے اعتبار سے مناسب اور افضل ہے؛ اس لیے کہ حضور ﷺ سمجھتے تھے کہ بادشاہوں کے مزاج کا کوئی بھروسہ نہیں، جب موڈ میں ہوتے ہیں تو اونٹ بھی نکل جاتا ہے اور جب موڈ میں نہیں ہوتے تو انڈا بھی نہیں نکلتا۔

اس سے عام انسانوں کو یہ تعلیم ملتی ہے کہ جب اس طرح رہائی کا موقع آئے تو فوراً نکل جاوے؛ اس لیے کہ ہوسکتا ہے کہ بادشاہ کی رائے بدل جائے اور سزا برابر باقی رہے؛ اس لیے حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے عام امت کی خیر خواہی میں یہ بات ارشاد فرمائی اور ساتھ ہی حضرت یوسف علیہ السلام کی جرأت اور اعلیٰ ہمّت کی تعریف بھی ہوگئی۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے اعلیٰ اخلاق

اِس جگہ حضرت یوسف علیہ السلام کے اخلاق کو دیکھو کہ جو بات کہنی تھی کہہ دی؛ لیکن آپ نے زلیخا کا نام نہیں لیا، آپ چاہتے تو صاف لفظوں میں کہہ دیتے کہ: بادشاہ سے کہو کہ زلیخا سے پوچھے کہ کون صحیح تھا اور کون غلط؟

یہ نبی کا حال ہوتا ہے کہ کسی کی عزت نہیں جانی چاہیے، ہاں! اپنا حق ہے، جو مقدمہ ہے وہ کرو؛ لیکن ادب واحترام کے ساتھ، اس بات کا خیال کر کے کہ کسی مؤمن کی عزت نہ جائے۔ اسی طرح جس گھرانے میں بڑے ہوئے اس گھرانے کا حق ادا کرنا شریف انسانوں کی فطرت ہوتی ہے۔

آگے ارشاد فرماتے ہیں: ﴿اِنَّ رَبِّیْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ﴾

ترجمہ: یقیناً میرے رب تو ان عورتوں کے سب فریب کو خوب اچھی طرح جانتے ہیں۔

بادشاہ کی مصری عورتوں سے تحقیق

جب یہ بات بادشاہ تک پہنچی تو بادشاہ نے فوراً حکم کیا کہ: زلیخا کو دربار میں بلاؤ اور جن جن عورتوں انگلیاں کاٹی تھیں ان سب کو دربار میں لاؤ، اور بھری مجلس میں سب کے سامنے سوال کیا: قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ.

ترجمہ: اس (بادشاہ) نے ان (عورتوں کو بلوا کر ان) سے پوچھا: تم نے جب یوسف کو پھسلانے کی کوشش کی تھی، اس واقعہ کی (صحیح) حقیقت کیا ہے؟

اِس سے معلوم ہوا کہ خود بادشاہ حضرت یوسف علیہ السلام کو بے گناہ سمجھتا تھا، اور

اللہ کی قدرت کہ تھوڑے دنوں کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کی برکت سے اس بادشاہ کو ایمان کی دولت نصیب ہوئی اور ایمان پر اس بادشاہ کی موت ہوئی۔

عورتوں کا اقرار

جب بھرے دربار میں بادشاہ نے ان عورتوں سے سوال کیا تو انھوں صحیح اور سچی بات بتلادی: ﴿قُلۡنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمۡنَا عَلَيۡهِ مِنۡ سُوۡٓءٍ﴾

ترجمہ: تو عورتیں کہنے لگیں: حاشَ للہ! (یعنی اللہ تعالیٰ تو پاک ہے یا یوسف اللہ کے واسطے گناہ سے دور ہے) ہم کو اس (یوسف) میں ذرا بھی برائی معلوم نہیں ہوئی۔

تمام عورتوں نے ایک زبان ہو کر کہا: اللہ کی قسم! ہم نے یوسف میں کوئی برائی نہیں دیکھی، یوسف تو بہت پاک آدمی ہے۔

خود زلیخا کا اقرار

پھر زلیخا نے بھی اقرار کیا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

قَالَتِ امۡرَاَتُ الۡعَزِيۡزِ الۡـٰٔنَ حَصۡحَصَ الۡحَقُّ اَنَا رَاوَدۡتُّهٗ عَنۡ نَّفۡسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيۡنَ ﴿۵۱﴾

ترجمہ: عزیز کی بیوی (زلیخا) بولی کہ: اب جب سچی بات (سب کے سامنے) کھل گئی تو واقعہ یہ ہے کہ میں نے ہی اپنی خواہش پوری کرنے کے لیے اس (یوسف) کو پھسلایا تھا۔

آج بھرے دربار میں تمام عورتوں نے اپنی غلطی کا اقرار کر لیا کہ: یوسف بے گناہ تھے، ہم نے ہی یوسف کو پھنسانے کی کوشش کی تھی۔

آدمی خود اچھا رہے چاہے دنیا والے کچھ بھی کہے

دینی بہنو! اس واقعے سے ہم کو یہ سبق ملا کہ ہم اپنی جگہ پاک صاف رہیں اور اپنے آپ کو گناہ سے بچا کر رکھیں، دنیا چاہے کچھ بھی کہے، کوئی الزام لگائے، تہمت لگائے؛ لیکن ہم پاک صاف رہیں گے تو ان شاء اللہ! ایک دن اللہ لائیں گے کہ دنیا کو پتہ چل جائے گا کہ یہ آدمی سچا ہے، اللہ کی مدد آئے گی۔

کبھی کسی کا احسان نہیں بھولنا چاہیے

حضرت یوسف علیہ السلام فرمانے لگے:

ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ.

ترجمہ: (جب یوسف علیہ السلام نے اس سچائی کے ظاہر ہونے کی خبر جیل میں سنی تو کہا) میں نے یہ تحقیق اس لیے کرائی کہ عزیز جان لیوے کہ میں نے اس کی غیر حاضری میں (اس کی بیوی سے) کوئی خیانت نہیں کی، یقیناً اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کے فریب کو نہیں چلنے دیتے ﴿۵۲﴾

یعنی زلیخا کا شوہر مجھے بازار سے خرید کر لایا تھا، جس نے میرا اکرام کیا، جس نے مجھے عزت سے رکھا، اس کے دل میں یہ نہیں ہونا چاہیے کہ جس کو میں نے عزت سے رکھا تھا اسی نے میری بیوی پر غلط نگاہ اٹھائی، میں اپنے مالک زلیخا کے شوہر کو یہ بتلانا چاہتا تھا کہ میں نے تیری غیر حاضری میں جب تو آفس جاتا تھا تیری بیوی کے ساتھ کوئی غلط کام نہیں کیا اور میرا تو ایمان اور یقین ہے کہ جو آدمی بھی خیانت اور برائی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو کبھی صحیح راستہ نہیں بتلاتا۔

کوئی آدمی ہم پر بھروسہ کرے تو ہمیں اس کے بھروسے کو پورا کرنا چاہیے، کسی نے ہمارے حوالے اپنا کاروبار کر دیا تو ایسے موقع پر ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ چاہے دکان کا مالک میری ہر ایک چیز کو نہیں دیکھتا؛ لیکن میرے اللہ میری ہر چیز کو دیکھتے ہیں، اگر میں خیانت کروں گا تو اللہ کبھی مجھے کامیاب نہیں ہونے دیں گے، اور اگر میں امانت داری سے رہوں گا تو اللہ تعالیٰ مجھے دنیا اور آخرت میں کامیاب کریں گے۔

حقیقت کا اعلان

اس موقع پر حضرت یوسف علیہ السلام کی احتیاط دیکھیے کہ آپ نے یہ ارادہ کیا کہ پہلے بات صاف ہو جانی چاہیے؛ اس لیے کہ اگر بادشاہ کی طرف سے شاہی انعام مجھے ملا، میرا اکرام کیا گیا، حکومت میں کوئی اہم منصب حوالے کیا گیا تو لوگ اس کی وجہ سے میرے خلاف زبان سے کوئی بات تو نہیں بولیں گے؛ لیکن ان کے دل میں میرے متعلق بدگمانی رہے گی کہ یہ یوسف وہی تو ہے جس کا اس طرح کا کوئی معاملہ ہوا تھا؛ اس لیے آپ نے پہلے ہی سے معاملے کی صفائی کروادی۔

اللہ کو تو معلوم ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام بے قصور ہیں اور وہ عورتیں واقعی قصوروار ہیں جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿إِنَّ رَبِّي بِكَيْدِهِنَّ عَلِيمٌ﴾

یعنی یقیناً میرے رب تو ان عورتوں کے سب فریب کو خوب اچھی طرح جانتے ہیں۔

اس سے ہم کو ایک اہم سبق یہ ملا کہ بعض مرتبہ لوگ کسی دنیوی مرتبہ یا منصب کی وجہ سے کسی کے خلاف کوئی بات نہ بولے تو وہ ان کی ایک مجبوری ہوتی ہے؛ لیکن دل سے لوگ کُڑھتے ہیں؛ اس لیے بات کی صفائی کر لینا بہتر ہے؛ تاکہ ہم لوگوں کو

بدگمانی کے گناہ میں مبتلا نہ کریں۔

لوگ جب کسی دنیوی منصب کی وجہ سے کسی کے خلاف زبان نہیں کھولتے ہیں اور پھر جب وہ منصب چلا جاتا ہے تو اس قصوروار انسان کی کیا گت بنتی ہے اس کے مشاہدے ہوتے ہی رہتے ہیں۔

مدرسے کے مال میں خیانت کا ایک عبرت ناک واقعہ

ہمارے ایک مرحوم دوست یوسف علی شیخ ویسما والے نے ایک عجیب قصہ سنایا تھا کہ: ان کے دوست کے ابا کا انتقال ہوگیا، انتقال کے بعد ان کا پورا بدن کالا پڑ گیا اور ان کے بدن پر دھبّے پڑ گئے، بہت بری شکل ہوگئی۔ اللہ ایسی بری موت سے ہماری حفاظت فرمائے، آمین۔ غسل دینے کے بعد بہت بری شکل ہوگئی تو اس نے اس کے بیٹے سے پوچھا کہ: بھائی! تیرے ابا کا ایسا حال کیوں ہوگیا؟

اس نے کہا کہ: میرے باپ کا ایک خاص گناہ مجھے معلوم ہے، اس گناہ کی وجہ سے مجھے لگتا ہے میرے باپ کو مرنے کے فوراً بعد سزا ہوئی ہے اور وہ گناہ یہ ہے کہ میرے ابا محلے کی مسجد اور مدرسے کے ذمے دار تھے اور اس کے پیسہ ان کے پاس رہتے تھے، وہ ان پیسوں کا حساب صحیح نہیں رکھتے تھے، مسجد اور مدرسہ کے پیسوں میں سے بھی گھر کا خرچہ ہوجاتا تھا۔

اس لیے ہمیشہ یاد رکھو کہ کوئی بھی ذمے داری ہمارے پاس ہو؛ چاہے چھوٹی ہو یا بڑی ہو تو اس کو امانت داری سے نبھاؤ، اس میں خیانت مت کرو۔

بہرحال! بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل میں سے بلایا، چنانچہ حضرت

یوسف علیہ السلام جیل سے پوری آن بان اور شان کے ساتھ بادشاہ کے دربار میں تشریف لاتے ہیں، پھر اس کے بعد وہ بادشاہ ان کو اپنا خاص آدمی بنا لیتا ہے۔

تقویٰ کی بدولت عزت

اِس قصے میں غور کرنے کی بات یہ ہے کہ تقوے کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کیسا مقام دیا:

اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ۝۹۰

ترجمہ: حقیقت بات یہ ہے کہ جو آدمی بھی گناہوں سے بچتا ہے اور (مصیبت پر) صبر کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ (ایسی) نیکی کرنے والوں کا ثواب ضائع نہیں کرتے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے آپ کو پاک دامنی سے رکھا تو بعد میں ایک کے بعد ایک تمام لوگوں نے آپ کی پاک دامنی کا اقرار کیا۔

① بھائی جو کسی زمانے میں دشمن تھے وہ بھی سب آپ کی تعریف کرنے والے بن گئے:

قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِئِيْنَ۝۹۱

ترجمہ: وہ (بھائی لوگ) کہنے لگے: اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے تجھ کو (ہر اعتبار سے) ہم پر فضیلت (یعنی ترجیح) دی، اور یقیناً ہم ہی لوگ غلطی کرنے والے تھے۔

② عزیزِ مصر کی بیوی زلیخا جو آپ پر تہمت لگا رہی تھی وہ بھی اپنے آپ کو قصوروار اور حضرت یوسف علیہ السلام کے عفیف ہونے کا اعلان کر رہی ہے:

قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ۡ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ

وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۵۱﴾

ترجمہ: عزیز کی بیوی (زلیخا) بولی کہ: اب جب سچی بات (سب کے سامنے) کھل گئی تو واقعہ یہ ہے کہ میں نے ہی اپنی خواہش پوری کرنے کے لیے اس (یوسف) کو پھسلایا تھا۔

③ شہر کی بڑی عورتیں جو کسی زمانے میں زلیخا کے ساتھ تھیں وہ بھی حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی کا اقرار کرتی ہیں:

قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ.

ترجمہ: تو عورتیں کہنے لگیں: حاشَ للہ! (یعنی اللہ تعالیٰ تو پاک ہے یا یوسف اللہ کے واسطے گناہ سے دور ہے) ہم کو اس (یوسف) میں ذرا بھی برائی معلوم نہیں ہوئی۔

④ زلیخا کا ایک رشتے دار بچے نے گواہی دی:

وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۲۶﴾ وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۷﴾

ترجمہ: اور اس (عورت) کے خاندان والوں میں سے ایک (چھوٹے بچے) نے گواہی دی، اگر اس (یوسف) کا کرتہ آگے کی طرف سے پھٹا ہے تو عورت سچی ہے اور وہ (یوسف) جھوٹوں میں سے ہے ﴿۲۶﴾ اور اگر اس (یوسف) کا کرتہ پیچھے کی طرف سے پھٹا ہے تو عورت جھوٹی ہے اور وہ (یوسف) سچوں میں سے ہے ﴿۲۷﴾

⑤ خود عزیز مصر نے کہا: ﴿يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا﴾

ترجمہ: (عزیز نے کہا) یوسف! اس بات کا چرچا اب جانے دو۔

معلوم ہوا کہ اگر آدمی واقعی تقویٰ اپنائے اور عفّت اور پاک دامنی سے رہے تو ایک وقت آتا ہے کہ اللہ تہمتوں کے بادل چھٹا دیتے ہیں اور دشمنوں سے بھی عفت اور پاک دامنی کا اعلان کرواتے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی زلیخا کے ساتھ شادی

جب زلیخا کے شوہر ''قطفیر'' کا انتقال ہوگیا تو اُس کے مرجانے کے بعد زلیخا کی شادی حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ ہوئی، یہ نکاح خود مصر کے بادشاہ نے کروایا تھا، ایک زمانہ آیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے پورے مصر کا بادشاہ بنایا۔

زلیخا کو اپنے کیے ہوئے کام پر افسوس

نکاح ہوجانے کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام نے ایک دن زلیخا سے فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ: ایک وقت وہ تھا کہ تو ناجائز، غلط اور حرام طریقے سے خواہش پوری کروانا چاہتی تھی، آج دیکھو! اللہ تعالیٰ نے حلال اور جائز طریقے سے ہم دونوں کو جمع کر دیا، جو تم چاہتی تھی اس کے مقابلے میں کیا یہ نکاح والا طریقہ اس سے بہتر نہیں ہے؟

معلوم ہوا کہ ناجائز غیر شرعی طریقے سے تعلّقات قائم کر کے خواہش پوری کرنے کے مقابلے میں ''نکاح'' کا حلال طریقہ ہی بہتر اور فائدہ والا ہے، آج کل بغیر شادی کے لڑکے اور لڑکی کا ایک ساتھ رہنے اور (Live in relafino) کے عنوان سے غلط تعلقات قائم کر کے حرام کاری کرنے کو صحیح قرار دیا جاتا ہے جو ہرگز شرعی اور اخلاقی طور پر صحیح نہیں ہے۔

بہر حال! زلیخا نے اپنی زندگی کے کیے ہوئے ان ناجائز اور غلط پلان پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی، توبہ کی، گناہ کا اقرار کر کے استغفار کیا کہ میں بہت بڑی غلطی میں تھی، مجھے سمجھ نہیں تھی اور میں نے آپ کو غلط کام میں پھنسانے کی پلاننگ کی تھی، اللہ مجھے معاف کر دیوے، زلیخا نے اللہ تعالیٰ سے توبہ کی، معافی مانگی، شادی کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام اور زلیخا کی زندگی اچھے طریقے سے گزرنے لگی۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی برکت سے زلیخا کی عبادت

اللہ تعالیٰ کی شان دیکھو! حضرت یوسف علیہ السلام اللہ کے نبی ہیں، اور زلیخا کے شوہر بھی ہے، زلیخا اب ان کی بیوی بن گئی ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ رہنے اور ایک نبی کے گھر میں رہنے کی برکت سے زلیخا کو اپنے زمانے کی ولیہ بنا دیا، حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ رہ کر زلیخا بھی بہت نیک اور صالحہ عورت بن گئی، بڑی اللہ کی عبادت کرنے والی بن گئی، اللہ کا ذکر کرنے والی بن گئی، اللہ سے محبت اور پیار کرنے والی بن گئی۔

ایک زمانہ ایسا آیا کہ زلیخا اللہ تعالیٰ کی بہت زیادہ عبادت کرتی تھی، اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتی تھی، اللہ سے محبت کرتی تھی، دوسری طرف نکاح کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے دل میں زلیخا کی محبت اس سے بھی زیادہ پیدا فرما دی جتنی پچھلے دنوں زلیخا کو حضرت یوسف علیہ السلام سے محبت تھی، اور شوہر کو اپنی بیوی سے اور بیوی کو اپنے شوہر سے گہری محبت ہونی ہی چاہیے۔

یہاں تک کہ ایک مرتبہ حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا سے شکایت کی کہ: اس

کی کیا وجہ ہے کہ تم مجھ سے اب اتنی محبت نہیں رکھتی جتنی پہلے رکھتی تھی؟

زلیخا نے جواب دیا: اے اللہ کے نبی! آپ کے ساتھ رہنے کی برکت اور آپ کے وسیلے سے اب میرے دل میں اللہ کی محبت پیدا ہوگئی ہے، اس کی وجہ سے اب میرے دل میں سے دوسروں کی محبت، دوسرے تعلقات اور خیالات کمزور ہونے لگے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس نکاح سے زلیخا کو ایک بیٹی عطا فرمائی، اس کا نام ''لیّا'' تھا، اور دو بیٹے بھی پیدا ہوئے، ایک کا نام ''افرائیم'' اور دوسرے کا نام ''منشا'' تھا۔ اس بیٹی ''لیا'' کا نکاح بعد میں اللہ کے ایک نبی حضرت ایوب علیہ السلام سے ہوا، ان کی عجیب و غریب قربانی کا واقعہ اس کے بعد آرہا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس قصے میں جو نصیحت کی باتیں ہیں اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وأخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

❁❁❁

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ

کا ایمان افروز واقعہ

(پہلی قسط)

مختصر تعارف

نام: بہت اختلاف ہے، مؤرخین نے ان کا نام ''یوخاند'' یا ''تحیب'' یا ''یوخایذ'' یا ''باختہ'' یا پھر ''لوحابنت ھاند بن لاوی بن یعقوب علیہ السلام'' بتلایا ہے۔

بعض جگہوں پر آپ کا نام اریافت یا لوحا بھی ملتا ہے۔

تفسیر مقاتل ابن سلیمان میں ہے کہ ان کا نام ''یوکابذ'' کہا ہے، جو لاوی بن یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے تھیں۔

جمہور علمائے امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سیدنا موسی علیہ السلام کی والدہ نبیہ نہیں تھیں، ان کی طرف وحی کیے جانے کا جو ذکر قرآن میں آیا ہے اس کا مطلب الہام ہے کہ اللہ تعالی نے ان کے دل میں ایک کام کرنے کی بات ڈالی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِاَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا،مَنْ یَّھدِہِ اللّٰہُ فَلَامُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھادِیَ لَہٗ وَنَشْھدُ اَنْ لَّااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ شَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ،صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَ اَھلِ بَیْتِہٖ وَاَھلِ طَاعَتِہٖ، وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً

اَمَّا بَعْدُ!فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِذْ اَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اُمِّكَ مَا یُوْحٰٓى ﴿۳۸﴾ اَنِ اقْذِفِیْهِ فِی التَّابُوْتِ فَاقْذِفِیْهِ فِی الْیَمِّ فَلْیُلْقِهِ الْیَمُّ بِالسَّاحِلِ یَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّیْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ ؕ وَاَلْقَیْتُ عَلَیْكَ مَحَبَّةً مِّنِّیْ ۚ وَلِتُصْنَعَ عَلٰی عَیْنِیْ ﴿۳۹﴾ اِذْ تَمْشِیْٓ اُخْتُكَ فَتَقُوْلُ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰی مَنْ یَّكْفُلُهٗ ؕ فَرَجَعْنٰكَ اِلٰٓی اُمِّكَ كَیْ تَقَرَّ عَیْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ؕ وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّیْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا ۟ فَلَبِثْتَ سِنِیْنَ فِیْٓ اَهْلِ مَدْیَنَ ۙ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰی قَدَرٍ یّٰمُوْسٰی ﴿۴۰﴾

ترجمہ:اس وقت کو یاد کرو(وہ احسان یہ ہے کہ)جب ہم نے تمھاری اماں کو (الہام کے ذریعے)حکم بھیجا جو ہم آگے سنا رہے ہیں﴿۳۸﴾(وہ حکم یہ تھا) کہ اس (بچے موسیٰ) کو صندوق میں رکھ دو، پھر اس (صندوق) کو دریا میں ڈال دو، پھر دریا اس (صندوق) کو کنارے پر لا کر ڈال دے گا جس کے نتیجے میں ان (موسیٰ علیہ السلام) کو ایک ایسا آدمی (یعنی فرعون) اٹھائے گا جو میرا بھی دشمن ہے اور ان (موسیٰ علیہ السلام) کا بھی دشمن ہے اور (اے موسیٰ!) میں نے تم پر اپنی طرف سے محبت ڈال دی اور (یہ سب کام

اس لیے کیے) تا کہ تم میری نظروں کے سامنے پرورش پاؤ ﴿۳۹﴾ (اس وقت کو یاد کرو) جب تمھاری بہن (گھر سے) چلتی ہوئی آئی اور (فرعون کے ملازموں سے) کہنے لگی: کیا میں تم کو اس (عورت) کا پتہ بتاؤں جو اس بچے کی پرورش کرے؟ پھر (اس طرح) ہم نے تم کو تمھاری ماں کے پاس واپس لوٹا دیا؛ تا کہ اس (تمھاری ماں) کی آنکھ ٹھنڈی رہے اور وہ غمگین نہ ہو اور تم نے (غلطی سے) ایک (فرعونی) آدمی کو مار ڈالا تھا، پھر ہم نے تم کو اس غم (پریشانی) سے نجات دی اور ہم نے تمھارے بہت سارے امتحانات لیے پھر تم کئی سال مدین والوں میں رہے، پھر تم اے موسیٰ! مقدر سے (یعنی تقدیر کے فیصلے کے مطابق یہاں) آئے ﴿۴۰﴾ (سورۂ طٰہٰ)

موجودہ دور میں مسلمانوں کی دو اہم فکریں (ٹینشن)

اس وقت پورے ملک میں؛ بلکہ پوری دنیا میں مسلمان یہ سوچ رہے ہیں کہ سب ہمارے دشمن ہیں، جن کو ہم آج تک اپنا دوست اور وفادار سمجھتے تھے وہ بھی دشمن بنے ہوئے نظر آرہے ہیں۔

دوسری فکر مسلمانوں کو یہ ہو رہی ہے کہ مسلمانوں کو ختم کرنے کا پلان بن رہا ہے ایسے حالات میں ہماری حفاظت کیسے ہوگی اور کس طرح ہماری جان مال، عزت آبرو کی حفاظت ہوگی۔

ہماری ہر پریشانی کا علاج قرآن میں موجود ہے

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں ہر چیز کی رہبری رکھی ہے اور ہماری ہر الجھن اور ہر ٹینشن کا علاج بیان فرمایا ہے، اِس وقت مسلمانوں کو جو الجھن ہے یہ آج سے ہزاروں

سال پہلے مصر میں جب فرعون کی حکومت تھی، اور خاندانِ بنی اسرائیل کے لوگ وہاں رہتے تھے اس وقت ان کے سامنے بھی یہی الجھنیں اور پریشانیاں تھیں؛ اس لیے کہ فرعون نے یہ طے کرلیا تھا کہ بنی اسرائیل کو کمزور کرنا ہے اور خاص طور پر بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہو رہے تھے تو ان کو کیسے قتل کر کے ختم کر دینا اس کی بہت بڑی سازش اور پلاننگ وہ لوگ کر رہے تھے۔

مصر میں اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے ان کی کیسے حفاظت فرمائی، اگر آج مسلمان اس طریقے کو اپنا لے تو اللہ تعالیٰ آج بھی ہماری حفاظت فرمائیں گے۔

موجودہ حالات میں ہمارے لیے اِس واقعے میں بہت بڑا سبق

ابھی میں نے جو آیات آپ کے سامنے پڑھیں اس میں اللہ تعالیٰ کے ایک بہت بڑے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مصر میں عجیب حالات میں پیدائش کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، اِس وقت پوری دنیا کے مسلمان جن حالات سے گزر رہے ہیں تو اس واقعے میں ہم مسلمانوں کے لیے بہت بڑا سبق ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا نام

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے نام میں بہت اختلاف ہے، اس سلسلے میں مؤرخین کے اقوال یہ ہیں: ① یوخاند ② یحیب ③ یوخایذ ④ باختہ ⑤ اریافت ⑥ یوکابد ⑦ لوحا بنت ھاند بن لاوی بن یعقوب علیہ السلام۔

جمہور علمائے امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سیدنا موسی علیہ السلام کی والدہ نبیہ نہیں تھیں۔

مصر کی حکومت قبطی خاندان میں

اس زمانے میں مصر کی حکومت قبطی خاندان کے لوگ پاس تھی اور فرعون کا تعلق بھی قبطی خاندان سے تھا، ایک دوسرا خاندان اس زمانے میں مصر میں رہتا تھا جن کا نام ''بنواسرائیل'' ہے، حضرت یعقوب علیہ السلام کا دوسرا نام اسرائیل ہے، ان کی اولاد کو بنو اسرائیل کہتے ہیں، یہ اصل مصر کے رہنے والے نہیں تھے؛ لیکن تقریباً چارسو (۴۰۰) سال سے مصر میں آباد ہو گئے تھے۔

چارسو سال زائد سے رہنے کے باوجود حقِ شہریت حاصل نہیں

یہ بھی دنیا میں ایک بہت بڑا ظلم ہے کہ جو لوگ چارسو (۴۰۰) سال سے زیادہ سے رہتے ہیں پھر بھی ان کو پردیسی سمجھا جاتا ہے، بنی اسرائیل کا اصل وطن ملکِ شام تھا، وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے سے وہاں بسے ہوئے تھے؛ لیکن اقلیت میں تھے، اور ان کو ''پردیسی'' یعنی دوسرے ملک کے آئے ہوئے سمجھا جاتا تھا، یہ بھی اس زمانے کا خطرناک تعصب ہے جو علاقائی بنیاد پر ہوتا ہے، اسلام اس کو پسند نہیں کرتا۔

فرعون کا خواب

فرعون نے ایک خواب دیکھا کہ: بیت المقدس سے ایک آگ نکل کر مصر آئی، اور قبطی لوگوں کے جتنے مکانات ہیں اس میں یہ آگ لگی اور بنواسرائیل کے گھروں کو کچھ نہیں ہوا۔

معلوم ہوا کہ کافروں کو بھی سچے خواب آتے ہیں، فرعون کافر تھا اس نے یہ صحیح

سچا خواب دیکھا۔

فرعون کی حیرانی اور خواب کی تعبیر

فرعون خواب دیکھ کر بہت حیران ہوا، صبح جب دربار لگا، اس کے دربار میں بڑے بڑے عالم تھے، اس نے اپنا خواب بیان کیا اور کہا کہ: مجھے اس کی تعبیر بتاؤ۔

اس کو یہ تعبیر بتائی گئی کہ بیت المقدس بنو اسرائیل کا وطن ہے، اور بیت المقدس سے آگ نکلی، اس کا مطلب یہ ہے کہ بنو اسرائیل میں سے ایک لڑکا پیدا ہوگا اور وہ لڑکا مصر میں فرعون کی حکومت کو ختم کردے گا۔

فرعون کا اپنے درباریوں سے مشورہ

جب اس نے یہ تعبیر سنی تو اس کو بڑی فکر ہوئی، اس نے اپنے درباریوں سے مشورہ کیا کہ: ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

فرعون بھی مشورہ سے کام کرتا تھا اور آج مسلمانوں کو مشورہ سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔

بنو اسرائیل کے بچوں کو قتل کرنے کا مشورہ

درباریوں نے یہ مشورہ دیا کہ: ہم ایسا قانون بنا دیں کہ اگر بنو اسرائیل کے کسی خاندان میں بچہ پیدا ہو تو فوراً اس کو قتل کر دیا جائے؛ تاکہ خواب میں جو بچہ دکھایا گیا ہے وہ بھی قتل ہو جاوے اور فرعون کی حکومت کو کوئی ختم نہ کر سکے، اور اسی پر عمل کر کے بنی اسرائیل کے بہت سارے بچوں کو قتل کیا گیا۔

ظالم حکمرانوں کا معصوم بچوں کو قتل کرنا فرعون کے زمانے سے چلا آرہا ہے

معلوم ہوا کہ ظالموں کی طرف سے بچوں کے قتل کرنے کا گناہ دنیا میں کوئی نیا نہیں ہے؛ بلکہ یہ فرعون کے زمانے سے چلا آیا ہوا ناپاک طریقہ ہے کہ ظالم جب ظلم کرنے پر اترتے ہیں اور حکومت کے نشے میں آتے ہیں تو معصوم معصوم بچوں کو بھی وہ قتل کرتے ہیں۔

سب بچوں کو قتل کردیں گے تو ہمارا کام کون کرے گا؟

بنی اسرائیل کے ایک دو نہیں؛ بلکہ ہزاروں بچوں کو جب قتل کردیا گیا تو یہ فکر پیدا ہوئی کہ بنی اسرائیل کے سب بچوں کو قتل کرتے ہیں تو پھر ہم لوگوں کے گھروں اور کھیتوں میں کام کون کرے گا؟

اس لیے کہ فرعونی لوگ سیٹھ بنے ہوئے تھے، ان کی کھیتی باڑی بھی تھی اور اس میں مزدوری کا کام بنی اسرائیل کے لوگ کرتے تھے، بنی اسرائیل کی عورتیں فرعونیوں کے گھروں میں برتن دھونے وغیرہ کا کام کرتی تھیں۔

حالات کی وجہ سے مشورے بھی بدلنے پڑتے ہیں

اب ایک نئی صورتِ حال ہوگئی تو لوگ یہ امور مشورے میں لا رہے ہیں، حالات بدلتے ہیں تو نئے امور مشورے میں لانے پڑتے ہیں اور اس پر دوبارہ ساتھیوں سے رائے لینی پڑتی ہے، ایک ہی وقت کا مشورہ اور فیصلہ قیامت تک کا نہیں ہوتا،

قیامت تک باقی رہنے والی چیز صرف قرآن اور حدیث ہے، حالات بدلتے ہیں تو مشورے بھی بدلنے پڑتے ہیں۔

ایک سال بچوں کو قتل کرنا اور ایک سال قتل نہ کرنا

جب یہ بات سامنے آئی تو مشورے میں یہ طے ہوا کہ: ایک سال بچوں کو قتل کرو اور ایک سال بچوں کو زندہ رکھو اور اس کی ترتیب بناؤ، اس کی حکمت یہ کہ ہم کو ضرورت کے مزدور مل جائیں اور بنی اسرائیل کی نسل بہت زیادہ بڑھ نہ جائے اور ان کا مجمع کنٹرول میں رہے اور اس ترتیب پر عمل شروع ہو گیا۔

فرعون نے بنی اسرائیل کی حاملہ عورتوں کی فہرست بنوائی

معتبر مفسرین نے یہ باتیں لکھی ہے کہ: فرعون نے نرسیں، لیڈی ڈاکٹروں کو حکم دیا کہ: وہ بنی اسرائیل کے ایک ایک گھر میں جاویں اور چیک کریں کہ: کونسی عورت حاملہ ہے؟ اس کی فہرست بناویں۔ چنانچہ انھوں نے فہرست بنا کر تیار رکھی تھی اور جیسے ہی بچہ پیدا ہوتا اس کو قتل کر دیتے۔

فرعون کی جو پولیس تھی وہ محلوں میں چکر لگاتے رہتے تھے، خاص کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خاندان بنی اسرائیل کے محلے پر ان کی بڑی سخت نظریں تھیں کہ جو بچہ پیدا ہو اس کو قتل کیا جائے۔

ہر زمانے میں اہلِ حق آزمائش میں ہوتے ہیں

اُس زمانے میں بنی اسرائیل اہلِ حق تھے، آج الحمد للہ! ہم لوگ دینِ حق پر

ہیں اور ہر زمانے میں جو حق پر چلتا ہے ظالموں کی طرف سے اس پر کڑی نظریں، سخت نگرانی، الزام، تہمت وغیرہ لگتے ہی رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے عجیب حفاظت

مگر اللہ تعالیٰ جب حفاظت کرنے پر آتے ہیں تو ایسی شان سے حفاظت کرتے ہیں کہ انسان کی عقل حیران رہ جاتی ہے!!!

جس سال بچوں کو قتل نہیں کرنا تھا اس سال حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بڑے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی پیدائش ہوئی، پھر دوسرے سال۔جس میں بچوں کو قتل کیا جانا تھا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی، کیا شان ہے مالک الملک کی!!

چیکنگ بھی بڑی سخت تھی

مفسرین نے ایک عجیب بات یہ بھی لکھی ہے کہ: جس سال حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہونے والے تھے اس سال وہ لیڈی ڈاکٹر چیکنگ بھی بہت سخت کرتی تھیں؛ لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ وہ نرسیں چیک کرنے آئیں؛ لیکن موسیٰ علیہ السلام کی اماں کے پیٹ میں بچہ ہے وہ ان کو پتہ ہی نہیں چل سکا۔

اس کو کہتے ہیں ستار کی شانِ ستاری، اللہ تعالیٰ کا ایک مبارک نام ''ستّار'' بھی ہے۔

غزوۂ خندق کے موقع پر صحابہ کا حال

غزوۂ خندق کے موقع پر صحابہ رضی اللہ عنہم پر بڑے سخت حالات تھے، قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ۝۱۰ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ۝۱۱

ترجمہ: جب کہ وہ (سب لشکر) تمھارے اوپر کی طرف سے اور تمھارے نیچی کی طرف سے چڑھ کر آئے اور جب آنکھیں (دہشت کی وجہ سے) کھلی کی کھلی رہ گئیں اور کلیجے منہ کو آنے لگے اور تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں طرح طرح کی باتیں سوچنے لگے ﴿۱۰﴾ اس وقت ایمان والوں کی (بڑی) آزمائش ہوئی اور وہ زور سے (پورے پورے) ہلا دیے گئے ﴿۱۱﴾

صحابہ رضی اللہ عنہم جیسی عشق ومحبت والی جماعت نعوذ باللہ! اللہ کے بارے میں خیالات میں پڑ گئی کہ: کیا ہوگا؟

آج کے سخت حالات میں اِس دعا کا بہت اہتمام کرنا چاہیے

انھوں نے حضرت نبیٔ کریم ﷺ سے پوچھا کہ: ایسے حالات میں ہم کیا کریں؟

یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی حالت تھی کہ مشکل سے مشکل حالات میں بھی وہ حضور ﷺ سے پوچھتے تھے کہ: ہم اللہ سے کیسے مدد مانگیں اور اللہ کی رحمت کو ہماری طرف کیسے متوجہ کریں؟

حضور ﷺ نے دعا سکھائی: اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَاٰمِنْ رَوْعَاتِنَا.

اے اللہ! ہماری کمزور باتوں پر پردہ ڈال دیجیے اور ہماری گھبراہٹ والی بات کو امن اور سکون سے بدل دیجیے۔

یہ دعا حضور ﷺ نے صحابہ کو سکھلائی۔

میرے مسلمان بھائیو! آج کے حالات میں یہ دعا خوب پڑھو۔

بہر حال! یہ اللہ تعالیٰ کی شانِ ستّاری دیکھو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو فرعون کی نرسیں چیک کرتی ہیں اور ان کو پتہ بھی نہیں چلتا کہ ان کے پیٹ میں بچہ ہے، کیسی اللہ تعالیٰ نے حفاظت فرمائی!

عام طور پر حاملہ عورت کی حالت

عام طور پر جب عورت کے پیٹ میں بچہ ہوتا ہے تو پہلی تبدیلی یہ ہوتی ہے کہ اس کے چہرے کا رنگ بدلنے لگتا ہے؛ لیکن یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اماں کے چہرہ پر کوئی تبدیلی نہیں آئی؛ کیوں کہ غیب سے حفاظت کا انتظام تھا۔

دوسری بات یہ کہ جب بچہ پیٹ میں ہوتا ہے تو پیٹ بڑا ہوتا ہے؛ لیکن موسیٰ علیہ السلام پورے نو (۹) مہینے اپنی ماں کے پیٹ میں رہے؛ لیکن اللہ تعالیٰ کی عجیب قدرت کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کا پیٹ بڑا ابھی نہیں ہوا۔

تیسری بات یہ کہ بچہ پیدا ہونے کے بعد اس کو دودھ کی ضرورت ہوتی ہے تو دودھ کی وجہ سے ماں کی چھاتی بڑی ہوتی ہے؛ لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کی چھاتی معمول کے مطابق رہی، بڑی نہیں ہوئی۔

بہر حال! وقت پورا ہوا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہو گئے، اب ماں کو فکر ہوئی کہ پولیس کو پتہ چل جائے گا، سرکاری لوگ آئیں گے اور میرے معصوم بچے کو قتل کر دیں گے، اب میں کیا کروں؟

امام المفسرین عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت

تفسیر کے بہت بڑے عالم: امام ثعلبیؒ اور امام بغویؒ نے اس سلسلے میں ایک روایت نقل کی ہے، وہ روایت میں آپ کو سناتا ہوں، یہ روایت حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے سگے چچا زاد بھائی اور اور اِس امت کے تمام مفسرین کے امام حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل فرمائی ہے:

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو پیٹ میں حمل تھا اور بچہ آخری دنوں میں تھا اور پیدائش بالکل قریب تھی تو ان کی ماں کے دل میں ڈر زیادہ ہوگیا؛ اس لیے کہ فرعون بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کروا دیتا تھا اور یہی بچہ تو اصل ان کا نشانہ تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو دل میں خوف محسوس ہوا، معلوم ہوا کہ فطری خوف میں کوئی حرج نہیں ہے، یہ ایمان کے خلاف نہیں ہے۔

خوف کے وقت صبر کے دو بڑے فائدے: ① زبان سے درست بات نکلتی ہے ② فکر، سوچ اور رائے درست رہتی ہے۔

دایہ سے ام موسیٰ کی دوستی ہمارے لیے ایک اہم سبق

ایک دایہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے پاس بھی آیا کرتی تھی، آپ اس کے ساتھ بہت اچھا برتاؤ کرتی تھی؛ یہاں تک کہ اس کے ساتھ دوستی ہوگئی۔

اِس سے ہمیں ایک اہم سبق یہ ملتا ہے کہ: ہم لوگوں کو سرکاری ملازمین کے ساتھ اچھے تعلقات پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، یہ مسلمانوں کے لیے بہت

ضروری ہے، آج ہم مسلمانوں نے اپنا مزاج یہ بنا رکھا ہے کہ سرکاری آفسر اور ملازمین کے ساتھ لڑائی، جھگڑا اور برا سلوک کرتے ہیں جس کی وجہ سے ہمارے جو کام آسانی کے ساتھ ہونے چاہیے وہ بھی نہیں ہوتے۔

حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ کی ایک عجیب بات

اِس موقع پر مجھے فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ کی ایک بات یاد آ گئی، ہمارے ڈابھیل کے قریب اٹالوا گاؤں کے اصل رہنے والے عبدالصمد بھائی پناما میں رہتے ہیں، ان کے بڑے بیٹے کا نکاح تھا، انھوں نے اپنے بیٹے کی شادی کے موقع پر گجرات کے بڑے بڑے علما کو دعوت دی تھی، فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ بھی تشریف لائے تو انھوں نے آج کے حالات میں کرنے کی بہت کلیدی باتیں ارشاد فرمائی تھیں جس میں ایک اہم بات یہ فرمائی تھی کہ:

دیکھو! جب کرفیو لگ جائے جس میں پولیس والے اپنی ڈیوٹی بھرتے ہیں، ٹھنڈی، گرمی، بارش ہر موسم میں ان کو گھنٹوں گھنٹوں ڈیوٹی بھرنی پڑتی ہے تو ہم مسلمانوں کو ایسے موقع پر ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنا چاہیے، ان کو پوچھنا چاہیے کہ: پانی کا تقاضا ہو تو ہم آپ کو پانی پلائیں، چائے کا تقاضا ہو تو ہم آپ کو چائے پلائیں، اور اگر کھانے کا تقاضا ہو تو کھانا کھلائیں، اگر کوئی سخت مزاج کا ہوگا تو وہ انکار کر دے گا اور کہے گا کہ: نہیں! مجھے کچھ نہیں چاہیے، اس وقت ہم اپنا دروازہ بند کر دیں گے اور اگر کوئی معتدل مزاج کا ہوگا تو وہ کہے گا کہ: نہیں! شکریہ اور اگر کوئی واقعتاً ضرورت والا ہوگا تو وہ قبول کر لے گا، ہر حال میں اس طرح سوال سے اس کے دل میں ایک اچھا اثر پیدا

ہوگا اور وہ سوچیں گے کہ: مسلمان کتنے اچھے اخلاق والے ہیں۔

لائٹ بل والے ملازم کے ساتھ حسنِ برتاؤ کا ایک ذاتی واقعہ

ابھی اپنی تازہ بات کروں کہ اتفاق سے ایک روز میں گھر پر تھا اور لائٹ کا میٹر لکھنے والا سرکاری آدمی آیا تو میں نے ان سے کہا کہ: بھائی! پانی پیو گے۔

اس نے کہا کہ: پلا دو تو بہت اچھا، پیاس لگی ہے۔

میں نے ان سے کہا کہ: گھر میں آؤ اور پنکھا چالو کیا اور ان کو بٹھایا اور ان کے لیے ٹھنڈا پانی لے کر آیا اور پلایا، اتنے میں گھر والوں نے شربت تیار کیا اور وہ بھی پلایا، اتنے میں اس نے ریڈنگ لکھ بھی لیا، ہماری ہرگز یہ نیت نہیں تھی کہ شربت کے بدلے میں ایک بھی یونٹ وہ کم لکھے۔

میں نے ان سے پوچھا کہ: آپ کہاں کے رہنے والے ہیں؟ اس نے جواب میں سوجترا کے قریب کا گاؤں بتلایا۔

بہر حال! اس معاملے سے اس پر بڑا اچھا اثر ہوا، وہ بے چارہ بل دے کر چلا گیا، میں اپنے کام میں مشغول ہو گیا، میں نے دیکھا کہ وہ میرے گھر میں اپنا موبائل بھول گیا، وہ بے چارہ پریشان پریشان ڈھونڈتے ہوئے آیا، میں نے اکرام کے ساتھ اس کا موبائل واپس کیا تو وہ بہت خوش ہو گیا، اس سے پہلے میں جی ای بی (G.E.B) کی آفس میں رابطہ کرنے کی سوچ رہا تھا۔

بہر حال! سرکاری عملے کے ساتھ اچھے تعلقات پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

دایہ نے موسیٰ علیہ السلام کی خدمت کی

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے اس سرکاری دایہ سے اچھی دوستی کر رکھی تھی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو دردِ زِہ شروع ہوا تو انھوں نے فوراً اس نرس کو اطلاع بھیجی کہ مجھے درد شروع ہو گیا ہے اور میرا تیرے ساتھ محبت اور دوستی کا تعلق ہے، لہٰذا آج میرے ساتھ تیری دوستی کا کچھ حق ادا کر کے مجھے فائدہ اور راحت پہنچا۔

وہ نرس جلدی سے آ گئی، اللہ کی عجیب شان! وہ نرس فرعون کے اسٹاف میں سے تھی جو بنی اسرائیل کے دشمن تھے؛ لیکن اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اماں کی خدمت کرنا شروع کر دی۔

پیدائش کے وقت موسیٰ علیہ السلام کی آنکھوں کے درمیان سے نور نکلنا اور دایہ پر اس کا اثر

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی اور آپ ماں کے پیٹ سے نکل کر زمین پر تشریف لائے تو آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان سے ایک نور نکلا، اس نرس نے وہ نور دیکھا، اس نور کو دیکھتے ہی اس کا پورا بدن کانپنے لگا؛ چوں کہ ان نرسوں کا تو یہ رات دن کا کام ہوتا ہے اور اس نے ایسا کبھی بھی نہیں دیکھا تھا کہ کوئی بچہ پیدا ہوا اور ایسا نور نکلا ہو، وہ بہت متأثر ہوئی، اور اس نور کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی محبت اس نرس کے دل میں آ گئی۔

پھر وہ نرس حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اماں کو کہنے لگی کہ: جب تو نے مجھے بلایا تھا تو

میں اس نیت سے آئی تھی کہ جیسے ہی تجھے بچہ پیدا ہو میں پولیس کو بلوا کر تیرے بچے کو قتل کروادوں؛ لیکن اب اس بچے کو دیکھ کر میں نے اپنی نیت بدل دی اور میرے دل میں تیرے بچے کی محبت اتنی زیادہ آ گئی ہے کہ اب کوئی چیز مجھے اتنی پیاری نہیں ہے، بس اب تو تیرے بچے کی حفاظت کرنا؛ اس لیے کہ میرا اندازہ یہ ہے کہ فرعونی قوم کا دشمن جو بچہ ہونے والا ہے وہ یہی ہے۔

ایک دوسری بات اس میں یہ بھی تھی جو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ارشاد فرمائی:

وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيْ ۚ وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِيْ ﴿٣٩﴾ (طه)

ترجمہ: اور (اے موسیٰ!) میں نے تم پر اپنی طرف سے محبت ڈال دی اور (یہ سب کام اس لیے کیے) تاکہ تم میری نظروں کے سامنے پرورش پاؤ۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایسی محبوبیت عطا فرمائی تھی کہ جو ان کو دیکھتا وہ آپ سے محبت کرنے لگتا تھا۔

محبوبیت کی ایک مثال

میں اس کی مثال لوگوں کو حج اور عمرہ سے دیا کرتا ہوں کہ جب حج یا عمرہ میں جاتے ہیں تو لوگ ایئر پورٹ پر گاڑیوں میں چھوڑنے آتے ہیں اور ان گاڑیوں پر ''حاجی'' لکھا ہوا ہوتا ہے تو کوئی بھی پولیس والا ان گاڑیوں کو اکرام میں روکتا نہیں ہے۔

اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ: ایئر پورٹ پر امگریشن وغیرہ میں ان حج اور عمرہ میں جانے والوں کے لیے جو آسانی ہوتی ہے وہ دوسرے مسافروں کو نہیں ہوتی؛ حالاں کہ ہوائی اڈے کے افسران کا اکثر عملہ غیر مسلموں کا ہوتا ہے، یہ اس کی برکت ہے کہ یہ

جانے والا اللہ کے گھر جا رہا ہے اور اس کی عبادت کے لیے جا رہا ہے۔

اگر ہم حقیقت میں اللہ کی عبادت کرنے والے بن جائیں تو!!!

میرے مسلمان بھائیو! اگر ہم واقعی اللہ والے بن جائیں تو یہ تو درخت کی پوجا کرنے والی قوم ہے، ہمیں ان سے اپنی پوجا نہیں کروانی ہے؛ لیکن وہ ہمارے ساتھ ان شاء اللہ! محبت کرنے والے بن جائیں گے، کمی بس اتنی ہے کہ ہم نے اللہ کی عبادت اور اس کی نسبت کا جو نور اور محبوبیت پیدا کرنی چاہیے وہ ہم نہیں کر سکے۔

اللہ والوں اور نمازیوں کا کٹر ہندوؤں پر اثر: ایک حقیقت

آپ نے بڑے بڑے اللہ والوں کو دیکھا ہوگا کہ جب وہ کٹر کافروں کے علاقوں میں چلے جاتے ہیں تو وہ ان کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔

ہمارے یہاں رواج ہے کہ ہندو عورتیں اپنے بچوں کو لے کر مسجد کے دروازے پر آ کر دم کرواتی ہیں، اس کا کیا مطلب؟ اس لیے کہ یہ مسلمان مسجد میں جا کر اللہ کا نیک بندہ بن کر آیا ہے، وہ مسجد سے دور جا کر نیکی ختم کرے اس سے پہلے میں مسجد کے دروازے پر ہی دم کروالوں؛ تا کہ میرے بچے کو شفا ہو جائے۔

ذرا اِس نکتے کو سوچیں اور وہی مسلمان اگر سو قدم آگے ان سے ملے گا تو ان غیر مسلموں میں سے بہت سارے ان سے دشمنی کا برتاؤ کرتے ہیں، کیا نتیجہ نکلا کہ مسجد کی جو برکت تھی وہ ہم نے اپنے غلط معاملات اور بداخلاقی کی وجہ سے ختم کر ڈالی، اگر وہ مسجد والی نورانی نسبت ہم بازاروں میں باقی رکھتے اور معاملات میں باقی رکھتے تو وہ لوگ ہمارے ساتھ وہی محبت کرتے جو مسجد کے دروازوں پر ہوتی ہے۔

بہر حال! اس نرس نے کہا کہ: اس کی محبت میرے دل میں پیدا ہوگئی ہے، میں کسی کو بتاؤں گی نہیں اور تجھے بھی نصیحت کرتی ہوں کہ اس کی تو حفاظت کرنا۔

جاسوسوں کی آمد

جب وہ نرس وہاں سے نکلی اتنے میں سرکار کے جاسوسوں نے نرس کو دیکھا کہ وہ کسی گھر سے نکل رہی ہے تو اندازہ ہوگیا کہ یہاں کوئی بچہ ہوا ہے، وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اماں کے دروازے پر آئے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن۔جن کا نام کلثوم یا مریم یا کاتمہ تھا۔اپنی امی کو کہنے لگی کہ: پولیس والے آگئے۔

موسیٰ علیہ السلام تنور میں اور خدا کی قدرت

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اماں نے چھوٹے بچے کو۔جو ابھی پیدا ہوا ہے۔ایک کپڑے میں لپیٹا اور آگ سے بھڑکتے تنور میں جا کر رکھ دیا۔

ایک ماں کو اپنے بچے کی حفاظت کی فکر کیسی لاحق ہوئی کہ موسیٰ علیہ السلام کی ماں بھول گئی کہ میں اپنے بچے کے ساتھ کیا کر رہی ہوں، بس اس کو بچانا ہے تو اس نے کپڑے میں لپیٹ کر جلتی آگ میں جا کر رکھ دیا۔

اللہ تعالیٰ کی شان کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے اس آگ کو ٹھنڈا بنا دیا اور وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ نے حفاظت فرمائی۔

پولیس کے سامنے ام موسیٰ کی بے خوفی

اتنے میں پولیس والے گھر میں آگئے اور موسیٰ علیہ السلام کی اماں کا چہرہ دیکھا کہ

اس کے چہرے کا رنگ بدلا ہوا نہیں ہے؛ کیوں کہ آدمی جب گھبرا جاتا ہے تو اس کا رنگ بدلا ہوا ہوتا ہے؛ اس لیے کبھی ایسا معاملہ ہو۔ اللہ حفاظت میں رکھے۔ جب کوئی سرکاری آدمی یا پولیس والے پوچھے تو گھبرانا نہیں چاہیے، پوری ہمت کے ساتھ ان سے بات کرنی چاہیے؛ تاکہ ان کو ایسا لگے کہ اس کو کوئی ٹینشن نہیں ہے اور ایسی بات کرنے سے اس کو بھی یقین ہوگا کہ یہ کوئی غلط آدمی نہیں ہے۔

ان پولیس والوں نے دوسری بات یہ دیکھی کہ اس عورت کی چھاتی (پستان) بڑی نہیں ہے تو ان کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ یہاں ولادت والی کوئی بات نہیں ہے، اب وہ پولیس والے پوچھنے لگے کہ: یہ نرس تمھارے یہاں کیوں آئی تھی؟

موسیٰ علیہ السلام کی اماں نے کہا: یہ تو میری سہیلی ہے، وہ مجھے ملنے کے لیے آئی تھی اور یہ بات بالکل صحیح تھی، پولیس والے بھی وہاں سے واپس چلے گئے، پولیس کے جانے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا ڈر دور ہوا اور عقل و سمجھ پھر سے برابر ہوگئی، موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو اطمینان ہو گیا کہ اب ہمارے بچے کو کوئی ہاتھ نہیں لگائے گا۔

اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو یاد نہیں رہا کہ بچہ کہاں ہے، انھوں نے اپنی بیٹی سے کہا کہ: موسیٰ کہاں ہے؟

پولیس والے چلے گئے تب موسیٰ علیہ السلام روئے

وہ بھی کہنے لگی کہ: مجھے بھی پتہ نہیں کہ موسیٰ کہاں ہے۔ ماں تنور میں رکھ کر بھول گئی اور بہن کو تو معلوم ہی نہیں تھا، اللہ کی قدرت دیکھو! اللہ جب حفاظت کرنے پر آتے ہیں تو کیسے حفاظت کرتے ہیں، پولیس آکر چلی گئی وہاں تک تو ان کو رونا بھی نہیں آیا،

اطمینان کے ساتھ وہ چولہے میں سوئے رہے؛ لیکن جب پولیس چلی گئی تب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رونا آیا یہ اللہ کی طرف سے بات تھی۔

چولہے میں سے رونے کی بات سنی تو ماں کو یاد آیا کہ میں نے اپنا بچہ چولہے میں رکھ دیا تھا، اللہ تعالیٰ نے وہ چولہا آپ کے لیے ٹھنڈک اور سلامتی والا بنا دیا تھا اور الحمدللہ! موسیٰ علیہ السلام کا ایک بال بھی نہیں جلا تھا، ماں نے بچے کو نکالا اور اپنی گود میں لیا اور پرورش کرنے لگی۔

موسیٰ علیہ السلام تین مہینے تک ایک باغ میں، روئے تک نہیں

اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے ایک باغ میں جا کر موسیٰ علیہ السلام کو رکھ دیا، دن میں ایک مرتبہ جاتی، اور دودھ پلاتی، اسی طرح رات میں ایک مرتبہ جاتی، اور دودھ پلاتی، عجیب اللہ تعالیٰ کے شان کہ مسلسل تین (۳) مہینے گزر گئے؛ لیکن کبھی آپ نے رونے کی آواز بھی نہیں نکالی؛ تاکہ کسی کو بچے کا پتہ نہ چلے؛ کیوں کہ آس پاس والوں کو بچے کا پتہ رونے کی آواز سے ہی چلتا ہے، اسی طرح چھوٹے بچے حرکت بھی بہت کرتے ہیں؛ لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کوئی حرکت بھی نہیں کرتے تھے، سکون کے ساتھ تین مہینے مکمل کیے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام تین مہینے کے بعد روئے

جب چوتھا مہینہ شروع ہوا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کچھ رونے کی آواز نکلی، اور لوگوں کو پتہ چلا کہ یہاں تو بچہ ہے، اب امی جان کو ڈر لگ گیا کہ کہیں پولیس والے آ کر بچے کو قتل نہ کر ڈالیں، ماں بہت پریشان، اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آ رہی ہے:

وَاَوۡحَيۡنَاۤ اِلٰۤى اُمِّ مُوۡسٰۤى اَنۡ اَرۡضِعِيۡهِ.

ترجمہ: اور ہم نے موسیٰ کی ماں کو الہام کیا کہ: تو اس (موسیٰ) کو دودھ پلاتی رہ۔

عورتوں کو اپنے بچوں کو دودھ پلانا چاہیے

معلوم ہوا کہ عورتوں کو اپنے بچوں کو دودھ پلانا چاہیے، آج کے فیشن پرستی کے زمانے میں ہماری دینی بہنیں بچوں کو دودھ نہیں پلاتی ہیں، اس کے بہت سارے نقصانات ہیں، بچے کو پہلے ہی دن سے یا چند دنوں کے بعد بیبی فوڈ (Baby food) وغیرہ کی عادت ڈالنا یہ ان کی تندرستی کے لیے بہت بڑے نقصان کی چیز ہے۔

عورت کا دودھ پتلا؛ لیکن اس کی طاقت!!!

دنیا میں سب سے پتلا عورت کا دودھ ہوتا ہے، اتنا پتلا کسی اور جانور کا نہیں ہوتا؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس پتلے دودھ میں جو طاقت رکھی ہے وہ طاقت بچے کے لیے بہت ہی بڑے فائدے کی چیز ہوتی ہے۔

جیسے جب کسی آدمی سے جھگڑا ہو جائے تو ہم اپنی زبان میں بولتے ہیں: تیری ماں کا دودھ پیا ہو تو لڑنے کے لیے آجا۔

اِس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ ایک بچے نے اگر ماں کا دودھ پیا ہے تو پوری زندگی اس کے لیے طاقت اور تندرستی کا ذریعہ بنتا ہے۔

دودھ نہ پلانے سے کینسر کے خطرات

آج کل جو میڈیکل ریسرچ چل رہے ہیں اس میں یہ بات سامنے آرہی ہے

کہ جو عورتیں اپنے بچوں کو دودھ نہیں پلاتیں یا کم پلاتی ہیں تو ان عورتوں کو چھاتی میں کینسر کے خطرات لگے رہتے ہیں اور جو عورتیں اپنے بچوں کو پورا دودھ پلاتی ہیں تو اس کی کینسر وغیرہ سے حفاظت ہوتی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو کیسے معلوم ہوا؟

یہ دودھ پلانے کا حکم اور بچے کے لیے ضروری ہدایات اللہ تعالیٰ نے کیسے دی؟

بعض روایات میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے باقاعدہ فرشتے کو بھیجا، معلوم ہوا کہ نبی کے علاوہ دوسروں کے پاس بھی فرشتہ آسکتا ہے؛ لیکن وحیٔ تشریعی لے کر نہیں آسکتا، صرف فرشتے کے آنے سے کوئی آدمی نبی نہیں بن جاتا، ہاں! جس کو وحیٔ تشریعی کہتے ہیں، جس میں شریعت کے قانون ہوتے ہیں وہ وحی آئے تو فرشتے کے آنے سے آدمی نبی بن جاتا ہے، ورنہ صرف وحی نبوت کی دلیل نہیں:

وَاِنَّ الشَّیٰطِیۡنَ لَیُوۡحُوۡنَ اِلٰۤی اَوۡلِیٰٓـِٕہِمۡ لِیُجَادِلُوۡکُمۡ. (الانعام:۱۲۱)

ترجمہ: اور یقیناً شیاطین اپنے دوستوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے رہتے ہیں؛ تاکہ وہ تم سے (بے کار) بحث (یعنی جھگڑا) کریں۔

شیطان بھی ایک دوسرے کو وحی کرتے ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ نے خواب میں دکھایا، یا دل میں الہام کیا۔

دریا میں ڈالنے کا حکم

وقت گزرتے گزرتے موسیٰ علیہ السلام کو ماں نے تین/چار مہینے دودھ پلایا، پھر جب ایک وقت ایسا آیا کہ فرعون پورے اصرار سے اسرائیلی بچوں کو تلاش کروانے لگا

تب موسیٰ کی ماں کے دل میں یہ ڈر پیدا ہوا کہ اب شاید فرعون تک بات پہنچ گئی ہے کہ اس گھر میں بچہ ہے اور پولیس آ کر اس بچے کو قتل کر دے گی تب اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا:

اَنِ اقْذِفِيْهِ فِي التَّابُوْتِ فَاقْذِفِيْهِ فِي الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَأْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّيْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ. (طٰہٰ:۳۹)

ترجمہ: کہ اس (بچے موسیٰ) کو صندوق میں رکھ دو، پھر اس (صندوق) کو دریا میں ڈال دو، پھر دریا اس (صندوق) کو کنارے پر لا کر ڈال دے گا جس کے نتیجے میں اس (موسیٰ) کو ایک ایسا آدمی (یعنی فرعون) اٹھائے گا جو میرا بھی دشمن ہے اور اس (موسیٰ) کا بھی دشمن ہے۔

یعنی خود سمندر راطاعت کرنے والے شخص کی طرح ہو جائے گا، اللہ کے حکم کی نافرمانی اس کے بس میں نہیں۔

پہلے ''اِذْ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّكَ مَا يُوْحٰى'' میں مبہم طور پر بات بیان کی گئی ہے، پھر اس آیت میں اس کی پوری وضاحت کی گئی، یہ اس حفاظت کے عجیب وغریب انتظامات کی اہمیت کی طرف اشارہ ہے۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِيْ وَلَا تَحْزَنِيْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝

ترجمہ: پھر جب تجھے اس (بچے) کے بارے میں کوئی خطرہ لگے تو تو اس کو دریا میں ڈال دے اور تو ڈرنا مت اور غم نہ کرنا، یقیناً اس کو ہم تیرے پاس واپس پہنچا دیں گے اور اس کو رسولوں میں سے (ایک رسول) بنا دیں گے ﴿۷﴾

جان بچانے کی تدبیر جان کو خطرے میں ڈالنے والی

دینی بہنو! کیا شان ہے مالک کی! کہ جان بچانے کے لیے جو تدبیر بتلائی گئی وہ بھی جان کو خطرے میں ڈالنے والی تدبیر ہے، جیسے آج کل کینسر کی بیماری کی ہلاکت سے بچنے کے لیے زہریلے ناگ ''کوبرا'' کے انجکشن لگوائے جاتے ہیں۔

اللہ کا حکم پورا کرنا اگر کسی کو سیکھنا ہو تو امِ موسیٰ سے سیکھے

بچے کی حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا کہ: بچے کو سمندر میں ڈالو؛ حالاں کہ دریا میں آدمی ڈوب کر ختم ہو جاتا ہے؛ مگر یہ اللہ کا حکم تھا، اللہ کے حکم کو پورا کرنا اگر کسی کو سیکھنا ہو تو اس عورت ذات سے سیکھے، بچے کو بچانا ہے اور بچانے کے لیے سمندر میں ڈالنا یہ سمجھ میں نہیں آتا۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ کی عجیب قدرت ایک خطرے سے بچنے کے لیے دوسرا خطرہ مول لیا جاوے کہ دریا میں بچے کو چھوڑ دو، حقیقت میں ظاہری احوال کے خلاف اللہ تعالیٰ کے حکم کی پابندی کرنے والے ناکام نہیں ہوتے۔

اللہ کا حکم چھوڑنے کی تدبیر مت کرو

لیکن یاد رکھو! میرے دینی بھائیو! اللہ کے حکم کے سامنے بندے کی تدبیر کوئی حیثیت نہیں رکھتی، اللہ کا حکم پہلے ہوا کرتا ہے، اگر تدبیر کرنا ہو تو یہ کرو کہ اللہ کا حکم ہم آسانی سے کیسے پورا کریں، نماز باجماعت پڑھنے کی تدبیر کرو، حکمِ الٰہی پورا کرنے کی تدبیر کرو، اللہ کا حکم چھوڑنے کی تدبیر مت کرو، جو تدبیر اللہ کے حکم کو چھوڑنے کی ہوتی

ہے وہ شیطانی تدبیر ہے، اللہ تعالیٰ ایسی تدبیر سے ناراض ہوتے ہیں۔

بہت سے مسلمان شریعت کے قانون سے بچنے کے بارے میں عجیب عجیب تدبیریں کرتے ہیں، یہ موسیٰ علیہ السلام کی ماں عورت ذات ہے، خدا دریا میں ڈالنے کا حکم دے رہے ہیں، ہر ماں باپ کو اپنے بچے کے ساتھ شفقت ومحبت ہوتی ہے، پھر بھی حکم ہوتا ہے کہ: ابھی تمھاری شفقت پیچھے رکھو، اور اللہ کا حکم پورا کرو۔

اولاد سے اصل شفقت

آج کے حالات میں ہمیں یہی کرنا ہے، ماں باپ کی محبت، شفقت اور پیار بہت بڑی چیز ہے؛ لیکن اولاد سے محبت اور شفقت یہ نہیں ہے کہ: اگر اولاد کھلم کھلا حرام اور شریعت کے خلاف کام کریں پھر بھی ہم شفقت میں ان کو نہ روکیں، ایسی شفقت حرام ہے، اولاد کو غلط یا خلافِ شریعت کام میں دیکھو تو ایسے موقع پر شفقت یہ ہے کہ ان کو حرام کام سے بچاؤ اور اللہ کا حکم پورا کرو۔

اولاد سے شفقت کا طریقہ

حدیث میں حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شفقت کا طریقہ بتلایا:

مُرُوْا صِبْيَانَكُمْ بِالصَّلوةِ فِيْ سَبْعِ سِنِيْنَ ، وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا فِيْ عَشْرٍ.(البيهقي عن عبد الله بن عمرو)

جب بچہ سات سال کا ہو جائے تو ان کو نماز کی دعوت دو۔ آگے حدیث میں فرمایا: جب دس سال کا ہو جائے تو اگر نماز نہیں پڑھتا ہے تو شفقت یہ ہے کہ اس کو مارو؛ اس لیے کہ دس سال کی عمر میں آپ نے مار کر نمازی بنا دیا تو ان شاء اللہ! سو سال کی عمر

تک نماز نہیں چھوڑے گا اور دس سال کی عمر میں نماز میں غفلت کی تو اس غفلت کی اصلاح کرنا مشکل کام ہوگا، یہ شفقت کا طریقہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھلایا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کے جذبات

موسیٰ علیہ السلام کی والدہ عرض کرتی ہے کہ: اے میرے اللہ! آپ کی قدرت پر میرا یقین ہے؛ لیکن اے اللہ! میں اپنے معصوم بچے کو کیسے دریا میں ڈال دوں؟ دریا کی گہرائی میں کون میرے بچے کو بچائے گا؟ اگر کسی مچھلی نے میرے بچے کو نگل لیا تو کون میرے بچے کی جان کو بچائے گا؟ ایک ماں اپنے دل کے جذبات اور خدشات کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کر رہی ہے۔

جواب ملتا ہے: ایک لکڑے کی پیٹی بناؤ، اس میں بچے کو رکھ کر دریا میں ڈال دو۔

موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کیسی ہمت والی ہوگی کہ لکڑے کی پیٹی بنائی اور اس میں بچے کو رکھ کر دریا میں ڈال دیا۔

اللہ سے دعا کرو کہ اللہ مجھے اور آپ کو اپنا حکم پورا کرنے والا بنا دیوے، جیسے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ اپنے بچے کی جان بچانے کے لیے اللہ کا حکم آیا تو اس کو پورا کرنے کے لیے اپنے بچے کو دریا میں ڈال رہی ہے، ظاہر میں یہ نظر آ رہا ہے کہ دریا میں ڈالنے سے بچہ ہلاک ہو جائے گا؛ لیکن وہ اللہ کا حکم پورا کر رہی ہے۔

بھوک، پیاس اور محتاجگی کا سمندر

آج ہماری بہت سی بہنوں کے دل و دماغ میں آتا ہے کہ بچے کو حافظ، عالم، مفتی بنائیں گے تو گویا بھوک، پیاس، اور محتاجگی کے سمندر میں ہم بچے کو ڈال رہے ہیں

اس سے کیا ملے گا؟ بچے کو امامت میں دو پانچ ہزار تنخواہ ملے گی، میرے بچے کا مستقبل بگڑ جائے گا؛ گویا وہ یہ سمجھتی ہے کہ بچے کو عالم، حافظ، مفتی بنانا یہ بھوک پیاس کے دریا میں ڈالنا ہے؛ لیکن وہ یہ نہیں سوچتی کہ خدا کا حکم ہے کہ: علم سیکھو اور سکھلاؤ، قرآن سیکھو اور سکھلاؤ۔

اللہ کا حکم پورا کرنے کا انعام: عزت کا تاج

یادرکھو میری دینی بہنو! یہ جو آج آپ کو ظاہر میں بھوک، مفلسی کا سمندر نظر آرہا ہے، اللہ کا حکم پورا کرتے ہوئے اور اس پر بھروسہ کرتے ہوئے اس میں بچے کو ڈال دو، جس موسیٰ کو اللہ نے سمندر میں بچایا، عزت عطا فرمائی اور فرعون کے محل میں پہنچایا اللہ دنیا میں آپ کے بچوں کو عزت کے اعلیٰ مقام پر پہنچائیں گے، اللہ کا وعدہ ہے:

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ⑪ (المجادلة)

ترجمہ: تم میں سے جو لوگ ایمان لائے ہیں (ان کے) اور جن کو علم دیا گیا ہے ان کے درجوں کو اللہ تعالیٰ بلند کریں گے اور جو عمل بھی تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کی پوری خبر رکھتے ہیں ﴿۱۱﴾

اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی اونچا مقام دیں گے اور آخرت میں بھی اونچا مقام عطا فرمائیں گے۔

علم اور دین کی برکت

بیرون ممالک کے اعتبار سے ہمارے حضرت مفتی محمود حسن صاحبؒ کے ساتھ

رمضان گزارنے کے لیے بنگلہ دیش ڈھاکہ میں جانا ہوا، پھر حرمین شریفین کی حاضری ہوئی اوراس کے بعد ۱۹۹۹ء میں سب سے پہلا برِ اعظم امریکہ کے ملک ''پناما'' کا سفر ہوا، بمبئی سے پیریس جانے کے لیے ہوائی جہاز میں بیٹھا، پانچویں رمضان کا دن تھا، پیریس کے ائیر پورٹ پر بیٹھے بیٹھے سوچ رہا ہوں: مولیٰ! میری کیا حیثیت کہ فرانس اور امریکی ملکوں میں میں جاؤں، اے اللہ! یہ آپ کا فضل اورآپ کے دین کی برکت ہے۔

دینی بہنو! دینی علم حاصل کرنے والوں کے یہاں آج جوتم کو بھوک، پیاس، محتاجگی کا سمندر نظر آرہا ہے، اللہ کے وعدے پر بھروسہ کرلو، خدا علم کی برکت سے تم کو اورتمھاری اولا دکو دنیا وآخرت میں عزت کا اعلیٰ مقام عطا فرمائیں گے۔

نظامِ کائنات خدا کا حکم پورا کرنے والے کے تابع

جب کوئی بندہ اللہ کا حکم پورا کرتا ہےتو اللہ اس کی خدمت کے لیے پوری کائنات کولگا دیتے ہیں، ہوا کا نظام بھی اس کی خدمت کے لیے ہوتا ہے،فرشتے بھی اس کی خدمت میں لگ جاتے ہیں۔

بعض تفسیری روایتوں میں آتا ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے ہوا کو حکم دیا: یہ پیٹی جس میں موسیٰ سوئے ہوئے ہیں، اس کو لے کر چلو؛ گویا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صندوق کی حفاظت ہوا کر رہی ہے،خدا کی شان دیکھو! کبھی تو اللہ تعالیٰ اپنے وفادار بندوں کے لیے سورج کو مسخر کردیتے ہیں:

وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَإِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ.

ترجمہ: اور تو سورج کو دیکھے گا کہ جب وہ طلوع ہوتا ہے تو ان کی غار سے دائیں طرف ہٹ کر نکل جاتا ہے اور جب ڈوبتا ہے تو ان سے بائیں طرف (سے ہٹ کر) کترا کر چلا جاتا ہے اور وہ لوگ اس (غار) کے کشادہ حصے میں (سوئے ہوئے) تھے۔

خدا کا حکم پورا کر کے دیکھو سورج بھی تمھاری خدمت کرے گا، ہوا بھی تمھاری خدمت کرے گی۔

اللہ کا حکم پورا کرنے والا کبھی ناکام نہیں ہوتا

اسی طرح جو آدمی اللہ کا حکم پورا کرے، چاہے وہ مرد ہو یا عورت تو اللہ تعالیٰ اس کو کبھی ناکام نہیں کرتے، یہ تو شیطان ہم کو سکھاتا ہے کہ شریعت پر عمل کرنے سے یہ نقصان ہوگا؛ حالاں کہ شریعت پر عمل کرنے سے اللہ کا حکم پورا ہوتا ہے، اس سے کبھی بھی کسی کو نقصان نہیں ہوسکتا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ام موسیٰ کو چار وعدے

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ سے چار وعدے فرمائے:

① ﴿لَا تَخَافِيْ﴾ گھبراؤ مت: کہ بچہ ڈوب جائے گا یا اس کو سمندر کے جانور کھا جائیں گے۔

② ﴿وَلَا تَحْزَنِيْ﴾ میرا بچہ مجھ سے دور ہو رہا ہے اس کا غم مت رکھو۔

یہاں تو زندگی اور موت کا مسئلہ تھا اور ہم تو بچے کو مدرسہ بھیجتے ہوئے یا جماعت میں روانہ کرتے ہوئے غمگین ہوجاتے ہیں۔

③ ﴿اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ﴾ ہم تمھارے بچے کو ایک دن تمھارے پاس واپس

لانے کی ذمے داری لیتے ہیں۔

اس کو خدا کا وعدہ کہتے ہیں، اللہ کے وعدوں پر دل سے یقین رکھو، جیسا یقین موسیٰ علیہ السلام کی ماں کے دل میں تھا اللہ تعالیٰ اس کا کچھ حصہ ہمیں عطا فرما دیوے۔

④ ﴿وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ اس بچے کو ہم اس امت کا رسول اور نبی بنائیں گے۔

کمزوروں پر اللہ تعالیٰ کا احسان کا وعدہ

یہ کون کہہ رہا ہے؟ یہ وہ اللہ کہہ رہے ہیں جو کمزوروں کو طاقت والا بناتے ہیں، جو نیچے گرنے والوں کو عزت عطا فرماتے ہیں۔ میرے مسلمان بھائیو! اللہ کا وعدہ ہے:

وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ۝۵

ترجمہ: اور ہم یہ چاہتے تھے کہ جو لوگ زمین میں کمزور کر دیے گئے تھے ان پر ہم احسان کریں اور ہم ان کو سردار بنا دیویں اور ہم ان کو (ملک کا) وارث بنا دیویں۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے کمزوروں پر احسان کا وعدہ فرمایا ہے کہ: جو کمزور ہوگا ہم اس پر احسان کریں گے۔

اے مسلمانو! اگر ہم دنیا میں کمزور ہیں تو سب سے بڑے طاقت والے اللہ پر یقین رکھو کہ اللہ ہمیں اپنے فضل و کرم سے عزت عطا فرمائیں گے، ہم تو وہ لوگ ہیں جو دن میں پانچ مرتبہ اپنا یقین تازہ کر کے ''اللہ اکبر'' کہتے ہیں؛ یعنی سب سے بڑی ذات اللہ کی ہے جو کمزوروں کو طاقت والا بناتا ہے۔

اِس آیت کو پڑھنے یا سننے کے وقت دل کی کیفیت

جب میں یہ آیت سبق، تراویح، یا نماز میں سنتا ہوں تو دل میں رونا آجاتا ہے کہ:

اے میرے مالک! آپ کتنے مہربان ہیں کہ: آپ نے حکومت، مال اور اقتدار والوں کو احسان کا وعدہ نہیں فرمایا؛ بلکہ کمزوروں پر احسان کا وعدہ فرمایا۔

اے اللہ! کمزوروں پر احسان یہ آپ کی سنت رہی ہے۔

اے اللہ! آپ کے آخری نبی کی امت بھی اس وقت زمین میں کمزور، بے بس ہے، آپ ان کو بھی سرداری اور زمین کی وراثتِ کاملہ عطا فرما دیجیے، آمین۔

امِ موسیٰ کا فرعونی بڑھئی کے پاس صندوق لینے جانا

بہر حال! حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولدہ ایک بڑھئی کے پاس گئی، اس کا نام ''خربیل بن صابون'' تھا، عجیب بات کہ بڑھئی ملا تو وہ بھی فرعون کی قوم کا ملا!

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے اس سے ایک چھوٹا صندوق خریدا، اس صندوق کا رنگ کالا تھا۔

اس بڑھئی نے کہا کہ: آپ اس صندوق کا کیا کروگی۔

بڑھئی کے سامنے امِ موسیٰ کا سچ بولنا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے صاف صاف بتلادیا کہ: میرا ایک چھوٹا بچہ ہے اس کو چھپانا ہے، ایسا نہیں کہا کہ مجھے فرعون کا ڈر ہے، دیکھیے! ایسے موقع پر بھی موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے جھوٹ نہیں بولا، حدیث میں یہی فرمایا گیا:

الصدق ینجی. سچائی تم کو بچائے گی۔

ماں پیٹی لے آئی اور اس بچے کو اندر رکھ دیا۔

بڑھئی کا جاسوسی کے لیے پولیس کے پاس جانا

وہ بڑھئی سمجھ گیا کہ: یہ تو بنی اسرائیل کی عورت ہے اور اس کے گھر لڑکا پیدا ہوا ہے تو وہ جلدی جلدی سرکاری پولیس کے پاس گیا؛ تاکہ وہ پولیس کو اس کی اطلاع دے کہ بنی اسرائیل کے فلاں نے گھر بچہ پیدا ہوا ہے اور اس کی ماں بچے کو چھپانے کے لیے میرے پاس پیٹی لینے آئی تھی۔

اللہ کی قدرت: بڑھئی پولیس کے سامنے گونگا ہو گیا

خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ وہ بڑھئی پولیس والوں کے پاس گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی زبان کو گونگا بنا دیا، وہ بالکل بول نہیں پایا، اشارے سے کچھ سمجھانا چاہا؛ لیکن پولیس والے سمجھ نہ پائے، اور جب اشارے اشارے کی بات سمجھنے سے تھک گئے تو بڑے پولیس والوں کو غصہ آیا اور اس کو ڈنڈے مار کر بھگا دیا۔ گویا اس نیک بچے کی جاسوسی کرنے گیا تو زبان تک چلی گئی۔

دوسری مرتبہ جاسوسی کا ارادہ اور خدا کا ڈبل عذاب

اب جب یہ بڑھئی اپنے گھر آیا تو اللہ کی شان وہ بولتا ہو گیا تو پھر اس کے دل میں خیال آیا کہ میں دوبارہ جا کر جاسوسی کروں تو وہ دوسرے دن گیا، اللہ تعالیٰ نے اس دن اس کو ڈبل عذاب میں مبتلا کر دیا کہ: آج وہ نہ بول سکا اور نہ دیکھ سکا، زبان اور آنکھ

دونوں چلے گئے۔

پولیس والوں نے آج بھی اس کو مار کر بھگا دیا۔

دیکھو! جاسوسی کرنے گیا تو اللہ تعالیٰ نے کیسی پٹائی کروائی، اگر ہم صحیح مسلمان بن گئے تو ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ کو ایسے حالات کھڑے کرنے میں دیر نہیں لگے گی۔

بہت سے لوگ مسلمانوں کی جاسوسی کرتے ہیں اور بہت سی جگہ خود مسلمان مسلمان کی جاسوسی کرتا ہے، یہ دونوں غلط ہے۔

بڑھئی کا گھڑے میں گر جانا

جب وہ پولیس اسٹیشن سے واپس آرہا تھا تو وہ ایک گھڑے میں گر گیا، اس نے گھڑے میں پڑے پڑے نیت کی کہ: اے اللہ! تو میری زبان بھی اچھی کردے اور میری آنکھ بھی اچھی کردے، میں اس بچے کے بارے میں اب جاسوسی نہیں کروں گا، سچی پکی توبہ کرتا ہوں اور اب میں اس بچے کی وہ جہاں بھی ہوگا حفاظت کروں گا۔

سچی توبہ کی برکت

دیکھو! سچی پکی توبہ اللہ کو پسند ہے؛ چوں کہ اللہ تعالیٰ دلوں کے بھید کو جانتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس کی توبہ قبول کرکے اس کو تندرست بنا دیا، اس نے اللہ کے سامنے سجدہ کیا، پھر اللہ سے دعا کی کہ: اے اللہ! تیرا وہ نیک بندہ کہاں ہے جس کے لیے میں جاسوسی کرنے گیا تھا؟

چناں چہ اللہ تعالیٰ نے اس کی رہبری فرمائی، وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے گھر پر پہنچا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے محبت وعقیدت کو ظاہر کرنے لگا، پھر آگے چل کر حضرت

موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لایا اور سچا پکا مؤمن بن گیا، اور اس کو پورا یقین ہو گیا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔

دریائے نیل میں صندوق چھوڑ دیا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ اس صندوق کو لے کر آئی اور اس میں روئی بچھائی، اس میں ڈامر (Tarcoal) لگایا؛ تاکہ پانی اندر نہ جائے، موسیٰ علیہ السلام کو پیٹی میں سلا دیا اور پیٹی بند کر کے دریائے نیل میں چھوڑ دی۔

نیل ایک ندی کا نام ہے جس کو نائل (Nail) کہتے ہیں اور بخاری کی حدیث ہے کہ نائل ندی جنت کی ندیوں میں سے ہے:

اَرْبَعَةُ اَنْهَارِ الْجَنَّةِ:سَيْحَانُ ، وَجَيْحَانُ ، وَالنِّيْلُ ، وَالْفُرَاتُ.

جنت کی چار ندیاں: سیحان، جیحان، نیل اور فرات ہیں۔

پیٹی دریائے نیل میں جا رہی ہے، ایک ماں آنسوؤں کے ساتھ دیکھ رہی ہے، اب شیطان وسوسہ ڈالنے آیا۔

وسوسہ شیطان کی بڑی طاقت ہے

بھائیو! یاد رکھو! شیطان کی بڑی طاقت وسوسہ ڈالنا ہے، کبھی آپ نے ایسا دیکھا کہ آپ مسجد میں جا رہے ہیں اور شیطان آیا اور اس نے پکڑ کر کہا کہ: نہیں! تم فلم دیکھنے سینما گھر چلو؟ انسانوں میں جو شیطان کے ایجنٹ ہیں وہ ایسا کر سکتے ہیں؛ لیکن اصلی شیطان کبھی ایسا نہیں کرے گا؛ بلکہ وہ دل میں وسوسے ڈالے گا۔

شیطان کا ام موسیٰ کے دل میں وسوسہ ڈالنا

بہر حال! شیطان نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے دل میں وسوسہ ڈالنا شروع کیا کہ: ارے! تو تو بہت پاگل عورت ہے؛ کیوں بچے کو سمندر میں ڈال دیا، اگر یہ بچہ تیری گود میں رہتا تو کیا ڈر تھا کہ: پولیس آتی اور تیرے بچے کو قتل کر دیتی تو تو تیرے بچے کی موت اپنے سامنے دیکھتی، اپنے ہاتھ سے غسل دیتی، اپنے ہاتھ سے کفن پہناتی، اپنے ہاتھ سے اس کا جنازہ تیار کرتی، یہ سب تیری آنکھوں کے سامنے ہوتا، یہ تو تو نے دریا میں ڈال دیا، اب پتہ نہیں کہ تیرے بچے کا کیا ہوتا ہے؟ کوئی مچھلی کھا جاتی ہے یا پانی کا جانور کھا جاتا ہے، پتہ نہیں کیا ہوگا؟ نہ تیرے بچے کو تیرے ہاتھ سے کفن ملے گا، نہ جنازہ ملے گا۔

دراصل یہ شیطان کی ایک چال تھی کہ موسیٰ علیہ السلام کی ماں اللہ کا حکم پورا نہ کرے، اور موسیٰ علیہ السلام کو دریا میں نہ ڈالے۔

شیطان بات کو سنوار کر پیش کرتا ہے

مگر ہم کو ظاہر میں ایسا لگ رہا ہے کہ شیطان کی بات بہت صحیح ہے اور شیطان ہمیشہ ایسی ہی بات کرتا ہے:

وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۲۴﴾ (النمل)

اور شیطان نے ان کو یہ سمجھا دیا ہے کہ ان کے (یہ) کام بہت اچھے ہیں سو اس نے ان کو (صحیح) راستے سے روک رکھا ہے؛ لہذا وہ صحیح راستے پر چلتے نہیں ہیں۔

یعنی شیطان سجا کر غلط بات سامنے لاتا ہے تو وہ بات انسان کو اچھی لگتی ہے، جیسے کسی سے سالن بگڑ گیا تو اس پر ہرے دھنیے کاٹ کر چھڑک دو، ذرا پیاز کا بگھار اوپر ڈال دو اور شان دار کٹورے میں لے جا کر رکھ دو تو لوگ کہیں گے: واہ واہ! کیا بہترین سالن ہے!

جب کھاتے ہیں تب پتہ چلتا ہے کہ وہ تو جل کر خراب ہو گیا ہے، بالکل یہی شیطان کے وسوسوں کا حال ہے، ظاہر میں اس کے مشورے بہت اچھے دکھتے ہیں؛ لیکن اندر سے فساد ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ شیطان کے مکر وفریب سے ہماری حفاظت فرمائے، آمین۔

باقی واقعہ آئندہ مجلس میں ذکر کیا جائے گا۔

وأخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

مناجات

نفس کے شر سے مجھ کو بچا لے، اے میرے اللہ! اے میرے اللہ!
پنجۂ غم سے مجھ کو چھڑا لے، اے میرے اللہ! اے میرے اللہ!
سن میرے نالے، سن میرے نالے، اے میرے اللہ! اے میرے اللہ!
اپنا بنا لے، اپنا بنا لے، اے میرے اللہ! اے میرے اللہ!
شغل میرا بس تو الٰہی! شام و سحر ہو اللہ اللہ
لیٹے بیٹھے، چلتے پھرتے، آٹھ پہر ہو، اللہ اللہ
اپنی رضا میں مجھ کو مٹا دے، اے میرے اللہ! اے میرے اللہ!
کر دے فنا سب میرے ارادے، اے میرے اللہ! اے میرے اللہ!
جامِ محبت اپنا پلا دے، اے میرے اللہ! اے میرے اللہ!
دل میں میرے یاد اپنی رچا دے، اے میرے اللہ! اے میرے اللہ!
شغل میرا بس تو الٰہی! شام و سحر ہو، اللہ اللہ
لیٹے بیٹھے، چلتے پھرتے، آٹھ پہر ہو، اللہ اللہ
دیدہ و دل میں تجھ کو بسا لوں، سب سے ہٹا لوں اپنی نظر مَیں
تیرا ہی جلوہ پیشِ نظر ہو، جاؤں کہیں مَیں، دیکھوں جدھر مَیں
تیرا ہی تصور ایسا جما لوں، قلب میں مثلِ نقشِ حجر مَیں
بھول سکوں تا عمر نہ تجھ کو، چاہوں بھلا خود بھی اگر مَیں
شغل میرا بس تو الٰہی! شام و سحر ہو، اللہ اللہ
لیٹے بیٹھے، چلتے پھرتے، آٹھ پہر ہو، اللہ اللہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ

اور بہن کا واقعہ

(دوسری قسط)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن کا مختصر تعارف

نام: بعض علما نے بیان کیا ہے کہ: ان کا نام مریم تھا۔

بعض کے نزدیک ان کا نام ''کلثوم'' تھا۔

بعض حضرات فرماتے ہیں ان کا نام ''کاتمہ'' تھا۔

آپ بڑی ہوشیار ثابت ہوئیں کہ وہی تو حضرت موسی علیہ السلام کے تابوت کے پیچھے چلیں اور فرعون کو اور اس کے گھر والوں کو حکمت سے سمجھا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو واپس ان کی والدہ کے پاس لے آئیں۔

ان کو جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی بننے کا شرف حاصل ہوگا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى.اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِى الْيَمِّ وَلَا تَخَافِىْ وَلَا تَحْزَنِىْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ فَالْتَقَطَهٗٓ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ۗ اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِئِيْنَ ۝ (القصص)

ترجمہ: اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کی ماں کو الہام کیا کہ تو اس (موسیٰ) کو دودھ پلاتی رہ، پھر جب تجھے اس (بچے) کے بارے میں کوئی خطرہ لگے تو تو اس کو دریا میں ڈال دے اور تو ڈرنا مت اور غم نہ کرنا، یقیناً اس کو ہم تیرے پاس واپس پہنچا دیں گے اور اس کو رسولوں میں سے (ایک رسول) بنا دیں گے ﴿۷﴾ پھر (اس طرح) فرعون کے گھر والوں نے اس (موسیٰ) کو اٹھالیا؛ تاکہ یہ (بچہ) ان کے لیے دشمنی اور غم کا ذریعہ بنے، یقیناً فرعون اور ہامان اور ان دونوں کا لشکر بڑی غلطی کرنے والے تھے۔

نفع اور نقصان ہر چیز اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہے

دینی بہنو! جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کی حفاظت کا فیصلہ فرماتے ہیں تو دنیا کی کوئی چیز اس کو نقصان نہیں پہنچا سکتی اور اگر اللہ تعالیٰ کسی کو نقصان کا ارادہ فرماوے تو دنیا کی کوئی چیز اس نقصان کو دور نہیں کر سکتی، فائدہ پہنچانا، حفاظت کرنا، نقصان پہنچانا، نقصان دور کرنا یہ سب اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے، خود اللہ تعالیٰ نے قرآن میں صراحتاً

فرمایا: وَاِنۡ یَّمۡسَسۡكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَاِنۡ یَّمۡسَسۡكَ بِخَیۡرٍ فَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۱۷﴾ (الانعام)

ترجمہ: اور اگر اللہ تعالیٰ تجھ کو کوئی تکلیف پہنچائیں تو اس (تکلیف) کو کوئی دور نہیں کرسکتا، صرف وہی (اللہ تعالیٰ ہی دور کرسکتے ہیں) اور اگر اللہ تعالیٰ تجھ کو کوئی بھلائی پہنچائیں تو وہ (اللہ تعالیٰ) ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حفاظت کا فیصلہ فرمایا تو کیسے حفاظت فرماتے ہیں وہ ہمیں دیکھنا ہے۔

آج کے حالات میں ہم سب یہ سوچ رہے ہیں کہ کیسے ہماری حفاظت ہوگی؟ کیسے پوری دنیا کے مسلمانوں کی جان، مال، عزت، عصمت، پاک دامنی، اولاد اور بچوں کی حفاظت ہوگی؟

اللہ تعالیٰ حفاظت کرنے سے تھکتے نہیں ہیں

میری دینی بہنو! یاد رکھو! ہر چیز کی حفاظت کرنے والے اللہ ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسی قدرت والے ہیں کہ کسی چیز کی حفاظت سے اللہ تعالیٰ تھکتے نہیں، باقی دنیا میں ایک آدمی کو کسی چیز کی حفاظت کی ذمے داری سونپی جائے تو وہ تھوڑے دنوں میں تھک جائے گا، ایک چوکی دار بھی رات بھر چوکی کرتا ہے تو صبح تھک جاتا ہے، پھر صبح سے دوپہر یا شام تک سوتا رہتا ہے؛ لیکن میرے اور آپ کے اللہ ایسے حفاظت کرنے والے ہیں کہ وہ کسی کی حفاظت سے تھکتے نہیں ہے:

وَلَا یَـُٔوۡدُهٗ حِفۡظُهُمَا ۚ وَهُوَ الۡعَلِیُّ الۡعَظِیۡمُ ﴿۲۵۵﴾ (البقرۃ)

ترجمہ: اور ان دونوں (آسمان اور زمین) کی حفاظت اللہ تعالیٰ کے لیے ذرہ بھی بھاری نہیں ہے، اور وہ (اللہ تعالیٰ) اونچے مقام والے، بڑی عظمت والے ہیں۔

میری دینی بہنو! حفاظت کے معاملے میں ہمیں اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے، اللہ تعالیٰ آج کے ان خطرناک حالات میں مسلمانوں کی ہر چیز کی ان شاءاللہ! حفاظت فرمائیں گے، بس ہمارا یقین اللہ پر ہو جائے اور ہم لوگ اللہ کو خوش کرنے والے کام کرنے والے بن جاویں۔

نفاس کے متعلق چند ضروری باتیں

آپ کو معلوم ہے کہ بچہ پیدا ہونے کے بعد عورت کو نفاس کا خون آتا ہے، اور نفاس کے دنوں میں عورت نماز نہیں پڑھ سکتی اور روزہ نہیں رکھ سکتی، یہ اس کے لیے پابندی آجاتی ہے، پھر جب نفاس کا خون بند ہو جائے تو روزوں کی قضا کرنی ہوتی ہے، نماز کی نہیں، یہ نفاس کا خون زیادہ سے زیادہ چالیس دن تک آسکتا ہے، اس سے زیادہ اگر آوے تو وہ بیماری کا خون کہا جائے گا اور چالیس سے کم دنوں میں بھی پاک ہو سکتی ہے، آج کل کمزوری کا زمانہ ہے، عورتوں کو بہت کم دنوں میں نفاس کا خون بند ہو جاتا ہے؛ لہٰذا اگر نفاس کا خون چالیس دن سے پہلے بند ہو جائے تو غسل کر کے نماز، روزہ شروع کر دینا ہے، ایسا طے نہیں کہ بچہ پیدا ہونے کے بعد پورے چالیس دن تک نماز اور روزہ چھوڑ دینا ہے، یہ سوچ غلط ہے۔

امِ موسیٰ کو نفاس کا خون نہیں آیا

بہر حال! جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو عام طور پر جو عورتوں کو نفاس کا

خون آتا ہے وہ خون نہیں آیا، یہ اللہ کی حفاظت کا ایک انتظام تھا؛ بلکہ خون کا ایک قطرہ نکلا جس کو ہم پچکاری کہتے ہیں، بس پورا نفاس اسی میں مکمل ہو گیا۔

پیٹی کے دریا میں چلے جانے کے سلسلے میں دوسری روایت

اللہ کے حکم کے علاوہ ظاہری طور پر صندوق کے دریا میں چلے جانے کے سلسلے میں بعض مفسرین نے ایک دوسری روایت بھی نقل کی ہے:

دریا کے کنارے گہوارہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مکان دریا کے کنارے پر تھا، آپ کی والدہ نے دریا کے کنارے پر ایک گہوارہ بنا دیا تھا اور اپنے بچے کو اس گہوارے میں رکھ دیا کرتی تھی اور جب بھی موقع ملتا اور ضرورت ہوتی تو اپنے بچے کو دودھ پلا دیتی، یہ اس لیے کیا کہ ہر وقت یہ ڈر لگا ہوا تھا کہ کسی وقت بھی فرعون کی پولیس آ جائے گی اور گھر میں تفتیش ہو گی تو بچے کی جان خطرے میں ہو گی؛ اس لیے بچے کو گھر سے باہر رکھو۔

لکڑی کی پیٹی

ماں نے ایک لکڑے کی پیٹی بھی لا کر رکھ دی تھی؛ تاکہ گھر پر کوئی آتا تو اس بچے کو پیٹی میں رکھ کر سلا دیتی اور دریا میں ڈال دیتی، وہ پیٹی دریا کے پانی میں تیرتی رہتی، پھر جب وہ چلا جاتا تو وہ پیٹی نکال لیتی تھی اور نکال کر دودھ پلاتی تھی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے اپنے معصوم بچے کی حفاظت کے لیے کیسے اسباب اختیار فرمائے: ایک تو گہوارہ تیار کیا، صندوق بھی خرید کر لے آئی اور جیسے ہی لگتا

کہ کوئی سرکاری آدمی آیا تو پیٹی میں رکھ کر پیٹی دریا میں ڈال دیتی۔

دنیا دار الاسباب ہے

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو دار الاسباب بنایا ہے، اس میں ہم کو اسباب اختیار کرنے پڑتے ہیں، ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ بغیر شادی کے بچہ دے سکتے ہیں؛ لیکن بچے کے لیے اسباب کے طور پر شادی کرنی پڑتی ہے؛ ورنہ بغیر سبب کے اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو بیٹا عطا فرمایا۔

اللہ بغیر اسباب کے روزی دے سکتے ہیں؛ لیکن ہم کو حلال روزی کے لیے دکان چلانی پڑتی ہے، کاروبار کرنا پڑتا ہے، کھیتی باڑی کرنی پڑتی ہے، یہ اسباب کی دنیا ہے۔

بہرحال! ماں بھی اپنے بچے کی حفاظت کے لیے اسباب اختیار کر رہی ہے۔

پیٹی کو بہہ جانے سے بچانے کے لیے لمبی رسی

یہ لکڑی کی پیٹی بہہ کر دور نہ چلی جائے اس لیے ایک لمبی رسی رکھی تھی، اس رسی کا ایک کنارہ پیٹی کے ساتھ اور دوسرا کنارہ اپنے باڑے میں درخت یا پتھر کے ساتھ باندھ کر رکھتی تھی، جیسا کہ سمندر کے کنارے کشتی کو بڑے رسّے کے ساتھ باندھ دیا جاتا ہے؛ تاکہ وہ کشتی پانی کی بھرتی میں آگے نہ چلی جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے اپنے بیٹے کی حفاظت کا یہ تیسرا ذریعہ اپنایا تھا۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھو! بعض تفسیر کی روایتوں میں آتا ہے کہ: ایک دن موسیٰ علیہ السلام کی والدہ رسی باندھنا بھول گئی۔

عورتوں میں بھولنے کی بیماری زیادہ ہوتی ہے

عورتوں میں مردوں کے مقابلے میں بھولنے کی بیماری کچھ زیادہ ہی ہوا کرتی ہے؛ اسی لیے قرآنِ مجید میں جہاں ایک مرد کی گواہی ہوتی ہے وہاں دو عورتوں کی گواہی رکھی گئی: فَاِنۡ لَّمۡ یَکُوۡنَا رَجُلَیۡنِ فَرَجُلٌ وَّامۡرَاَتٰنِ مِمَّنۡ تَرۡضَوۡنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ.

ترجمہ: سو اگر دو مرد (میسر) نہ ہوں تو جن گواہوں کو تم پسند کرو ان میں سے ایک مرد اور دو عورتیں گواہ بنیں۔

ایک مرد کے مقابلے میں دو عورتوں کی گواہی کی حکمت

پھر ساتھ میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بیان فرمایا:

﴿اَنۡ تَضِلَّ اِحۡدٰهُمَا فَتُذَکِّرَ اِحۡدٰهُمَا الۡاُخۡرٰی﴾ (البقرۃ)

کہ ان دو (عورتوں) میں سے ایک (عورت) بھول جائے تو ان دو میں سے ایک دوسری کو یاد دلا دے۔

ایک مرد کے برابر دو عورتوں کی گواہی اس لیے مقرر کی گئی کہ اگر ایک عورت گواہی کا مضمون بھول جائے تو دوسری عورت اس کو یاد دلا دیوے یہاں ''اَنۡ تَضِلَّ'' بھولنے کے معنیٰ میں ہے، اور ''تُذَکِّرَ'' یاد دلانے کے معنی میں ہے۔

عورت کی بھول کی سزا بے چارے مرد کو بھگتنی پڑتی ہے

اسی لیے مرد بھی بے چارے اس بھول کے عذر کے ساتھ زندگی گزارتے ہیں، صبح کہہ کر جاتے ہیں کہ: آج مجھے فلاں چیز کھانے کا ارادہ ہے، گھر آئے تو دسترخوان پر

وہ چیز نہیں ہے، بیوی سے پوچھا کہ کیوں فلاں چیز نہیں پکائی؟ بیوی کہتی ہے کہ: بھول گئی تھی، پھر بھی بے چارے بھول کو چلا لیتے ہیں، اس طرح یہ زندگی چلتی رہتی ہے۔

ماں کی بے چینی

بہر حال! ایک دن موسیٰ علیہ السلام کی والدہ رسی باندھنا بھول گئیں تو وہ پیٹی آگے نکل گئی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو بہت فکر ہوئی کہ: اب میرے بچے کا کیا ہوگا، بچے کی فکر ماں کو ستانے لگی۔

دینی بہنو! اللہ تعالیٰ نے ماں کے دل میں اپنے بچے کی جو شفقت رکھی ہے اس کی وجہ سے ماں بہت غمگین رہتی ہے، جب کبھی بچہ گھر سے باہر جاتا ہے، یا اِدھر اُدھر ہو جاتا ہے تو ماں کے دل پر اس کا بڑا غم ہوتا ہے۔

میں اپنے جوان بیٹے اور بیٹیوں کو کہا کرتا ہوں: تم گھر سے کہے بغیر نکل جاتے ہو، جتنے وقت میں اسکول، مدرسے سے گھر پہنچنا چاہیے اتنے وقت پر پہنچتے نہیں ہو، گھومتے رہتے ہو تو ماں جانتی ہے کہ وہ گھر میں بچوں کا کیسے انتظار کرتی ہے؟ ماں کا نہ کھانے میں دل لگتا ہے، نہ پینے میں دل لگتا ہے اور نہ سونے میں دل لگتا ہے، ماں کا دل بے چین رہتا ہے، اللہ نے ماں کے دل میں بڑی عجیب محبت رکھی ہے۔

ماں کی شفقت کا عجیب واقعہ

میری دینی بہنو! اِس پر مجھے ایک واقعہ یاد آگیا، کچھ سال پہلے ہمارے گجرات میں کچھ اور کاٹھیاواڑ کے علاقے میں زلزلہ آیا تھا، بھاؤنگر اور سریندرنگر میں بھی اس کے بڑے اثرات ہوئے تھے، ہزاروں انسان شہید ہو گئے تھے اور بہت بڑا مالی

نقصان بھی ہوا تھا، اس موقع پر ہمارے یہاں سورت میں ہمارے ایک بہت اچھے تعلق والے ''موسیٰ چشمہ گھر'' اس کے ایک ذمے دار عمران بھائی ہے، جو اللہ والوں سے تعلق رکھتے ہیں، زلزلہ کے دنوں میں ان کا چھوٹا بچہ تھا اور وہ اپنی بیوی کے ساتھ فلیٹ میں رہتے تھے، انھوں نے خود اپنا قصہ سنایا کہ: ہم لوگ فجر کی نماز کے بعد گھر میں تھے، جب یہ زلزلہ آیا تو ۹ ر بجے کا وقت تھا، میں جان بچانے کے لیے تیزی سے سیڑھی کی طرف بھاگا؛ لیکن میری بیوی تو وہیں کھڑی رہی، اپنے معصوم بچے کو گود میں لیا پھر نکلی۔

باپ تو اپنی جان بچانے کے لیے بھاگا اور ماں اپنے بچے کو گود میں لے کر نکلی؛ اس لیے کہ اس کے دل میں اولاد کی بڑی محبت، بڑا پیار ہوتا ہے، یہی ماں کا دل کہلاتا ہے۔

موت کے نقشے میں حفاظت کا انتظام

بہر حال! جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیٹی پانی میں بہہ کر نکل گئی تو والدہ کو بہت غم ہوا، اسی غم کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی بھیجی:

لَا تَخَافِيْ وَلَا تَحْزَنِيْ إِنَّا رَآدُّوْهُ إِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ.

ترجمہ: ڈرو مت اور غم نہ کرو، یقیناً اس کو ہم تیرے پاس واپس پہنچادیں گے اور اس کو رسولوں میں سے (ایک رسول) بنادیں گے۔

اللہ تعالیٰ کی شان دیکھو! موسیٰ علیہ السلام کو بچانے کا انتظام فرعون کے محل میں کیا جہاں موت کا نقشہ ہے، جہاں دشمنی کا نقشہ ہے۔

دریا میں فرشتے کے ذریعے صندوق کی حفاظت

مفسرین نے عجیب روایت لکھی ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ بھیجا جو

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیٹی کی حفاظت کرتا تھا، دریا میں موجیں آتی تھیں، وہ پیٹی کبھی اونچی ہوتی، کبھی نیچے ہوتی، پھر بھی اللہ تعالیٰ نے فرشتے کے ذریعے اس پیٹی کی ڈوبنے سے حفاظت فرمائی، کہتے ہیں کہ: وہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ہی تھے، فرشتوں کا نیک لوگوں کی خدمت کرنا قرآن مجید میں ہے: إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا.

ترجمہ: یقیناً جن لوگوں نے اقرار کیا کہ: ہمارے رب تو اللہ تعالیٰ ہی ہیں، پھر وہ (اس پر) جم گئے تو ان پر فرشتے اترتے ہیں (اور یہ کہتے ہیں) کہ تم خوف مت کرو اور تم غمگین مت ہوؤ۔

خلاصہ یہ ہوا کہ کہہ دو کہ: ہمارے مالک اللہ ہیں اور اللہ کے حکموں پر جم جاؤ، اللہ تعالیٰ دنیا میں مدد کے لیے فرشتوں کو بھیجنے کی طاقت رکھتے ہیں۔

پیٹی دشمن کے محل کی طرف

اس کے بعد خدا کی قدرت دیکھو! جو اصل پانی کا بہاؤ تھا وہاں سے وہ پیٹی الگ ہوگئی اور جہاں دشمن ہے اللہ اس گھر میں پہنچا رہے ہیں اور اس گھر میں بھیج کر بھی اللہ حفاظت کا سامان کررہے ہیں۔

نائل ندی میں سے ایک نہر نکلتی تھی جو فرعون کے باغ کی طرف جاتی تھی، پیٹی اس نہر میں بہہ کر فرعون کے محل کی طرف جانے لگی۔

پیٹی فرعون کے محل میں کیسے پہنچی؟

وہ پیٹی اللہ نے فرعون کے محل کیسے پہنچائی اِس سلسلے میں عجیب روایتیں ہیں:

پہلی روایت

فرعون کی بیٹی اور بیوی دونوں سمندر کے کنارے پر نکلے ہوئے تھے، انھوں نے دریا میں ایک پیٹی بہتے ہوئے دیکھی، فرعون کی بیٹی پہلے دوڑ کر گئی کہ میں پیٹی نکالوں کہ اس میں کیا خزانہ بھرا ہوا ہے؟

موسیٰ علیہ السلام کی برکت سے فرعون کی بیٹی کا بیماری سے اچھا ہو جانا

فرعون کی بیٹی کو برص کی بیماری تھی، اللہ کی قدرت کہ جب اس نے پیٹی کھولی تو اللہ نے اپنے نبی کو ایسا برکت والا بنایا تھا کہ فرعون کی بیٹی نے جب موسیٰ علیہ السلام کو ہاتھ لگایا تو اللہ تعالیٰ نے اسی وقت اس کی برص کی بیماری کو ختم کر دیا۔

وہ بچی کہنے لگی کہ: یہ بچہ تو بہت برکت والا ہے کہ: اتنے سالوں سے میرا علاج کرتے ہیں؛ لیکن شفا نہیں ہوئی، اور اس بچے کی برکت سے آج مجھے شفا مل گئی۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام میں تین سو (۳۰۰) برکتیں رکھی تھیں۔

دوسری روایت

بعض تفسیری روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ فرعون کی بیوی آسیہ کی خدمت کرنے والی عورتیں دریا کے کنارے تھیں، ان عورتوں نے یہ پیٹی دیکھی اور وہ پیٹی نکالی، انھوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ پیٹی کھول کر دیکھنا چاہیے کہ اندر کیا رکھا ہوا ہے، پھر کسی نے رائے دی کہ پیٹی مت کھولو، اس کو ویسے ہی رہنے دو؛ اس لیے کہ ہوسکتا ہے کہ اس میں

کوئی قیمتی مال : سونا، چاندی، ہیرے، جواہرات ہو، اگر ہم پیٹی کھول دیں گے تو ہم پر تہمت آسکتی ہے کہ ہم نے اس میں سے کچھ نکال لیا ہے؛ لہذا پیٹی بند رکھو اور اس کو آسیہ کے پاس لے جاؤ، اور اس کے حوالے کردو۔

یہ بھی چوری ہے

اگر آپ کسی کے گھر جاویں تو اس کے گھر میں سے بغیر اجازت کوئی چیز نہیں اٹھانی چاہیے، بازار میں جائیں تو بغیر پیسے کے کوئی چیز نہیں لینی چاہیے، یہ سب چوری کہلاتی ہے۔ اسی طرح جو کسی کے گھر کام کرنے جائے تو کام والیوں کو بھی امانت داری کا برتاؤ کرنا چاہیے، چوری، خیانت وغیرہ سے اپنے آپ کو بچانا چاہیے۔

فرعون کی خادماؤں کی امانت داری

فرعون کے زمانے کی خادمائیں اتنی امانت دار تھیں کہ انھوں نے پیٹی نہیں کھولی۔ کہتے ہیں کہ: وہ پیٹی اس طریقے سے اٹھا کر لائیں کہ اندر کی چیز بالکل ہلنے نہیں پائی، جیسے دودھ یا شربت سے بھرا ہوا گلاس ہم کیسے سنبھال کر لے جاتے ہیں کہ دودھ اور شربت کے گرنے سے کپڑے خراب نہ ہو، ایسے ہی ان خادماؤں نے اس پیٹی کو سنبھال کر آسیہ کے حوالے کردی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی محبوبیت:

بچہ دیکھتے ہی آسیہ کے دل میں محبت

آسیہ نے وہ پیٹی کھولی تو اندر سے ایک معصوم، خوب صورت، پیارا پیارا، گورا

گورا بچہ نکلا، آپ کا چہرہ ایسا چمکتا اور اتنا خوب صورت تھا کہ جو بھی دیکھے فوراً آپ سے پیار کرنے لگ جاوے اور اللہ تعالیٰ نے ایسی محبت عطا فرمائی تھی کہ اس زمانے میں پوری دنیا میں کسی انسان کو ایسی محبت عطا نہیں فرمائی تھی، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيْ ۚ وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِيْ ﴿۳۹﴾ (طه)

ترجمہ: اور (اے موسیٰ!) میں نے تم پر اپنی طرف سے محبت ڈال دی اور (یہ سب کام اس لیے کیے) تا کہ تم میری نظروں کے سامنے پرورش پاؤ۔

یعنی اللہ کی محبتوں کے ساتھ موسیٰ کی پرورش ہورہی ہے، غذا بھی شاہانہ مل رہی، اور فرعون جس کی عادت ہی ظلم کی تھی اس کے باوجود اس نے کوئی ظلم نہیں کیا۔

بہر حال! اللہ تعالیٰ نے اس بچے کی محبت حضرت آسیہ کے دل میں رکھ دی، حضرت آسیہ کی نظر میں کوئی انسان اتنا محبوب اور پیارا نہیں تھا جتنا یہ بچہ محبوب اور پیارا تھا؛ اس لیے کہ بچے سے تو ہر ایک محبت کرتا ہے اور یہ بچہ تو کل بڑا ہو کر اللہ کا نبی بننے والا ہے تو وہ بچہ کتنا پیارا اور خوب صورت ہوگا؟

دینی بہنو! پھر ایک وقت وہ آیا کہ فرعون جیسا دشمن بھی اس بچے کو گود میں اٹھا کر کھیلتا تھا، جیسے حقیقی باپ اپنے بچے کو گود میں لے کر کھیل کرواتا ہے، یہ اللہ کی طرف سے جو محبت ڈالی گئی تھی اس کی برکت تھی۔

تیسری روایت

مفسرین نے ایک عجیب روایت نقل کی ہے کہ: فرعون کا ایک معمول تھا کہ وہ روزانہ اپنی بیوی آسیہ کو لے کر اپنے محل کا جو حصہ سمندر کے کنارے پر آتا تھا وہاں

تفریح کے لیے نکلتا تھا، اِس سے معلوم ہوا کہ: پردے کے اہتمام اور محرم کے ساتھ کھلی ہوا کھانے کے لیے جانا چاہیے، تھوڑی چہل قدمی بھی کرنی چاہیے یہ اچھی چیز ہے۔

پردے کے اہتمام کے ساتھ گھر والوں کے ساتھ تفریح ثابت ہے

حسنِ معاشرت میں حضرت نبیٔ کریم ﷺ کا طرزِ عمل

حدیث میں بھی موجود ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ اپنی بیوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ سفر سے واپس تشریف لا رہے ہیں اور ایسی جگہ پہنچے جہاں کھجور کا جھنڈ تھا، جہاں کسی دوسرے کی نظر نہ پڑے، آج بھی مدینہ منورہ میں وہ جگہ متعین ہے، تو دونوں نے دوڑ میں ریس لگائی، پورا لمبا قصہ روایتوں میں ہے۔

مکمل شرعی پردے کے اہتمام کے ساتھ اس طرح کرنا ہو تو کر سکتے ہیں، اس میں ڈپریشن کا علاج بھی ہوتا ہے، صبح صبح کھلے پاؤں ہری ہری گھاس میں چلنے سے دونوں کا دماغ بھی ٹھنڈا رہے گا۔

بہرحال! فرعون اپنی بیوی کے ساتھ باغیچے میں ہوا کھانے کے لیے آیا ہوا تھا، باغ میں بیٹھے بیٹھے دیکھا کہ: کوئی پیٹی جا رہی ہے، فرعون نے اس پیٹی کو نکالنے کا حکم دیا، پانی کے بالکل کنارے ایک درخت تھا، اس درخت کے پاس آ کر وہ پیٹی رُک گئی، وہ پیٹی نکال کر فرعون کے پاس لائی گئی، اس کو کھولا تو اس میں موسیٰ علیہ السلام تھے، فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو اٹھا لیا اور آپ کے ساتھ کھیلنے لگا، جیسے ایک باپ اپنے بچے کو کھیل لگاتا ہے۔

قتل کرنے والی پولیس آ گئی

لیکن دوسری طرف بات یہ ہے کہ بچوں کو قتل کرنے والا سال چل رہا ہے اس

لیے جو پولیس بچوں کے قتل پر مقرر تھیں وہ پہنچ گئیں۔

اُس زمانے میں حالات ایسے تھے کہ کوئی سرکاری قانون ہو تو سرکار کے جتنے بھی ذمے دار اور سرکاری عملہ ہوتا تھا ان پر بھی قانون لگتا تھا؛ لھذا فرعون کے دربار میں آنے والے بچے کو بھی فوراً قتل کرنے والی پولیس آ گئی۔

فرعون کی بیوی کی سفارش

فرعون کی بیوی آسیہ یہ نبیوں کی اولاد میں سے تھی، بہت نیک عورت تھی، کمزوروں پر رحم کرنے والی، صدقہ کرنے والی تھی، اس نے فرعون کو سمجھایا کہ: اس بچے کی جان معاف کردو، ایک ہی تو بچہ ہے، اس ایک کی جان بخش دو، قرآن میں ہے:

وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ ؕ لَا تَقْتُلُوْهُ ۖ عَسٰۤى اَنْ يَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝۹

ترجمہ: اور فرعون کی بیوی (فرعون سے) کہنے لگی: (یہ بچہ) میری اور تیری آنکھ کی ٹھنڈک ہے، اس کو تم قتل مت کرو، شاید کہ یہ (بچہ) ہم کو کام آئے گا یا اس کو ہم (اپنا) بیٹا بنالیں گے اور (اس بات کا فیصلہ کرتے وقت) ان کو (انجام کا) پتہ نہیں تھا۔

آسیہ نے فرعون سے ایک بات یہ بھی کہی کہ: یہ بچہ تو ایک سال سے زیادہ کا معلوم ہوتا ہے اور آپ نے بچوں کو قتل کا حکم ایک سال سے دے رکھا ہے؛ اس لیے یہ بچہ قتل والے حکم میں آ ہی نہیں سکتا۔

اللہ تعالیٰ کے عجیب حفاظتی انتظامات!

دینی بہنو! اللہ تعالیٰ جب حفاظت کرنا چاہتے ہیں تو دشمن کے گھر میں حفاظت

فرماتے ہیں اور عجیب بات فرعون جیسے دشمن کے گھر میں پہنچنے کا جو ذریعہ بنا وہ سمندر بنا؛ حالاں کہ سمندر میں ڈوبنے کا خطرہ لگا رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ جب کسی کی حفاظت فرمانے پر آتے ہیں تو دنیا کی کوئی طاقت اس کو نقصان پہنچا سکتی، قرآن میں اللہ نے فرمایا:

فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۪ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝٦٤ (یوسف)

ترجمہ: سو اللہ تعالیٰ ہی بہتر حفاظت کرنے والے ہیں اور وہ (اللہ تعالیٰ) رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے محل میں پہنچ گئے، آٹھ (٨) دن گزر گئے؛ لیکن کسی کا دودھ پینے کو تیار نہیں۔

ماں کے دل میں کیسی بے قراری ہوتی ہے وہ ماں بننے کے بعد معلوم ہوگی

ادھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ بے چین اور بے قرار ہے کہ وہ بیٹی کہاں گئی؟

وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا.

ترجمہ: اور (ادھر صبح کے وقت) موسیٰ (علیہ السلام) کی ماں کا دل بے قرار تھا۔

بیٹے کی جدائی کے وقت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی دل کی جو کیفیت اللہ نے بیان فرمائی اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ دنیا میں ماں کی محبت تمام محبتوں اور رشتوں سے زیادہ مضبوط ہوتی ہے۔

ماں کے دل میں کیسی محبت ہوتی ہے وہ ماں بننے کے بعد سمجھ میں آتا ہے، میں اپنے نوجوان بھائیوں اور بیٹیوں کو کہا کرتا ہوں کہ: آج کل جو تم تمھاری ماں کا دل دکھاتے ہو، گھر سے بغیر پوچھے نکل کر چلے جاتے ہو، اس کی وجہ سے ایک ماں کے دل میں کیا تکلیف ہوتی ہے وہ تمھاری سمجھ میں نہیں آتی، وہ اس دن سمجھ میں آئے گی جب تم کو اللہ ماں بنائیں گے۔

''فؤاد'' کا مطلب

''فؤاد'' کس کو کہتے ہیں؟ مفسرین نے لکھا ہے کہ: ''فؤاد'' اس وقت کہا جاتا ہے جب دل میں کسی وجہ سے غم اور فکر کی آگ لگی ہوئی ہو، قرآن میں یہ تعبیر استعمال کی گئی ہے: واصبح فؤاد ام موسیٰ فٰرِغًا. یعنی موسیٰ کی والدہ کے دل میں موسیٰ کے علاوہ کسی کا خیال نہیں، بس خیال آتا ہے تو صرف موسیٰ کا خیال آتا ہے۔

''فارغا'' کے مختلف مطلب

مفسرین نے ''فارغاً'' کی تفسیر میں لکھا ہے کہ:

① حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کے دل میں سے دنیا بھر کے تمام خیالات نکل گئے، صرف بیٹے کا خیال دل میں آرہا ہے۔

② ''فارغاً'' کا مطلب یہ بھی لکھا ہے کہ: موسیٰ کی والدہ غم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو بھول گئی، خدا نے وعدہ کیا تھا:

لَا تَخَافِيْ وَلَا تَحْزَنِيْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝

ترجمہ: تو ڈرنا مت اور غم نہ کرنا، یقیناً اس کو ہم تیرے پاس واپس پہنچا دیں گے

اور اس کو رسولوں میں سے (ایک رسول) بنا دیں گے۔

بچہ جب مدرسہ اور دار العلوم میں جاتا ہے تو ماں کو رونا آتا ہے، چلہ یا چار مہینے کی جماعت میں جاتا ہے تو ماں کو رونا آتا ہے، دینی بہنو! ڈرو مت، اللہ کے لیے بھیجو، خدا تمھارے بچے کو عزت کا تاج پہنا کر واپس لائیں گے اور اللہ تمھارے بچے کو ہدایت کا ذریعہ بنائیں گے، عالم، مفتی، حافظ، قاری، داعی اور ذاکر بنے گا، اپنی زندگی بھی بنائے گا اور نہ جانے کتنے لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنے گا۔

③ ایک مطلب یہ بھی ہے کہ جب اللہ کا وعدہ یاد آیا تب آپ کی والدہ کے دل سے بیٹے کے متعلق ڈر ختم ہو گیا۔

④ ایک مطلب یہ بھی ہے کہ اس وقت آپ کی والدہ کا دل بالکل خالی ہو گیا، کوئی چیز سوچ سمجھ میں آ ہی نہیں رہی تھی اور بے قراری اور ڈر کے وقت اس طرح کی کیفیت ہو جایا کرتی ہے۔

اس لیے جس شخص پر کوئی اس طرح کا معاملہ مسلط ہو جائے تو اس کو چاہیے کہ فیصلہ کسی دوسرے سمجھ دار آدمی کے حوالے کر دے، خود انسان ایسے وقت فیصلہ کرنے سے عاجز ہوتا ہے۔

بیٹی کو نگرانی کا حکم

ماں نے اپنی بیٹی یعنی موسیٰ علیہ السلام کی بہن جس کا نام مریم یا کلثوم تھا اس سے کہا:

وَقَالَتْ لِأُخْتِهِ قُصِّيهِ.

ترجمہ: اور اس (موسیٰ علیہ السلام کی ماں) نے اس (موسیٰ) کی بہن کو کہا: تو اس

کے پیچھے پیچھے چلی جا۔

یعنی معلوم کر کہ تیرا بھائی زندہ ہے یا کسی جانور نے کھالیا ہے؟

اس میں بہن کے لیے دو باتیں تھیں: ایک ماں کا حکم، دوسری بھائی کی محبت، ماں کا حکم کہ: جا تلاش کر اور دل میں بھائی کی محبت کہ میرے بھائی کا کیا ہوا ہوگا؟

قابلِ رشک بہن

خدا امت کی ہر بہن کو بھائی کے لیے ایسی محبت عطا فرماوے۔

آج تو بھائی بہنوں میں بھی جھگڑے ہوتے ہیں، سالہا سال ہو جاتے ہیں؛ لیکن بہن بھائی کا منہ دیکھنے کو تیار نہیں اور بھائی بہن کا منہ دیکھنے کو تیار نہیں اور جھگڑا بھی کس کا؟ دنیا کی چند کوڑیوں کا، استغفر اللہ!

روایتوں میں موجود ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس بہن کی جنت میں میرے اور آپ کے آقا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شادی ہوگی۔

موسیٰ علیہ السلام کی بہن ماں کا حکم پورا کر رہی ہے اور بھائی کی محبت میں صندوق کی تلاش میں نکلی، ایک جگہ عجیب منظر دیکھا کہ موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی خادمائیں لے کر کھڑی ہیں اور دودھ پلانے والی دایا کی تلاش ہے، موسیٰ علیہ السلام کی بہن اجنبی کے انداز میں دور کھڑی رہی: فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۱﴾

ترجمہ: پھر وہ (بہن) اس (موسیٰ) کو اجنبی بن کر (دور سے) اس طرح دیکھتی رہی کہ ان لوگوں کو پتہ بھی نہیں چلا۔

یعنی انجانی بن کر دیکھتی رہی؛ تا کہ کسی کو بہن ہونے کا خدشہ تک نہ ہو۔

کسی کا دودھ نہ پینے کی حکمت

ادھر حضرت موسیٰ علیہ السلام تو شاہی گھرانے میں پہنچ گئے، بہن بھی پیچھے پیچھے محل میں پہنچ گئی، خدا کی عجیب قدرت کہ موسیٰ علیہ السلام کسی کا دودھ نہیں پیتے:

وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ.

ترجمہ: اور ہم نے پہلے سے اس (موسیٰ) پر روک لگا دی تھی (سب) دودھ پلانے والیوں سے کہ (اس موسیٰ کو دودھ نہ پلا سکیں)۔

کسی بھی دودھ پلانے والی کا دودھ نہیں پیتے، اس میں اللہ کی بڑی حکمت تھی؛ اس لیے کہ اگر وہ کسی پرائی عورت کا دودھ پی لیتے تو ماں سے مستغنی ہو جاتے، ماں کے دودھ کی ضرورت نہ رہتی، اور دوسری بڑی حکمت جو اللہ کی طرف سے میری سمجھ میں یہ آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ مصر کی قبطی عورتوں کے دودھ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حفاظت کرنا چاہتے تھے۔

آسیہ کو فکر ہوئی کہ یہ بچہ دودھ کیوں نہیں پیتا؟ دودھ پیے گا تو زندہ رہے گا؛ ورنہ مر جائے گا، اس فکر نے حضرت آسیہ کو بے چین کر دیا، یہ اس محبت کی برکت ہے جو اللہ نے ان کے دل میں ڈالی تھی۔ ایک، دو دن نہیں آٹھ دن ہو گئے، موسیٰ بھوکے ہیں، اور آٹھ دن تک اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بغیر دودھ کے زندہ بھی رکھا۔

کچھ کے زلزلے میں حفاظتِ خداوندی کا عجیب واقعہ

کچھ میں جب زلزلہ آیا تھا جس کی بات میں نے ابھی آپ کو سنائی (تفصیلی کارگزاری خطباتِ محمود جلد: ۸ میں چھپی ہوئی ہے) وہاں ہمارے ساتھیوں نے ایک

عجیب کارگزاری سنائی تھی کہ: ایک جگہ جب مکان کا ٹوٹا ہوا ملبہ ہٹایا تو دیکھا کہ اس ملبے کے نیچے ایک ماں اور اس کا دودھ پیتا بچہ بھی دبا ہوا ہے، اللہ کیسے حفاظت کرتے ہیں کہ مکان ٹوٹ گیا اور مکان کے سامان کے نیچے ماں دب کر مر گئی، عورت کا پورا بدن صحیح سالم؛ لیکن اس ماں کے سر پر زخم آیا تھا جس سے ایک ایک قطرہ خون کا گرتا رہتا تھا اور وہ خون کا قطرہ بچے کے منہ میں گرتا تھا، اس کو بچہ چاٹ کر تقریباً ساڑھے تین دن تک زندہ رہا، ساڑھے تین دن یا چار دن کے بعد اس بچے کی رونے کی آواز سن کر بڑی بڑی مشینیں لاکر اس ملبے کو اٹھایا گیا، اور بچے کو زندہ نکالا۔

آٹھ دن دودھ کے بغیر

آٹھ دن گزر گئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کسی کا دودھ نہیں پیا، الگ الگ عورتوں کو لایا جا رہا ہے اور سب عورتوں کو لگا کر کوشش کر رہے ہیں؛ لیکن موسیٰ علیہ السلام کسی کا دودھ ہی نہیں پیتے تو فرعون نے پورے شہر میں اعلان کروایا کہ: پورے شہر سے عورتیں آویں اور آکر دودھ پلانے کا انٹر یو دیویں۔

یہ اعلان فرعون بادشاہ کی طرف سے ہو رہا ہے؛ اس لیے سب کو یقین تھا کہ بادشاہ کی طرف سے بڑا انعام ملے گا، بہت ساری دولت ملے گی؛ اس لیے بہت ساری عورتیں دودھ پلانے کے انٹر یو میں آ گئی، پھر بھی یہ بچہ کسی کا دودھ نہیں پیتا تھا۔

موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں لکنت کی ایک روایت

آٹھ دن تک دودھ نہ پینے کی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام کی زبان موٹی ہو گئی تھی اور ان کی زبان میں جو لکنت تھی مفسرین نے اس کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی ہے؛ اگرچہ

دوسری وجوہات بھی لکھی ہیں۔

ماں کا دودھ اولاد کے لیے بہت بڑی نعمت

معلوم ہوا کہ اولاد کے لیے ماں کا دودھ بہت بڑی نعمت ہوتی ہے، عورت بچے کو دو، ڈھائی برس دودھ پلا سکتی ہے؛ اس لیے بچوں کو دودھ پلانا چاہیے، اس میں بچوں کی تندرستی بہت عمدہ اور اچھی ہوتی ہے۔

اللہ کی طرف سے ام موسیٰ کی دل جمعی

موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو پتہ چل گیا کہ موسیٰ کو تو فرعون نے اٹھا لیا ہے، فرعون اس کو گود میں لے کر کھیل لگا رہا ہے، تو ماں کو اور زیادہ غم ہوا کہ یہی تو ہمارا دشمن ہے، یہی تو قتل کرنا چاہتا ہے؛ لہذا ماں کی بے چینی اتنی زیادہ بڑھ گئی کہ قریب تھا کہ وہ دوڑ کر فرعون کے پاس پہنچ جاتی اور کہتی کہ: یہ میرا بچہ ہے، اور فرعون کو جب پتہ چل جاتا کہ یہ بنو اسرائیل کے خاندان کا بچہ ہے تو شاید فرعون اسی وقت قتل کروا دیتا؛ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا.

ترجمہ: اگر ہم اس کے دل کو مضبوط نہ کرتے تو قریب تھا کہ وہ اس (موسیٰ) کا راز ظاہر کر دیتی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے دل کو جما دیا، ان کو اللہ تعالیٰ نے ہمت دی کہ تم ابھی چپ رہو، چپ رہنے میں فائدہ ہے، اپنے بیٹے کا راز مت کھولو، ثابت قدم رہو، کسی کے سامنے ظاہر مت کرو۔

ایک ضروری سمجھنے کی بات

میری دینی بہنو! یہ چیز بڑی سمجھنے کی ہے، بہت سے موقع ایسے آتے ہیں کہ اس میں خاموش رہنا چاہیے، ان شاء اللہ! اس کی برکت سے ہم بہت سارے نقصانات سے بچ سکیں گے، بات بگڑنے سے بچ جائے گی، جیسے کسی وقت شوہر، خسر یا ساس غصے میں ہو تو ہمیں چپ رہنا چاہیے، ایسے موقع پر سامنے سے جواب دیا تو دونوں طرف سے گرمی ہو جائے گی اور آفت بڑھ سکتی ہے، جھگڑا ہوسکتا ہے، طلاق پڑ سکتی ہے، گھر سے نکال دیے جانے کا واقعہ ہوسکتا ہے، ایسے موقع پر اپنے آپ یہ سوچنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے دو کان دیے ہیں، ایک کان سے سننا ہے اور دوسرے کان سے نکال دینا ہے۔

نیکی اور بھلائی میں دوسروں کی رہبری کرنی چاہیے

جب موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے دیکھا کہ میرا بھائی کسی کا دودھ نہیں پیتا اور وہ آٹھ دن سے بھوکا ہے تو وہ قریب گئی اور کہنے لگی: اگر تم کہو تو میں تم کو ایک گھر بتلاؤں، مجھے یقین ہے کہ یہ بچہ اس عورت کا دودھ پی لے گا:

فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ﴿۱۲﴾

ترجمہ: اس پر اس (موسیٰ کی بہن) نے (فرعون کے لوگوں کو) کہا کہ: کیا میں تم کو ایسے گھر والوں کا پتہ بتلاؤں جو تمھارے لیے اس (بچہ) کی پرورش کریں اور وہ اس کی خیر خواہی کریں۔

معلوم ہوا کہ کوئی نیکی یا بھلائی کی جگہ ہم کو معلوم ہو تو دوسروں کو رہبری کرنی چاہیے۔

دین خیر خواہی کا نام ہے

آج تو ہم یہ چاہتے ہیں کہ ساری بھلائی ہم اکیلے لے لیویں، دوسروں کو بتلاتے نہیں، خود نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا کہ: الدين النصيحة.

دین تو دوسروں کی بھلائی کا نام ہے، جیسے ہم اپنے لیے بھلائی چاہتے ہیں اسی طرح دوسروں کو بھی بھلائی پہنچانی چاہیے، یہ دین ہے اور دین کا خلاصہ ہے، ہم لوگ ہر اعتبار سے بخیل بنتے جاتے ہیں، ہم کو کوئی بھلائی نظر آتی ہے تو ہم کسی کو بتلاتے نہیں، یہ اچھی چیز نہیں ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کی بہن کی چالاکی

اس وقت تک حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے فرد ہیں یہ کسی کو یقینی طور پر معلوم نہیں تھا؛ اس لیے روایتوں میں لکھا ہے کہ فرعون کا وزیر ہامان کہنے لگا کہ: اس لڑکی کو پکڑ کر جیل میں ڈالو، یہ بولے گی کہ: یہ بچہ کس کا ہے؟ یہ لڑکی اتنی یقین سے کہہ رہی ہے، معلوم ہوتا ہے کہ: یہ بچی جانتی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن بہت چالاکی سے کہنے لگی کہ: ایسی بات نہیں ہے، آپ لوگ پریشان ہو؛ اس لیے میں بادشاہ کی خیر خواہی میں تم کو بتلانا چاہتی ہوں۔

”لہٗ“ کی ضمیر کا مرجع

وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ.

اِس میں ”لہٗ“ کا مرجع بہت سے مفسرین نے فرعون کو قرار دیا ہے کہ: میں تو

فرعون کی خیرخواہ ہوں۔

کبھی ہمیں بھی ایسے پروگرام کرنے پڑتے ہیں؛ یعنی جو حقیقت ہے اس کو اخلاص کے ساتھ اسٹیج پر دکھلانی پڑتی ہے کہ ہم ملک کے وفادار ہیں، حکومت کے خیرخواہ ہیں۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ: ''لہ'' کا مرجع موسیٰ علیہ السلام ہے؛ یعنی یہ بچہ آٹھ دن کا بھوکا ہے، وہ اس عورت کا دودھ پی لے گا، میں اس بچے کی خیرخواہی چاہتی ہوں۔

فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن کو حکم دیا کہ: جاؤ! اپنی ماں کو بلا کر لاؤ۔ بہن اپنی ماں کو بلا کر لے آئی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ پہنچی، ماں کی خوشبو جب موسیٰ علیہ السلام کی ناک میں پہنچی تو فوراً انھوں نے رونا بند کر دیا، ایک ماں کی ممتا، محبت اور ماں کے بدن کی خوشبو بچے کے لیے کتنی اچھی ہوتی ہے کہ فوراً موسیٰ علیہ السلام نے رونا بند کر دیا!

حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی والدہ کے پاس

ماں نے اس بچے کو گود میں لیا تو فوراً اس بچے نے دودھ پینا شروع کر دیا، اللہ کا وعدہ پورا ہو گیا:

اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝

ترجمہ: یقیناً اس کو ہم تیرے پاس واپس پہنچا دیں گے اور اس کو رسولوں میں سے (ایک رسول) بنا دیں گے۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا: فَرَجَعْنٰكَ اِلٰٓى اُمِّكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ.

ترجمہ: پھر (اس طرح) ہم نے تم کو تمھاری ماں کے پاس واپس لوٹا دیا؛ تا کہ

اس (تمھاری ماں) کی آنکھ ٹھنڈی رہے اور وہ غمگین نہ ہو۔

معلوم ہوا کہ ماں باپ کے لیے اولاد آنکھوں کی ٹھنڈک ہوتی ہے اور اگر اولاد نیک اور نمازی ہیں تو یہ مزید آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، اور اسی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اس آیتِ کریمہ میں:

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا﴿۷۴﴾ (الفرقان)

ترجمہ: اور وہ (رحمن کے بندے دعا میں یہ) کہتے ہیں: اے ہمارے رب! تو ہم کو ہماری بیویوں سے اور ہماری اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کر اور تو ہم کو تقویٰ والوں کا امام بنا دے ﴿۷۴﴾

فائدہ: فَرَجَعْنٰكَ، فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ، اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ: یہ الگ الگ آیتوں میں الگ الگ تعبیر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے لیے اللہ کی طرف سے وعدے کی تاکید اور بشارت کی کامل وضاحت ہے۔

فرعون کا سوال اور امِ موسیٰ کا جواب

جیسے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں پہنچی اور بچے کو گود میں لیا تو بچہ فوراً دودھ پینے لگا، تو فرعون نے فوراً کہا کہ: تو عجیب عورت ہے کہ: اس بچے نے کسی کا دودھ نہیں پیا، صرف تیرا دودھ پیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امی جان جواب دیتی ہے: اللہ نے میرے بدن میں ایسی خوشبو رکھی ہے کہ جو بچہ بھی اس کو سونگھتا ہے فوراً قبول کر لیتا ہے۔

اللہ پر توکل کا بدلہ

میرے مسلمان بھائیو! کتنے بھی کمزور حالات ہو جائے ہم کو اللہ تعالیٰ پر یقین اور توکل پیدا کرنا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ. (الطلاق:۳)

ترجمہ: اور جو آدمی اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے تو وہ (اللہ تعالیٰ) اس (کا کام بنانے) کے لیے کافی ہے۔

شریعت کے حکم کو پورا کرنے والے بنو، آج دکھ اسی کا ہے کہ حالات میں بھی مسلمان اللہ کا حکم پورا کرنے والے نہیں بنے، مسلمان کی کامیابی اللہ نے اپنے حکموں کو پورا کرنے میں رکھی ہے۔

اگر ہم ان کو نہ سنبھالتے تو!!!

ماں ماں ہوتی ہے، بے قرار، بے چین، آج تک جو راز چھپایا تھا اگر وہ فرعون کے سامنے ظاہر کر دیتی کہ: یہ بچہ میرا ہے تو کیا حال ہو سکتا تھا؛ لیکن خدا فرماتے ہیں:

اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا.

ترجمہ: اگر ہم اس کے دل کو مضبوط نہ کرتے تو قریب تھا کہ وہ اس (موسیٰ) کا راز ظاہر کر دیتی۔

اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کی ماں کے دل کو جوڑ کر رکھا، مضبوط کر کے رکھا اور اس نے اپنا راز کسی کے سامنے ظاہر نہیں کیا۔

معلوم ہوا کہ دل کا جماؤ اور ثابت قدمی یہ بھی اللہ کی بڑی نعمت ہے اور یہ

دونوں نعمتیں اس وقت اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو عطا فرمائی؛ تا کہ بیٹے کا حال کسی کے سامنے ظاہر نہ کردے۔

صبر اور ایمان کی برکت سے دل کا جماؤ

صبر اور ایمان کی برکت سے اللہ تعالیٰ دلوں کو تھام رکھتے ہیں، جیسے ہجرت کے موقع پر جب مکہ کے دشمن غار کے دروازے تک پہنچ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کیفیت اللہ کی طرف سے حاصل ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بھی حاصل ہوگئی۔

گھر کے نظام کو اچھا بنانے کے لیے دلوں کا جوڑ بہت ضروری ہے

دینی بہنو! اِس آیت میں بہت بڑا سبق ہے کہ گھر کے نظام کو اچھا بنانے کے لیے دلوں کا جوڑ بہت ضروری ہے، ساس اور بہو، شوہر اور بیوی، بچے اور والدین میں دلوں کا جوڑ بہت ضروری ہے، اگر یہ دل کا جوڑ ہوگا تو گھر کا نظام ٹھیک چلے گا۔

جب شادیاں ہوتی ہیں اور دلہنوں کو کچھ کہنے کا موقع ہوتا ہے تو میں عام طور پر نصیحت کیا کرتا ہوں کہ: ہر ساس آنے والی بہو کو اپنی بیٹی سمجھ لیوے اور بہو اپنی ساس کو ماں سمجھ لیوے تو ان شاء اللہ! کبھی جھگڑے نہیں ہوں گے۔

ساس انتقام کا جذبہ نہ رکھے

اسی طرح ساس اپنے دل میں انتقام کا جزبہ نہ رکھے، بعض مرتبہ ہماری بڑی عمر والی بہنیں ساس بنتی ہیں تو ان میں بدلہ لینے کا جذبہ ہوتا ہے کہ جب میں بہو بن کر آئی تھی تو میری ساس نے مجھے جتنی تکلیف پہنچائی ہے اتنی نہیں تو کم از کم اس سے آدھی

تکلیف میری آنے والی بہوکو پہنچانی ہی ہے۔

میں بننے والی ساس کو کہا کرتا ہوں کہ: جس ساس نے تجھے تکلیف پہنچائی ہے تو اسے معاف کر دے یا اس کو آخرت کے حوالے کر دے؛ لیکن تو کیوں تیری آنے والی بہوکو پریشان کرتی ہے؟

بہر حال! یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں بھی ''ربطنا'' آیا اور وہاں جہاں سات نوجوانوں کا قصہ بیان کیا ہے وہاں بھی:

اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى ﴿۱۳﴾ وَّرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا۟ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَاۤ اِذًا شَطَطًا ﴿۱۴﴾

ترجمہ: یقینی بات ہے کہ وہ (غار میں سونے والے) چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے، اور ہم نے ان کو ہدایت میں خوب ترقی دی تھی ﴿۱۳﴾ اور ہم نے ان کے دلوں کو مضبوط کر دیا (یہ اس وقت ہوا) جس وقت وہ کھڑے ہوئے تو کہنے لگے: ہمارے رب تو آسمان وزمین کے رب ہیں، ہم تو ہرگز اس کو چھوڑ کر کسی اور معبود کی عبادت نہیں کریں گے، اگر ہم ایسا کریں گے تو ہم عقل سے دور کی (لغو) بات کہیں گے۔

دینی بہنو! گھریلو زندگی میں جب دلوں میں جوڑ آتا ہے تو گھر جنت کا نمونہ بنتا ہے اور اگر دلوں میں جوڑ نہیں ہوتا تو عالیشان بنگلہ ہونے کے باوجود گھر جہنم کا ٹکڑا ہوتا ہے۔

تنظیموں اور کمیٹیوں کے لیے بھی دلوں میں جوڑ ضروری ہے

آپ دنیا میں تجربہ کرلو، اسی طرح تنظیموں اور کمیٹیوں میں بھی یہی حال ہے کہ

اگر آپس میں دلوں میں جوڑ ہوگا تو کام چلے گا اور دلوں میں توڑ ہوگا تو کام کبھی بھی نہیں چل سکتا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ پر اللہ تعالیٰ کے خصوصی انعامات

اِس موقع پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے خصوصی انعامات:

① موسیٰ علیہ السلام نے اپنی والدہ کی چھاتی کو قبول کرلیا، اس سے خود والدہ اور وہاں موجود لوگوں کو خوشی ہوئی۔ ② اللہ کا وعدہ مکمل ہوا: بیٹا گود میں آ گیا۔

③ جس فرعون کا ڈر تھا اسی کے گھر میں امن سے زندگی گزار رہے ہیں۔

④ موسیٰ علیہ السلام فرعون کے تخت پر کھیلتے، بچھونے پر لیٹتے اور فرعون کی سواریوں کو استعمال کرتے۔ ⑤ فرعون کی طرف سے روزانہ وظیفہ بھی مل رہا ہے۔

فرعون کے محل میں رہ کر دودھ پلانے پر آسیہ کا اصرار

میری دینی بہنو! فرعون اور آسیہ نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو بہت اصرار کیا کہ ہم تم کو الگ کمرہ دے دیتے ہیں، تم یہاں رہ کر بچے کو دودھ پلاؤ؛ اس لیے کہ آسیہ کے دل میں بچے کی محبت بہت تھی، وہ نہیں چاہتی تھی کہ یہ بچہ میری نظر سے ہٹ جائے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے دیکھا کہ موقع اچھا ہے، فرعون اور آسیہ کی غرض ہے؛ اس لیے کہ یہ بچہ میرے سوا کسی کا دودھ نہیں پیتا ہے، جو شرط لگانا ہو وہ منظور کروالو، تو ان کی والدہ نے کہا کہ: میں شاہی محل میں نہیں رہوں گی، میں تو اپنے گھر پر رہ کر ہی اس بچے کو دودھ پلاؤں گی۔

چناں چہ آسیہ نے کہا کہ: ٹھیک ہے؛ لیکن میرے پاس اس بچے کو بھیجتے رہنا؛ تاکہ اس کو دیکھ کر اپنا دل ٹھنڈا کروں اور میرے ذہن کو سکون ملے۔

تم کو روزانہ دودھ پلانے پر اجرت کے طور پر ایک دینار ملے گا۔

آپ ﷺ نے حدیث میں عجیب بات ارشاد فرمائی

موسیٰ علیہ السلام کی ماں اپنے ہی بچے کو دودھ پلا رہی ہے اور روزانہ سونے کا ایک سکہ کما رہی ہے، اس پر حدیث میں حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے عجیب بات ارشاد فرمائی کہ:

مثل الذين يغزون من امتي ويأخذون الجُعْلَ مثل ام موسىٰ ترضع ولدها وتأخذ أجرها. ()

ترجمہ: میری امت میں جو اللہ کے راستے میں جاتے ہیں اور غنیمت کا مال کماتے ہیں ان کی مثال موسیٰ کی ماں جیسی ہے، جو اپنے بچے کو دودھ پلاتی ہے اور اس کی اجرت بھی پاتی ہے۔

دین کی برکت سے اللہ آخرت کی نعمتیں تو دیں گے ہی؛ لیکن دنیا کی بھی بے شمار نعمتیں اللہ عطا فرمائیں گے۔

پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دودھ پینے کا زمانہ پورا ہو گیا تو آسیہ نے کہلوایا کہ بچہ مجھے سونپ دو، ابھی تک یہ ظاہر نہیں ہوا تھا کہ یہ موسیٰ کی سگی ماں ہے؛ بلکہ پورے مصر میں یہ شہرت تھی کہ یہ بچہ آسیہ اور فرعون کا ہے، اس سے بھی موسیٰ کی ماں کا غم زیادہ ہو گیا کہ بچہ میرا اور لوگ نام لیوے کہ یہ فرعون اور آسیہ کا بچہ ہے، ایک ماں یہ کیسے گوارہ کر سکتی ہے؟

دودھ کی مدت پوری ہونے کے بعد شاہی محل میں واپسی

آسیہ نے پورے شہر میں یہ اعلان کروایا کہ: میرا بچہ جو دودھ پینے کے لیے دایا کے یہاں تھا وہ آج میرے محل میں آرہا ہے تو دایا کے گھر سے میرے محل تک جس گلی اور محلے سے یہ گزرے تو اس کا اکرام اور استقبال کرو، یہ شہزادہ ہے۔

جب یہ اعلان ہوا تو پوری قوم کے لوگ راستے پر نکل کر اس کو تحفے دے رہے ہیں اور استقبال کر رہے ہیں، پورے اعزاز و اکرام کے ساتھ پھر سے موسیٰ علیہ السلام شاہی محل میں پہنچا دیے گئے۔

خلاصہ

اللہ نے جو وعدہ فرمایا تھا وہ پورا ہوا، آگے چل کر اللہ نے اس بچے کو نبی بھی بنا دیا۔

موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے پورے واقعے میں وہی کام کر کے دکھایا جس کا اللہ نے حکم دیا تھا اور اس کی برکت سے بیٹے کی حفاظت جیسی عجیب نعمت نصیب ہوئی۔

نیز حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے توکل کیا، ناپسندیدہ چیز کو دور کرنے میں توکل کو بڑا دخل ہے۔

آج کے حالات میں یہ واقعہ ہمارے لیے بہت بڑا سبق اور نمونہ ہے۔

اللہ ہم سب کو اس کی ذات سے تعلق عطا فرمائے، اپنا یقین عطا فرمائے، آج کے حالات یقیناً بڑے خطرناک ہیں، پوری دنیا کا ماحول اس وقت ایسا ہے کہ امت کے بڑے تو بڑے؛ بچوں کی جان بھی خطرے میں ہے، ایسے حالات میں ہماری

حفاظت وہی اللہ کریں گے جس نے موسیٰ کی دریائے نیل میں اور فرعون کے دربار میں حفاظت فرمائی، بس ضرورت ہے دینی بہنو! اللہ سے تعلق مضبوط کرو، خدا کے سامنے رونے والیاں بن جاؤ، موسیٰ کی ماں کے دل میں جو بے چینی تھی اللہ ہمیں گناہوں پر ایسی بے چینی عطا فرماوے، بے چینی، رونا اور معافی مانگنا اس سے اللہ کی مدد آئے گی، دل میں اللہ کی محبت پیدا کرو اور اللہ سے مانگنے والیاں بنو، اللہ حالات کو ٹھیک کر دیں گے۔

آج بھی کعبہ کو صنم خانے سے پاسباں مل سکتے ہیں؛ مگر!!!

اِس مجلس کی ایک آخری بات عرض کردوں: تاتاری قوم جنھوں نے مسلمانوں پر ظلم کیا، لاکھوں مسلمانوں کو قتل کیا، اس قوم نے بغداد میں ایسے ظلم کیے کہ بغداد کی ندیوں پر مسلمانوں کی لاشوں سے پل بنے، کیا بات تھی کہ وہ پوری تاتاری قوم ایمان لے آئی، اس پر علامہ اقبالؒ نے ایک شعر کہا ہے کہ:

ہے عیاں یورش تاتار کے فسانے سے	مل گئے پاسباں کعبے کو صنم خانے سے

اللہ تعالیٰ نے بت کدے میں سے کعبہ کے محافظ پیدا فرما دیے۔

میرے بھائیو! یہ حالات اللہ آج بھی لا سکتے ہیں، شرط یہ ہے کہ ہم سچے پکے اللہ والے بن جائیں، اللہ کے سامنے انابت کرنے والے بن جائیں، اللہ تعالیٰ ہم کو اس کی توفیق اور سعادت عطا فرمائے، آمین۔

وأخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين